

الدولسانیات

نصیر احمد خان

اردو لسانیات

نصیر احمد خاں

ایم۔ اے۔ (اردو) ایم۔ اے۔ (لسانیات) پی۔ ایچ۔ ڈی۔

ایسوسی ایٹ پروفیسر
جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

اردو محل پبلیکیشنز، نئی دہلی

© قدسیہ انجمن

URDU LINGUISTICS

BY DR. NASEER AHMAD KHAN

اردو لسانیات

کتابت : محمد شکیل جہانگیری

پہلا ایڈیشن : مارچ ۱۹۹۰ء

تعداد : چھ سو

قیمت : Rs. 75.00

طباعت : جے۔ کے آفٹ پریس دہلی

سہ تقسیم کار :-

۱۔ انجمن کیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

۲۔ مکتبہ جامعہ ملیٹیو، اردو بازار، دہلی

۳۔ کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند، دہلی

۴۔ انجمن کیشنل بک ہاؤس، مسلم یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ

قدسیہ انجم کے نام

یہ کتاب اردو اکادمی دہلی کے مالی تعاون سے شائع ہوئی

دیباچہ

ہمارے یہاں لسانیاتی نقطہ نظر سے زبان کے مطالعے کا رواج بہت کم ہے۔ اس کی کوئی وجہ نہیں ہیں؛ اردو میں لسانیات کی عمر زیادہ نہیں ہے۔ ہم اردو ولے اس علم کی باقاعدہ تربیت سے محروم ہیں۔ جنہوں نے کلاسوں میں بیچ کر استفادہ کیا ہے لسانیات ابھی ان کے مزاج کا حصہ نہیں بنی ہے۔ لسانیات کے نظریات اور تصورات کی پہچان اور اس کی سمت و رفتار کا اندازہ نہ ہونے کی وجہ سے محفلاتوں کی صوتی ہیئت اور مفہوم و معنی ثقیل و غیر فصیح اور اجنبی سے لگتے ہیں۔ ان باتوں کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم لسانی مسائل پر روایتی انداز فکر سے سوچنے کے عادی ہیں۔

ہمارے یہاں زبان کا سائنسی فکر مطالعہ محض ایک رسمی سافیل بن کر رہ گیا ہے۔ خانہ بہی محرومیاں، کوتاہیاں اور کمزوریاں یہاں جن کی وجہ سے لسانیاتی نقطہ نظر سے اردو زبان پر اب تک کوئی باقاعدہ کام نہیں ہوا ہے۔ ہمارے پاس نہ تو اردو کی ساخت کے تجربے پر کوئی معقول کتاب ہے اور نہ ہی اس کی کوئی وضاحتی قواعد سامنے آئی ہے۔ اردو زبان کی تعلیم و تدریس کے مسائل اور تضاموں کی جدید کاری کے لیے اطلاقی لسانیات کے محلوں اور نظریوں

سے استفادہ کیا گیا ہے اور نہ زبان کی کوئی نکتہ صوری لکھا ہے۔ یہ ہے کہ اکیسویں صدی میں داخل ہونے والے کروڑوں انسانوں کی مادری زبان اردو پر سوائے پرانی اور روایتی انداز فکر کی حامل چند تحریروں کے اس کی تاریخ، تخلیق، مآخذ اورسانی ارتقاء پر کوئی سیر حاصل مقالہ یا کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔

تاہم ادھر بھی چند دھائیوں سے زبان کے سائنسی نگ مطالعے کی طرف کچھ رحمان بڑھا ہے جس کی نوعیت تجزیاتی تو فیضی اور اطلاقی ہے۔ اردو زبان و ادب کے مختلف موضوعات پر تنقید کی سوجا جا رہا ہے۔ ان شعوری کوششوں سے یہ نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ لسانیات اور اس کے اطلاقی پہلوؤں کو لے کر چند اہم تحریریں سامنے آئی ہیں۔ لسانیات کی بنیادی کتابوں کے انگریزی سے ترجمے ہوئے ہیں۔ زبان کی ساخت اور اس کے ادبی اسلوب کو لے کر تو فیضی اور تجزیاتی نوعیت کے مضامین لکھے گئے ہیں۔ اردو زبان کی تعلیم و تدریس اور سنت و غیرہ پر سرکاری و نیم سرکاری اداروں کے تعاون سے کئی قابل قدر اضافے بھی ہوئے ہیں۔ اور کئی مرکزی و صوبائی اداروں اور یونیورسٹیوں میں لسانیات کے مختلف موضوعات پر اجلاس تحقیق و تنقید کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

”اردو لسانیات“ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ مختلف مضامین کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً منظر ہونے والے قومی اور بین الاقوامی سیمیناروں اور کانفرنسوں کے لیے لکھے گئے تھے۔ چند مضامین ایسے بھی ہیں جن کے خاکے علمی شکل کے طور پر ترتیب دیے گئے تھے اور بعد میں اس کتاب کی خاطر انھیں مکمل کیا گیا۔ زیادہ تر مضامین غیر مطبوعہ ہیں بعض انگریزی سے بھی ترجمہ کیے گئے ہیں۔

اس کتاب میں شامل مضامین تجزیاتی، تو فیضی، اطلاقی اور معلوماتی نوعیت کے ہیں۔ جنہیں موضوع کے اعتبار سے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں لسانیات کے بارے میں ”کے عنوان سے معلوماتی نوعیت کا مضمون ہے جو خصوصی طور پر لسانیات سے دل چسپی رکھنے والے ان طالب علموں کے لیے لکھا گیا ہے جو اس علم سے متعلق اپنی غلط فہمیاں دور کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے حصے کے مضامین خاص تجزیاتی نوعیت کے

ہیں جس میں اردو کی صوتی ساخت اور تخلیقیاتی سطح پر اردو کے مرکب الفاظ کی ساخت کا تجزیہ ملتا ہے۔ اردو کی ہم بولی کو خنداری اور شہر پونا کی اردو کے صوتیاتی تجزیے بھی اس حصے میں شامل ہیں۔ تیسرے حصے کے مضامین میں پہلا ترجمے کی ٹیک نیک، اس کے مسائل اور مترجم کی ذمہ داریوں اور دشواریوں سے متعلق ہے۔ دوسرے اور تیسرے میں اردو میں علمی اصطلاحات کے ارتقا کے جائزے کے علاوہ اصطلاح سازی کی ٹیک نیک اور روایت اور صوتی اصطلاحوں کو اختیار کر کے ان کی توضیحات پیش کی گئی ہیں۔ چوتھا اور پانچواں مضمون اردو تعلیم و تدریس کے مسائل اور دوسری زبان کی حیثیت سے اردو سکھانے کے طریقے کا جیسے عنوانات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے کے آخری حصے کے تینوں مضامین مجموعی طور پر اردو رسم خط سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن میں اردو رسم خط اور اردو کے صوتی نظام کے درمیان باہم رشتے کی نوعیت، اردو حروف اور ان کی فونٹیکس اردو کا مصوقی نظام اور ہمارا رسم خط اور آخر میں اردو رسم خط سکھانے کے طریقے کا ر سے بحث کی گئی ہے۔

اس مجموعے کی تیاری اور اس میں شامل مضامین کو تحریری شکل دینے میں کئی کرم فرماؤں اور بزرگ دوستوں کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کی محبتوں نے مجھے علم و ادب کا ذرہ شعور بخشا ہے بلکہ علمی مسائل میں اور علمی وسائل کے لیے ہر قدم پر میری رہنمائی کی ہے۔ یہاں پروفیسر محمد حسن (جو اہر لاں ہندو یونیورسٹی) پروفیسر قمر رئیس (دہلی یونیورسٹی)، پروفیسر قاضی عبدالستار اور پروفیسر عبدالغفور (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) کے نام گرامی خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ میں ان حضرات کا ممنون کرم ہوں۔ فضیلت رضا خاں اور محمد شکیل جہانگیری بھی میرے شکریے کے مستحق ہیں جنھوں نے اس کتاب کی تیاری میں کئی اعتبار سے میرا ہاتھ بٹایا ہے۔

نصیر احمد خاں

فروری ۱۹۸۷ء

جو اہر لاں ہندو یونیورسٹی، نئی دہلی

فہرست

الف

- ۱۔ پچھلے لسانیات کے بارے میں ۱۱

ب

- ۲۔ اردو فونیمیات ۷۷
۳۔ اردو فونیم تقسیمیات ۸۸
۴۔ اردو میں مرکب الفاظ کی ساخت ۱۰۵
۵۔ کرختداری اردو کی صوتی ساخت ۱۱۲
۶۔ شہر پونا کی اردو کی صوتی ساخت ۱۲۲

ج

- ۷۔ ترجمے کے مسائل اور مترجم ۱۲۵
۸۔ اردو میں علمی اصطلاحات کا ارتقا ۱۲۷
۹۔ اردو میں اصطلاح سازی اور صوتی اصطلاحات کی تشریح ۱۷۹
۱۰۔ اردو تعلیم و تدریس کے مسائل ۱۹۲
۱۱۔ اردو سکھانے کا طریق کار (دوسری زبان کی حیثیت سے) ۲۰۱

د

- ۱۲۔ اردو آوازیں، حروف اور ان کی ذیلی شکلیں ۲۱۵
۱۳۔ اردو صوتوں کا صوتی نظام اور ہمارا رسم خط ۲۲۵
۱۴۔ اردو رسم خط کیسے سکھایا جائے ۲۴۷

الف

کچھ لسانیات کے بارے میں

لسانیات کی تعریف کرتے وقت ہم اکثر اس جملے کا استعمال کرتے ہیں کہ "زبان کے سائنسی فنک مطالعے کا نام لسانیات ہے۔ یہاں قدرتی طور پر ہمارے ذہن میں چند سوال ابھرتے ہیں: زبان کے سائنسی فنک مطالعے سے کیا مراد ہے؟ زبان کسے کہتے ہیں؟ زبان کا مطالعہ کیوں کیا جاتا ہے؟ وغیرہ۔ جو لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم زبان کا مطالعہ کیوں کرتے ہیں۔ بالکل ایسا ہی ہے کہ ہم آنکھوں کے ڈاکٹر سے پوچھیں کہ آپ آنکھ کا کیوں مطالعہ کرتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ آنکھ کے بارے میں ڈاکٹر اس لیے پڑھنا اور جانتا چاہتا ہے کہ یہ اس کی دل چسپی کا موضوع ہے۔ اس طرح وہ آنکھ کے اندرونی اور بیرونی نظاموں سے واقفیت حاصل کرتا ہے۔ آنکھوں کے مختلف امراض کو سمجھتا ہے۔ امراض کی جزئیات سے باخبر ہوتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ آپریشن یا چشمے کی مدد سے وہ آنکھوں کی دما دہ سے زیادہ بنائی داپس لاسکے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو ہم آج اپنے

آپ کو کس طرح ہزاروں انسانوں کی آنکھوں کی شکایات کو دور کرنے کے قابل بنا سکتے۔ لسانیات کے بارے میں ایسے سوالات کرنے والوں کے لیے اتنا کہنا کافی ہے کہ یہ علم ہماری ذاتی دل چسپی کا ایک موضوع ہے جس کی مدد سے ہم زبان سے متعلق متعدد سوالوں کا اعتماد کے ساتھ جواب دے سکتے ہیں۔ مجبوزبان کیا ہے؟ یہ کہاں سے آئی اور کیسے آئی؟ لوگ اپنے خیالات کو ان گنت طریقوں سے کیوں پیش کرتے ہیں؟ دنیا میں کتنی زبانیں ہیں اور کیوں ہیں؟ زبانوں کے مآخذ کیا ہیں؟ ان کے مختلف ارتقائی منازل کو کس طرح بیان کیا جاسکتا ہے؟ دو زبانیں کن بنیادوں پر ایک دوسرے سے الگ کی جاسکتی ہیں؟ الفاظ کے کس طرح معنی بدل جاتے ہیں؟ کیا ہم زبان کے بغیر بھی سوچ سکتے ہیں؟ وغیرہ

کسی زبان کی ساخت کو سمجھنا اتنا ہی پیچیدہ اور دقت طلب کام ہے جتنا انسان کے جسمانی نظام پر دسترس حاصل کرنا لیکن جس طرح ایک ماہر ڈاکٹر اپنے پیشے سے متعلق بہت کچھ جانتا ہے، ماہر لسانیات بھی اپنے موضوع کی بیشتر اہم باتوں سے واقفیت رکھتا ہے۔ یہ اس کا کام ہے کہ وہ ان عمومی اصولوں کو سمجھے اور اپنے مطالعے کا موضوع بنائے جو دنیا کی متعدد زبانوں کے وجود میں آنے کے باعث بنے ہیں۔ زبان کے بنیادی عناصر صرف یہی ہیں کی دلچسپی کا موضوع ہیں۔ وہ زبان کے آفاقی عناصر کی تعریف کر کے، ہمیں سمجھاتا ہے کہ زبان کی ساخت کی بنیادی خصوصیات کیا ہیں۔ ماہر لسانیات دو زبانوں کے درمیان کفرق کا پتہ لگاتا ہے اور اس کی جماعت بندی کر کے دونوں زبانوں کے بنیادی عناصر پر روشنی ڈالتا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زبان کو موضوع بحث بناتے وقت کن کن نظریات سے زیادہ مدد ملی جاتی ہے۔ اس کے سلسلے سے کسی شخص کی خاص زبان کا

سہارا لینا پڑتا ہے۔ وہ زبان کے عمومی اصولوں پر بھی اظہارِ خیال کرتا ہے۔ یہ اور ایسی تمام چیزیں ایک اچھے ماہرِ لسانیات کے فرائض میں شمار کی جاتی ہیں۔ ایسے ممالک جہاں زبان کے مسائل بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، جیسے ہندوستان وغیرہ، وہاں کی لسانی صورتِ حال کو سمجھنے اور خاطر خواہ نتائج تک پہنچنے میں یہ علم ہماری کافی مدد کرتا ہے۔ بہر حال مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ عمومی لسانیات کے بنیادی موضوعات، زبان کے مختلف مسائل، زبان کے آفاقی اصول اور اس کی ساخت کے تجزیے کے طریق کار ہیں۔ جب ہم اس علم کو سامنے لیتے ہیں تو ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ زبان کا مطالعہ روایتی اندازِ فکر سے ہٹ کر خاص منطقی دلائل کے ساتھ، مکمل، منظم اور جامع درجہ انداز میں کیا جاتا ہے۔ (روایتی اندازِ فکر کی بہت سی باتیں بحث طلب ہیں جن کا ذکر آگے آگے گا) لسانیات کا علم تو آج بھی جدید علوم میں شمار کیا جاتا ہے۔

زبان کے مطالعے میں روایتی اندازِ فکر :

آج ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ زبان کے مطالعے میں جدید رجحانات اور سائنسی فکر تربیت کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ کیا زبانوں کے مطالعے کے لیے اب تک کا مروج طریق کار نا کافی تھا؟ کیا قبلِ مسیح اور بعد کے سنوں میں زبانوں کی جو قواعدیں لکھی گئیں وہ محض رسمی تھیں؟ کیا اب تک ہم زبانوں کے بنیادی اصولوں اور ان قواعدی حقائق سے ناواقف رہے ہیں جن کا تعلق زبان کی ساخت، اس کے عمل اور ارتقاء سے ہے؟ یہ باتیں کسی حد تک درست ہیں کیوں کہ ہماری پچھلی روایتی قواعدیں زبان کے مسائل کو نہ واضح طور پر سمجھا سکیں اور نہ ہی ان کی مدد سے ہم ساخت کے محسوس

اور جامع اصول مہیا کر سکے کیوں کہ روایتی قواعد کی معلومات سے ہم مطمئن نہیں تھے اس لیے ایک ایسا علم وجود میں آیا جو زبان سے متعلق باتوں کو مدلل، مکمل، منظم اور وضاحت کے ساتھ سمجھا سکے۔ اسی علم کو لسانیات کہتے ہیں۔ لسانیات نے ہمیں یہ تصور دیا کہ زبان کا مطالعہ کس طرح کرنا چاہیے۔ اس نے زبان کی پیچیدگیوں کو سمجھانے کے لیے ہمیں نئے نظریات و تصورات دیے، نئے طریق کار اور تجزیے کی نئی ٹیک ٹیک سے بھی متعارف کرایا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ زبان کی توضیح اور روایتی تھیوری کے متعدد عناصر اب تک ہمیں صریح دکھاتے رہے ہیں اور ان کے خلاف ایک رد عمل تھا جو لسانیات کے وجود میں آنے کا باعث بنا

اگر ہم لسانیات کے تاریخی پس منظر کا جائزہ لیں تو بلا تکلف کہہ سکتے ہیں کہ روایتی قواعد کی ترقی یافتہ شکل ہی لسانیات ہے جس کی ابتدا پہلی صدی کے اوائل میں ہو چکی تھی۔ روایتی قواعد سے ہماری مراد مختلف انداز فکر رکھنے والے لوگوں کے وہ خیالات ہیں جو ان کی تحریروں میں مختلف طریق کاروں اور قواعدی اصولوں کی شکل میں بکھرے ہوئے ہیں بعض مغربی مفکرین کے خیالات کی بنیاد پر ہی روایتی قواعد کے تانے بانے تیار ہوئے ہیں جیسے ارسطو اور افلاطون کے یہاں جملے کی ساخت کے تصور پر مشتمل روایتی قواعد کے نظریات، اجزائے کلام کا تصور جو اسٹوئک قواعد دانوں سے ماخوذ ہے، منی سے متعلق نظریات جو عہد وسطیٰ کی دین میں، سترھویں صدی سے اخذ شدہ وہ اصول جو زبانوں کے باہمی رشتوں سے متعلق تھے، اٹھارہویں صدی کی انگریزی قواعد سے لیا گیا صحت زبان کا نظریہ اور پھر زبان کی تاریخ جیسے اسیسویں صدی کے تقابلی مطالعے کی ایک ترقی یافتہ شکل کہا جاسکتا ہے۔

زبان ہمیشہ سے فلسفہ، منطق، مذہب، علم فصاحت و بلاغت، اندر پس زبان اور ادبی تنقید سے وابستہ رہی ہے۔ ان علوم کا شاید ہی کوئی ایسا مفکر ہو

جس نے زبان اور اس کی قواعد پر اپنے خیالات کا اظہار نہ کیا ہو۔ زبان سے متعلق پرانے خیالات وسیع سیاق و سباق میں ملتے ہیں۔ انسان کی تہذیب اور روایات کی تاریخ شاہد ہے کہ انسان نے ہمیشہ زبان کی ابتدا کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے کلچرل بشریات **CULTURAL ANTHROPOLOGY** کی تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قدیم سے قدیم کلچر میں زبان کا تصور ابتداء سے ملتا ہے۔ جیسے آدم، شیطان اور خدا کی گفتگو جس کا ذکر انجیل مقدس اور قرآن پاک دونوں میں آیا ہے۔ قدیم مصر کے عقائد کی رو سے **THOTH** نامی خدا بول چال اور تحریر کا بانی تھا۔ یا جیسے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے مطابق برہما نے آریہ تہذیب کو لکھنے کا علم دیا و غیرہ۔ مذہب سے زبان کے اس گہرے رشتے نے انسان کو مجبور کیا کہ وہ زبان پر خاص توجہ دے۔ زبان کو محفوظ کرنے کے لیے قواعدیں لکھی گئیں جیسے ویدک سنسکرت کی قواعد جو پانینی کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچی اور یہ صرف اس لیے ممکن ہو سکا کہ بھگوان کی دانٹری **वाणी** کا تلفظ اور قواعد بگڑنے پائے۔ چوتھی صدی ق م کی اس اشد مادہ جانے نامی قواعد میں سنسکرت زبان کی ساخت سے متعلق چار ہزار مقولے ملتے ہیں۔ اس طرح مختلف صوتی اور صرفی و نحوی اصول سامنے آئے اور طریق کار قواعدی اصول و تصورات سے متعلق رجحانات کا ارتقاء ہوا جن میں سے بعض جدید لسانیات میں آج بھی استعمال ہوتے ہیں۔ کچھ ایسا ہی قرآن اور عربی تعلیمات کی وجہ سے ممکن ہوا۔ عربی کے مطالعے کو مادری اور غیر مادری زبان کے روپ میں اس لیے ترقی ملی کہ عرب اور غیر عرب مسلمان صحیح طور پر قرآن پڑھ سکیں۔ جب قرآن کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہوئے تو ادبی تفسیر اور لغت نویسی کو فروغ ملا۔ تلفظ کے متعلق بعض نئی چیزیں سامنے آئیں۔ عربی کے تاریخی جائزے نے تاریخی لسانیات کے تصور کو پیش کیا۔ غرض مذہبی نقطہ نظر سے زبان کے مطالعے نے زبان

کے علم کو کافی صحت مند چیزیں بہم پہنچائیں۔ یورپی مشنریوں نے بھی کافی تعداد میں مختلف زبانوں کی قواعدیں لکھیں۔ زبان پڑھانے اور زبان لکھنے کے طریق کار کو روشناس کرایا۔ انھوں نے قواعدی نقطہ نظر سے ہندوستان اور افریقہ کی متعدد زبانوں کے توسل سے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ بودھ مذہب کے مبلغین نے چینی لسانیات کے مطالعے کو متعارف بھی کرایا اور اسے فروغ بھی دیا۔ نشاۃ الثانیہ کے عہد میں مذہبی نقل و حرکت نے بھی لسانیات کے باب میں چند اہم اضافے کیے۔ یہ تمام چیزیں علم لسانیات کے تاریخی پس منظر میں کافی اہم رکھتی ہیں۔

قدیم سے قدیم ترین زبان کا ماخذ کیا ہے؟ یہ سوال سب سے پہلے یونانی مفکرین کے ذہن میں پیدا ہوا۔ اس کا جواب ہندوستان، مصر، چین اور عرب جیسی پرانی تہذیبوں والے ملکوں میں اپنے اپنے طور پر دیے گئے۔ دیکھتے کو ملتا ہے۔ یونان کے ایک مشہور تاریخ داں ہیروڈوٹس HEROTUS کی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ ساتویں صدی ق م مصر کا ایک بادشاہ یہ جانتا چاہتا تھا کہ دنیا کی قدیم ترین زبان کا ماخذ کیا ہے اس کے لیے اس نے گدھڑے کے دونوں زائندہ بچوں کو ایک الگ تھلگ مقام پر اس شرط کے ساتھ باپ کی تحویل میں دے دیا کہ بچوں کے سلسلے کوئی بھی لفظ منہ سے ادا نہ کیا جائے۔ اس کے پیچھے یہ خیال کام کر رہا تھا کہ جب بچوں کے بولنے کا وقت آئے گا تو ہر ذی مدد نہ ملنے کی وجہ سے یہ قدرتی طور پر دنیا کے پہلے انسان کی زبان بولیں گے۔ دو سال بعد ان بچوں نے "بے کوس" (BEKOS) دہرنا شروع کر دیا۔ اس کی اطلاع فوراً بادشاہ کو دی گئی۔ اس نے تحقیق کے بعد پتہ لگایا کہ فریگی (FRYGEAN) زبان میں اس لفظ کو روٹی کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جو پڑوس کی ہی ایک زبان ہے۔ اس سے بادشاہ نے قیاس کیا کہ دنیا کی قدیم ترین اور پہلی زبان فریگی ہی ہے جس کی تہذیب ہماری تہذیب سے بھی قدیم ہے۔ اس واقعہ کو ایک اچھی

کہانی کہا جاسکتا ہے جو فرنگی قبیلے میں مشہور ہے کیوں کہ کوئی زبان اس طرح وجود میں نہیں آتی۔ ”بے کوس“ جیسی آوازوں کا خوشہ ایک بھیڑی آواز سے مشابہ ہے۔ اس قسم کی دوسری بھی لکھائیاں زبان کی ابتدا کے بارے میں مشہور ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ جرمن سب سے زیادہ قدیم زبان ہے۔ کیوں کہ یہ دوسری قوموں کی زبانوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جرمن زبان کو آدم نے ایدن () میں

سب سے پہلے استعمال کیا تھا۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پرانے زمانے میں زبان کے ماخذ اس کی ابتدا اور نفاذ پر کافی زور تھا۔ یونانی اور لاطینی عالموں کے یہاں زبان کی خصلت پر بھی اظہار خیال ملتا ہے۔ زبان کے اس مطالعے کو ہم علم لسانیات کی ابتدائی شکل کا نام دے سکتے ہیں۔

تاریخی اعتبار سے سب سے پہلے ہیں یونان میں افلاطون کے یہاں لسانیات کے موضوع پر کچھ دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس کی سرگزشت الارار تصنیف کرے تائی لس CRITYLUS میں کافی تفصیل سے زبان کی ابتدا، معنی کی خصلت اور الفاظ کے ماخذ پر اس کے خیالات قلم بند ہیں۔ اس نے الفاظ کے بارے میں بنیادی خیالات پیش کیا ہے کہ وہ جو معنی ظاہر کرتے ہیں کیا ان کا چیزوں کی خصلت سے بھی کوئی تعلق ہے یا محض لفظ اور معنی کے درمیان اختیاری تعلق قائم کیا گیا ہے، وہ یہ قیاس بھی کرتا ہے کہ کیا زبان کی ساخت میں باضابطگی کے عمومی اصول وضع کیے جاسکتے ہیں یا وہ بے قاعدگی کی طرف ہی مائل رہتی ہے۔ گو کہ ارسطو اور اسٹوئیس (STOICS) نے بھی زبان کے بارے میں کافی اہم خیالات پیش کیے ہیں لیکن افلاطون کا مقام زیادہ بلند ہے۔ زبان کے بعد کے

POTANTIALILUS OF GRAMMER

عالموں نے اسے باصلاحیت قواعد کا موحد قرار دیا ہے۔ افلاطون کے یہاں زبان کے بارے میں کافی منطقی

تصورات دیکھنے میں آتے ہیں خصوصاً اسم اور فعل کی

درجہ بندی کے سلسلے میں۔ ارسطو اور اسٹوٹکس نے یونانی زبان کی ساخت پر مفکرانہ طور پر سوچا، اسے جانچا اور قواعد کے تجزیے پر روشنی ڈالی تو قرین

PART OF SPEECH

جو اجزائے کلام جیسی درجہ بندیوں پر مشتمل تھیں۔ انھوں نے اپنے پیش روؤں کے قواعدی نظریات میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے۔ ان مفکرین کے خیالات کو روسیوں نے معمولی تبدیلی کے ساتھ قبول کیا اور پورے یورپ میں اپنی زبان لاطینی کے ذریعے ان قواعد کی کتابوں کی مدد سے متعارف کرایا جو بیسویں صدی سے پہلے کی گئی ہوئی تھیں۔ لسانیات کے اس شروع کے عہد کی بہت سی چیزوں کو جدید لسانیات کی تحقیوری میں محسوس کیا جا سکتا ہے لیکن اس طرح ہمارے یہاں جو کمزوریاں گھر کر گئی ہیں انھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

سولہویں صدی کو لاطینی زبان کی ترقی کی سوانح کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہوگا۔ چرچ کی مدد سے ایک طرف لاطینی کو فروغ ملا تو دوسری طرف قواعد سے متعلق مختلف خیالات پروان چڑھے۔ روم میں شروع کے ایام سے ہی لاطینی کو پڑھانے کے لیے زبان کے مطالعے پر کافی زور دیا جاتا رہا۔ اس کی ابھی مثالیں چوتھی صدی عیسوی میں

A CLIVS DONATUS اور VARRO اور بھیڑی صدی عیسوی

PRISCIAN میں

کے یہاں ملتی ہیں جنہوں نے لاطینی زبان پڑھانے کے سلسلے میں مختلف رسائل لکھے۔ اس عہد میں تلفظ پر خاص زور دیا گیا۔ قواعد کی یہ تشریح کی جاتی تھی کہ ”یہ اچھی طرح بولنے اور سمجھنا سکھانے کا فن ہے۔“ تشریباً ہی باتیں یونان میں بھی تھیں۔ وہاں عام خیال یہ تھا کہ زبانیں تسلیم یافتہ لوگوں کے ہاتھوں سنو رقی اور محفوظ رہتی

ہیں۔ اور غیر پڑھے لکھے لوگ اسے خراب کرتے ہیں۔ زبان کی اصلیت کو قواعد کی مدد سے ہی محفوظ رکھا جاسکتا ہے کیوں کہ یہی واحد ذریعہ ہے جو زبان کو صحیح بولنے اور لکھنے کے اصول ہم تک پہنچاتا ہے دوسرے قواعد دانوں نے نئی زبانوں کی قواعد لکھنے اور اس کی وضاحت کے لیے لاطینی کی قواعدی کتابوں کو نمونہ بنایا۔ یہاں تک کہ جب اٹھارہویں صدی میں انگریزی کی قواعد لکھی گئی تو عالموں نے لاطینی قواعد کی روایتوں کو باقی رکھا۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ انگریزی کی ابتدائی قواعد پر لاطینی کی چھاپ نظر آتی ہے۔ ہر حال اس سے انکار مشکل ہے کہ اس دور میں زبان پر مطالعہ کے طریقہ وضع ہوئے۔ ادبی میاں قائم کیے گئے۔ زبان کی ابتدا سے متعلق نظریات کو فروغ ملا۔ فلسفیانہ نقطہ نظر جو یونانیوں کا خاصہ ہے اس پر بھی زبان کے مطالعے میں زور دیا گیا۔ لفظ اور معنی کی بحث کو نئی جہتیں ملیں۔ فاعل اور فعل کے فرق کو واضح کیا گیا وغیرہ۔ بحیثیت مجموعی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس ابتدائی دور میں زبان کا مطالعہ فلسفیانہ انداز فکر کے زیر سایہ پروان چڑھ رہا تھا۔ یہ دور عہد وسطی اور نشاۃ الثانیہ تک قائم رہتا ہے جس میں قواعد، علم مضاحت و بلاغت اور کے ساتھ اپنے ابتدائی مراحل طے کرتی ہے۔

DIALECTIC

یہیں سے زبان کے استاد کی قواعد سے دل چسپی ختم ہونے لگتی ہے۔ اور عالم حضرات فلسفیانہ نقطہ نظر سے قواعد کے اصولوں کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مخفی ساخت کے اصولوں کی وضاحت پر زور دیا جانے لگتا ہے۔ اور لفظ کی ساخت اور معنیات جیسی چیزیں توجہ کا مرکز بنتی ہیں۔

تیرہویں صدی میں فلسفے کے عالموں کا زبان کی قواعد پر خاص رجحان تھا۔ ان کا خیال تھا کہ صرف فلسفی ہی قواعد کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھ سکتے

اور سمجھا سکتا ہے۔ ان لوگوں نے یہ بھی تصور دیا کہ دنیا کی ایسی کوئی عالمی قواعد ضرور تیار کی جاسکتی ہے جس میں دوسری تمام زبانوں کی ساختیں پیش کی جاسکتی ہوں۔ اس قیاس کی بنیاد زبان کی فارم کے بجائے استعمال کے اصولوں LAW OF REASON پر تھی۔ ایسی قواعد مرتب کرنے کے لیے زبان کے لیے مجموعی اصولوں کے نظام کی تلاش ہوئی۔ اپنے مقصد کے حصول کے لیے عالموں کے یہاں لاطینی کو بنیاد مان کر مختلف مسائل زیر بحث لائے گئے جس سے قیاس آرائیوں کے آفاقی قانون و ضیع ہوئے۔ سترھویں صدی میں اسے کافی وسعت ملی اور دو چیزیں خاص طور پر سامنے آئیں یعنی ساری انسانیت کے علوم ذہن اور REASON کی پیدوار ہیں، دوسرے ہمارے تجربات ہی سارے علوم کا سرچشمہ ہیں۔ اس دور میں فلسفیانہ نقطہ ہائے نظر کی بنیاد پر کثیر تعداد میں زبانوں کی قواعد کی لکھی گئیں جنہوں نے لسانیاتی تجزیے میں ہم عصر فلسفیانہ DISTINCTION کو متعارف کرایا۔ یہاں معنی کی فطرت کو دو طرح سے بیان کیا گیا یعنی ایک تو زبان پر دنی اظہار رکھتی ہے اور دوسرے اس میں داخلی یا گہرے معنی پوشیدہ ہوتے ہیں۔

کچھ عرصے بعد لیپ نزار LARNIS چند دوسرے عالموں کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے اس نے نئے علامتی نظام کی ترقی یافتہ شکل میں اپنے کو پیش کیا جو بقول اس کے علم کی بنیاد بن سکتا ہے۔ اس طرح یہ بات پھر سامنے آئی کہ دنیا کی تمام زبانیں اصولوں کے ایک خاص نظام میں سمیٹی جاسکتی ہیں۔ اس مسئلہ کی بنیادی پیچیدگی اٹھارھویں صدی کی رومانوی تحریک کے زمانے میں واضح طور پر سامنے آئی جس نے قدیم ترین تہذیبوں اور مقامی زبانوں کی طرف توجہ دینے پر مجبور کر دیا اور کسی بھی صورت کی ویسی زبانوں کا تصور پیش کیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ

فلسفیانہ نقطہ نظر تو پس پشت چلا گیا اور ذیلی زبانوں کا ارتقاء، بھوں کے نظام میں تبدیلی، مختصر نویسی اور عالمی رسم خط کے تصور کو غذا پہنچنے لگی۔ سترہویں صدی کو ان موضوعات کا عہد کہا جاسکتا ہے جس میں ہم عصر سائنات سے توجہ ہٹ کر موضوعات پر بحث و مباحث شروع ہو گئے۔

اور خاص توجہ اس طرف دی جانے لگی کہ ایک عالمی قواعد تیار کرنا ممکن ہے یا نہیں۔ چومس کی اور اس کے ہم خیال لوگ عقلیت پسندی

RATIONALISM

سے کافی متاثر نظر آتے ہیں۔ ان کے خیال میں سائنات بنیادی طور پر تجویزی اور ٹیک نیک کا ایک خاکہ ہے جس کی مدد سے انسانی ذہن کی سمجھ بوجھ پر واک چڑھتی ہے۔ اس طرح ان جیسے بہت سے ماہرین سائنات اس پر

زور دینے لگے کہ سائنات

COGNITIVE PSYCHOLOGY

کی ایک شاخ ہے۔ بہر حال یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ہماری موجودہ سائنات کی تھیوری سترہویں صدی کے فلسفیوں کے خیالات سے ہی ماخوذ ہے ہمارے ماضی کے اس ورثے سے سائنات کے علم نے کافی استفادہ کیا ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنا لمبا عرصہ گزرنے کے باوجود سائنات زبان کے مطالعے میں خالص سائنٹی فک انداز فکر کیوں اختیار نہیں کر سکی۔ اس کی شاید پہلی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اب تک ہم نے زبان کا مطالعہ دوسرے علوم کی مدد سے کیا ہے جیسے فلسفہ، مذہب، منطق، علم فصاحت و بلاغت، تاریخ، ادبی اسلوب اور تدریس زبان وغیرہ یہی وجہ ہے کہ روایتی قواعد نے زبان سے متعلق بہت سی باتیں ہم تک نہیں پہنچائیں۔ روایتی قواعد کے زیادہ تر اصول مکھی ہوئی زبانوں سے متعلق تھے۔ بولی جانے والی زبانوں پر ہماری توجہ نہیں کے برابر تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم اپنے مباحث میں موتی عناصر کو شامل نہیں کر سکے۔

حلقہ کے مسائل سے ہم تقریباً ناواقف رہے۔ مہلوں کی ساخت پر بھی چار
 توجہ نہیں کے برابر تھی۔ بولی جانے والی اور لکھی جانے والی زبانوں
 کے فرق سے روایتی قواعد نے ہمیں محروم رکھا جس سے ہمارے سترہویں
 صدی کے قواعد داں اور صاحب فرہنگیات واقف تو تھے لیکن ان کے تجربے
 کے اصول وضع کرنے میں وہ ناکام کہے جاسکتے ہیں۔ دوسری اہم وجہ
 روایتی قواعد میں زبان کی فارموں کے عمل اور تناسب دونوں کا بگڑ ہی
 ہوئی شکل میں بیان ہونا ہے۔ بظاہر روایتی قواعد میں زبان کے حسب معمول
 اور عمومی استعمال کا بیان ملتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ مخصوص رنگوں
 تک ہی محدود ہے۔ اس کی اچھی مثال یونانی رجحانات سے دی جاسکتی ہے
 جہاں روایتی قواعد داں اور لونت نویس مشہور مصنفوں کی تحریروں کو مسید
 مان کر مثالیں دیا کرتے تھے۔ تیسری اہم وجہ میں ہم جمالیاتی رجحان کو
 لے سکتے ہیں جس کے تحت زبان کا مطالعہ کیا جاتا تھا یعنی ایک زبان بہت
 اچھی ہے۔ اس میں استعمال ہونے والی آوازیں میٹھی ہیں۔ لفظ خوب
 صورت ہیں۔ ساخت متاثر کرتی ہے، یا اس کے برعکس زبان بہت بری
 ہے۔ اس کی آوازیں میں کو خنگی ہے، ساخت واہیات ہے وغیرہ۔
 سوٹھویں صدی اور سترھویں میں زبان کے بارے میں اس طرح سوچنے
 کا انداز عام تھا۔ آج ہم ایسے خیالات کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ لسانیات
 کے اعتبار سے کوئی زبان اچھی یا بری نہیں ہوتی۔ ایسے خیالات کسی حد تک
 سماجی لسانیات میں تو بیان کیے جاسکتے ہیں لیکن خاص لسانیاتی
 لفظ نظر میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ سماجی لسانیات کے تحت دیہات
 کا لہجہ شہر کے لیے قابل قبول نہیں ہونا اور نہ ہی ایک شہر کے بچے کا اطلاق
 پورے ملک پر کیا جاسکتا ہے۔ اگر ہم کسی ایک لہجہ کو برا کہتے ہیں تو اس
 کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اپنے معیار کو دوسروں پر حقو پہنا چاہتے ہیں۔

لسانیات کی تاریخ میں ایک دل چسپ بات یہ ہے کہ ہم لمبے عرصے تک گنے چنے مسائل پر ہی اپنا وقت صرف کرتے رہے ہیں۔ ان میں زبان کے مآخذ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جس کو جدید لسانیات میں کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی شاید اس کمی کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے لسانیات کو ایک علاحدہ علم کی حیثیت سے نہیں دیکھا۔ لسانیات کا دوسرے علوم سے گہرا رشتہ ہے جیسے نفسیات، سماجیات، حیاتیات اور حسابیات وغیرہ۔ ان علوم میں لسانیات کی بھی ضرورت پڑتی ہے لیکن جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ہر علم کو اپنے داخلی ارتقاء کے لیے آزاد ماحول یا خود مختار مدت درکار ہوتی ہے تاکہ اسے اپنے اصول، اپنی تفسیروں، اپنی ٹیک نیک واضح کرنے کی آزادی مل سکے جو بد قسمتی سے تاریخی مطالعے کے لیے انیسویں صدی تک اور عمومی مطالعے کے لیے بیسویں صدی تک لسانیات کو میسر نہ ہو سکی۔ پچھلے پچاس سال سے اس علم نے خود مختار حیثیت سے ارتقائی مدارج طے کیے ہیں اور آج ہم اس قابل ہو سکے ہیں کہ لسانیات کو ایک سائنس کے روپ میں دیکھ سکیں۔ آج ماہرین لسانیات اس علم کی دو طرح سے تعریف کرتے ہیں۔ کچھ عالموں کا خیال ہے کہ یہ علم انسانی ذہن کی سائنسی پیداوار کا ایک حصہ ہے جسے COGNITIVE کی ایک اہم شاخ کہہ سکتے ہیں۔ بعض عالم لسانیات PSYCHOLOGY کو انسانی اظہارِ خیال کے عمومی مطالعے کا ایک حصہ بھی کہتے ہیں۔

لسانیات بحیثیت ایک سائنس

کسی علم کو سائنس کہنے کے لیے تین چیزیں بنیادی طور پر دیکھی جاتی ہیں یعنی صراحت، موضوعیت اور تنظیم یا باقاعدگی۔ ان کے بغیر سائنس کا

تصور نہیں ابھرتا۔ زبان کا سائنٹی فک مطالعہ انھیں تین بنیادی چیزوں سے عبارت ہے۔ پہلے ہم لسانیات کو ایک سائنس کہہ سکتے ہیں۔ زبان کے مطالعے میں صراحت کی ضرورت کو مختلف بنیادوں کے تعلق سے دیکھا

EXPLICITNESS

جا سکتا ہے جس اس علم کی اپنی الگ خصوصیات ہیں۔ قواعد کی دل چسپی تجزیے کے مسائل کے گرد بھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ ہم کن بنیادوں پر کسی کوئی گواہ پاتے ہیں؟ ایک خاص کوئی کو ہی کیوں اپنا یا گیا ہے۔ کسی دوسری کو کیوں نہیں؟ کیا دوسری کو اپنانے سے مختلف نتائج برآمد ہوتے؟ ان سوالوں کو پیش کرنے سے یہ مقصد ہے کہ ایسے سوالات یا مباحث اس وقت تک سامنے نہیں آسکتے جب تک ہم مختلف کسوٹیوں کی مدد سے مسائل کو سامنے نہ لائیں۔ زبان کے مطالعے میں وضاحت کی ضرورت کو مختلف مسائل کے تعلق سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ لسانیات کا تعلق مواد کی اس نوعیت سے ہے جہاں وضاحت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس علم کا خاص مقصد ان عمومی اور قیاسی اصولوں کی وضاحت ہے جو زبانوں کی ساختوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ کسی ایک فرد کی زبان کو لے کر اپنے مطالعے کا آغاز کرتے ہیں۔ اگر زبان کے دوسرے بولنے والوں کے یہاں کچھ فرق ملتا ہے تو ہم اپنے کام کو دوسرے بولنے والوں کی مدد سے آگے بڑھائیں گے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ لوگ ایک ہی زبان کو مختلف طریقوں سے بولتے ہیں، ان کے یہاں زبان بولنے صحیح، حسب معمول اور تسلیم شدہ معیار بھی مختلف ہوتے ہیں۔ لسانیاتی تصویر کا مفہوم اگر ایک زبان سے متعلق تمام باتوں کی وضاحت کرتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم خاص مزاجی تبدیلیوں اور عمومی سانچوں کے اصول وضع کریں۔ اور ان سے متعلق اختلافات کی وضاحت کریں۔ اگر لسانیات کے نقطہ نظر سے کسی لفظ کے مختلف انداز میں استعمال ہونے کا جائزہ لیا جا رہا ہے جیسے اردو میں پُندیر اور پندیر، ایک ہی لفظ کا دو طرح سے استعمال

تو وضاحت کی ضرورت دو گنی ہو جاتی ہے اور ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ ان تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالیں جو اس دو پرے تلفظ سے متعلق ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ہم بولنے والوں کی تعداد کو لے کر چل رہے ہیں تو ہم اردو والوں سے پوچھیں گے کہ وہ "پذیر" کا تلفظ کیسے ادا کرتے ہیں۔ اس کے لیے ہمارے ذہن میں دو چیزیں ابھر رہی گی۔ پہلی کے تحت ہم غیر جانب دارانہ رویہ اختیار کریں گے اور سیاق و سباق کی حدوں کو زیادہ سے زیادہ وسیع کریں گے (سیاق و سباق سے یہاں مراد لسانیاتی ساخت کا وہ ماحول ہے جہاں لفظ استعمال ہوا ہے) ہم اردو والے سے پوچھیں گے کہ وہ لفظ / پذیر / کو انفرادی طور پر کس طرح ادا کرتا ہے۔ پھر اسے محلے میں استعمال کر کے تلفظ کراہیں گے۔ اور اس طرح کوئی رائے قائم کی جائے گی۔ یہاں کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمارے نتائج سائنسی فک طور پر برآمد ہوئے ہیں تو اسی صورت میں سچی وضاحت سامنے آئے گی۔ اس سلسلے میں دوسری شرط تحقیق میں باقاعدگی ہے۔ / پذیر / کے تلفظ کو ریکارڈ کرتے وقت ہم نے کن بنیادوں پر لوگوں کا انتخاب کیا ہے یعنی ہمارے اطلاع دہندہ کون لوگ ہیں؟ کیا ہم نے اپنے مقصد کے لیے یوں ہی ایک ہزار لوگوں کو لے لیا ہے؟ جو پذیر تلفظ کی حمایت میں تیس کے مقابلے میں ستر فی صد ہیں؟ کیا فی صد تعداد معلوم کرنے کا کوئی دوسرا طریقہ بھی ہے؟ ہم کم فیصد والوں کی کس طرح وضاحت کریں گے؟ کیا وہ سب عمر رسیدہ لوگ ہیں؟ کیا ان کا تعلق اعلیٰ سوسائٹی سے ہے؟ کیا وہ پڑھے لکھے لوگ ہیں؟ کیا وہ عورتیں ہیں؟ کیا وہ ایسے ہیں جو ہندی بھی جانتے ہیں وغیرہ وغیرہ زبان کے مطالعے میں ہمیں ایسی چیزوں سے باخبر رہنا چاہیے جو ہمارے تجزیے کو متاثر کر سکتی ہوں۔ ہمارا طریق کار ایسا ہونا چاہیے جو مسائل کی وضاحت کر سکے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم تقابلی انداز فکر

کو اپنے مطالعے میں جگہ دیں۔ یہ واحد طریق کار ہے جو مسائل کو حل کر کے زبان کی ساخت کی مجموعی تصویر ہمارے سامنے پیش کر سکتا ہے۔

جیسے ہمارے یہاں تخلیقی قواعد GENERATIVE GRAMMAR کا ارتقا ہوا ہے، صراحت کی لسانیات میں اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ اسے ماہرین لسانیات زبان کے مطالعے میں بنیادی وصف قرار دیتے ہیں۔ اگر ہم یہ ذہن میں رکھیں کہ زبان انسان ہی کی دریافت ہے تو زبان کی کمزوریوں اور خامیوں پر تنقید کر کے وقت ضائع کرنے کے بجائے ہم بہت سے دستوری اور اصطلاحی مسائل سے بچ سکتے ہیں جو روایتی قواعدوں کی عادت رہا ہے۔ ہماری روایتی قواعدوں کی ایک بڑی کمزوری یہ تھی کہ ان کے یہاں تجزیے کی کسوٹی اور مواد کی فراہمی میں وضاحت برائے نام ملتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ روایتی قواعدوں میں صرف غلطیوں ہی کی بھرمار ہے بلکہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان میں زیادہ تر مشورے ایسے ہوتے تھے جن میں موافق اور واضح تفسیریں نہیں ہوتی تھیں۔ روایتی قواعدوں کے ذریعے ہم یہ نہیں سمجھ پاتے کہ جہاں جیسا ہے ویسا کیوں ہے؟ ایک لفظ تینز ADVERS کہلاتا ہے اور دوسرا کیوں نہیں؟ ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ ایک لفظ تینز کیوں کہلاتا ہے۔ "کیوں کہ یہ تینز ہے۔ جیسا جواب ہمارے ذہن کو مطمئن نہیں کر سکتا کیوں کہ ہر صحت مند ذہن کسی چیز کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہے۔

زبان کے سائنسی فکر مطالعے میں دوسری اہم چیز باقاعدگی SYSTEMATICNESS ہے جسے صراحت سے بالکل الگ نہیں کیا جاسکتا۔ زبان کی ساخت کے متعلق منتشر خیالات، زیر بحث موضوع پر دھیلی گرفت، قیاسی تفسیر، دشمنی و مباحث، اصطلاحوں اور طریق کار کا میز موافق استہان جیسی چیزیں سائنسی فکر مطالعے کے ذیل میں نہیں آتیں۔

اصولی طور پر ایک ماہر لسانیات ان چیزوں سے اپنے کو بچاتے ہوئے یک
 باقاعدہ انداز فکر کی مدد سے زبان کا مطالعہ کرتا ہے۔ ایف۔ این۔
 ٹرنن گر اپنی کتاب FOUNDATION OF BEHAVIORAL PATTERNS

میں سائنسی فکر کے انداز فکر کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہ ہماری سوچ اور
 تلاش کے تمام پہلوؤں کی ایک باقاعدہ منظم فارم ہے۔ حقیقت میں
 یہی نظام لسانیات میں ظہور پذیر ہوا ہے جو ہمارے تجزیے میں وضاحت
 کا ضامن ہے اسے ہم سائنسی فکر کا قاعدگی کی بنیادی خصوصیت بھی کہہ
 سکتے ہیں۔ لسانیات میں ہم زبانوں کا مطالعہ کرتے ہیں جو انتہائی پیچیدہ
 ہوتی ہیں۔ ان میں آئے دن تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں اس لیے
 اگر ہم زبان کا باضابطہ طور پر جائزہ لیں تو عمومی نتائج تک پہنچنا
 ہمارے لیے تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔

لسانیات کے مطالعے میں ایک اہم چیز یہ ہے کہ زبان کا تجزیہ
 کرتے وقت ہمیں ایک معیاری طریق کار PROCEDURE کا انتخاب
 کرنا چاہیے۔ یہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارا انتخاب وقتی ہوتا ہے کیوں کہ زبان
 کے ہر مسئلے کو کسی ایک چیز کی مدد سے حل نہیں کیا جاسکتا۔ پھر بھی ہمارا
 طریق کار ہرگز معیاری اور صحت مند ہوگا کہ جس سے ہم کم مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا
 زبان سے متعلق کوئی چیز ترجیح کے قابل نہیں ہوتی بلکہ ہر چیز کا مطالعہ برابر کی
 اہمیت رکھتا ہے۔ ماہرین لسانیات اپنے تجزیے کے طریق کار کا انتخاب
 مواد کے مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھ کر کرتے ہیں۔ مثال کے طور
 پر ایک ماہر لسانیات اپنی تحقیق کو بالکل نیچے سے شروع کرتے ہوئے
 پہلے تلفظ کے نظام کا تجزیہ کرتا ہے یعنی صوتیات جس کے تحت معنوں
 اور مصنفوں کا قیام عمل میں آتا ہے۔ وہ اپنے کام کو اس بنیاد پر آگے بڑھاتا
 ہے کہ یونٹ رکمنوں اور زبان کے دوسرے پھیلاؤ کے ساتھ کس طرح

آتے ہیں۔ اس کے بعد الفاظ کی ساخت کا جائزہ لیا جاتا ہے اور پھر الفاظ کی اس ترتیب کا جو جملے بنانے میں معاون ہوتی ہے۔ آخر میں مختلف معنوں کا تجربہ ہوتا ہے جو الفاظ اور الفاظ کے مختلف خوشوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں یعنی معنیات۔ یہ ایک طریق کار ہے جس کی مدد سے ہم مواد پر ایک خاص ضابطہ بندی کو بروئے کار لاتے ہیں۔ زبان کے مطالعے کا ایک دوسرا طریقہ بھی ہے جو آج تک کافی مقبول رہا ہے۔ اسے پہلے مذکور طریقہ کا سب سے اہل انشا کہا جاسکتا ہے۔ اس انداز کے ذریعے ہم زبان کے مطالعے کو معنی کے مختلف رشتوں سے شروع کرتے ہیں جو الفاظ اور ان کے مختلف سلسلوں کے درمیان پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ دیکھتے ہیں کہ وہ کون سے نحوی یا صرفی سانچے ہیں جو ان معنوں کو ظاہر کرتے ہیں اور پھر ہماری توجہ کا مرکوز ان سانچوں PATTERN کے تلفظات ہوتے ہیں۔

باقاعدگی، خاص طریق کاروں اور صحت مند توضیحی FRAMEWORK کے علاوہ دوسرے اصولوں کی بھی سفارش کرتی ہے۔ یہ ہمارے قیاسات کو پرکھنے کے لیے سخت تنقید پر بھی زور دیتی ہے۔ ہماری سوچ بوجھ، ہماری شناخت صلاحیت اور ہمارے فیصلوں یا رائیوں وغیرہ کو جو زبان سے زبان کے کسی ایک مسئلے سے متعلق ہیں، کی صحیح نشاندہی بھی کرتی ہے۔ لسانیات کے سائنسی فکر انداز فکر (APPROACH) میں ہمارے قیاسات کی کڑی جانچ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہاں مفروضات (HYPOTHESIS) کو سمجھ لینا چاہیے۔ یہ ایک ایسا مقولہ (STATEMENT) ہے جو دو یا دو سے زیادہ تغیرات (VARIATIONS) کے درمیان کے تعلق کی نشان دہی کرتا ہے جیسے اردو ساخت کے بارے میں ہمارا یہ قول کہ انہی معنی کے بعد اگر مادہ مصدق آئے تو وہ انہی ہو جاتا ہے یا جیسے ضائر ہیشہ افعال سے پہلے آتے ہیں وغیرہ۔ باقاعدگی (SYSTEMATICNESS) کے تعلق سے قیاس

کو سمجھنے کے لیے یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ہمارے قیاس کی کڑی جانچ پڑھنی ضروری ہے۔ یہاں کڑی جانچ کو وضاحت، باضابطگی، جامعیت اور عالمانہ انداز فکر کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ یہی کڑی جانچ ہے جس سے ہم صحیح نتائج اٹھ کرتے ہیں۔

لسانیات کو سائنسی فنک مطالعہ کہنے کے لیے تیسری اہم چیز ضرورت ہے۔ اس اصطلاح کا ہے۔ اس لفظ کی وضاحت کے لیے بعض دلائل بہت ضروری ہیں۔ اس اصطلاح کا اطلاق ہر طرح کی اچھی چیزوں پر کیا جاسکتا ہے۔ تجزیے کی ہر منزل پر یہ کشادگی ذہن چاہتا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ تنقیدی جاننے کی وہاں ضرورت پڑتی ہے جہاں اصولی طور پر ہم کسی مفروضے کے بارے میں مشکوک ہوں اور ہم کسی تجزیاتی شہادت تک نہ پہنچ سکے ہوں۔ یعنی ہم اپنے *PRECONCEPTIONS* سے ہر ممکن حد تک بچتے رہنا چاہیے حتیٰ کہ کسی مفروضے کی حمایت کے لیے ہم بدوری طرح تیار نہ ہو جائیں۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم نئے ڈھنگ سے مسئلے پر غور کرتے رہیں۔ ہمارے طریق کار (PROCEDURES) کو میاری بھی ہونا چاہیے۔ میاری ہونے سے مراد ہے کہ جو ٹیک نیک ہم استعمال کر رہے ہیں اس کی عمومی درستگی کے سبب قائل ہوں۔ دوسرے وہ ٹیک نیک ایسی ہو جو عام طور پر لسانیات میں استعمال ہوتی ہو۔ اس کی مثال لسانیات کے ایک مروجہ طریق کار سے دی جاسکتی ہے جیسے عام اصطلاح میں اقلی جوڑے (MINIMAL PAIRS) کہا جاتا ہے۔ صوتیات کے مطالعے میں آوازیں کی بنیادی اور ذیلی حیثیتوں کا تعین اسی طریق کار (PROCEDURE) کی مدد سے کیا جاتا ہے۔ یوں تو زبان میں متعدد آوازیں ہوتی ہیں لیکن عمل کے اعتبار سے ان میں بنیادی آوازیں نسبتاً کم ہی ہوتی ہیں۔ یہ جان کاری ہمیں اقلی جوڑوں (MINIMAL PAIRS) کی مدد سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اردو کے قالب، غالب کو لیجئے۔ یہ اقلی جوڑا ہیں بتاتا ہے کہ اردو میں اق، اور، رخ، دو بنیادی آوازیں ہیں۔ اس طرح اقلی جوڑوں کو ہم ایک

سیاری ٹیک نیک کہہ سکتے ہیں۔ اس کی دوسری مثال لسانیات میں استعمال ہونے والے (TRANSFORMATION EQUIVALANCES) سے بھی دی جاسکتی ہے جو زبان کی ساختوں کے درمیان تعلقات کی وضاحت کرتے ہیں۔

سائنس میں معروضیت پر دوسری طرح غور کرنے کے لیے ہمیں اس کے اپنے تضاد یعنی موضوعیت کے تعلق سے دیکھنا پڑے گا۔ یہ اپنی انتہائی شکل میں ایک طرح سے موضوعی انداز فکر کہلایا جاسکتا ہے جہاں محقق کا تجربہ اور مواد دونوں مکمل طور پر کسی شے کے بارے میں اس کے اپنے نظریے یا "احساس" یا "جھٹی جس" سے ماخوذ ہوتا ہے۔ اس میں صحت منہ شہادت پر مبنی حوالوں کا فقدان ہوتا ہے۔ ایسے مسئلے کو ایک غیر مقبول QUANTITATIVE DIMENSION قرار دیا جاسکتا ہے۔ اپنی تمام خوبیوں کے باوجود موضوعی تحقیق جہاں تک میاری سائنٹی فک طریق کار کا تعلق ہے، غیر سائنٹی فک کہلائے گی۔ اس کی خیال انگیزی صحت مند اور سلیس تو ہو سکتی ہے لیکن سائنٹی فک نہیں۔ اس طرح کی کئی خیال انگیز باتیں جن ہم زبان کے مطالعے میں استعمال کرتے آئے ہیں، محرومی پانے پر پوری نہیں اترتیں۔ موضوعیت غیر دلچسپ اور بے سود تو نہیں کہلائی جاسکتی لیکن اس سے بھی انکار ناممکن ہے کہ وہ سائنٹی فک سوالوں کے مناسب جواب دینے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ ہم اس پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ زبان کا "موجد" خدا ہے لیکن صحیح شہادتوں کے ذمے کی وجہ سے سائنس کی دنیا میں اس اعتقاد کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

جہاں تک معروضیت (SCIENTIFICNESS) کا سوال ہے ہماری شہادتوں کو جو لسانیاتی مفروضہ قائم کرنے کے لیے ضروری ہیں انہیں اپنے کردار کے اعتبار سے باعتبار وضاحتی اور قطعی ہونا چاہیے۔ اسی

کو ہم ایک معیاری سائنٹی فلک انداز فکر کہتے ہیں۔ اگر مواد، طریق کار اور نتائج تینوں عام سطح پر مشابہے کے قابل نہیں ہیں یا انھیں پرکھا نہیں جاسکتا تو ہم بجا طور پر انھیں تسلیم نہیں کر سکتے۔ لسانیات کی روش سے جس مواد پر ہم نے اپنا مفروضہ قائم کیا ہے، اسے زبان بولنے والوں کے صحیح استعمال پر مشتمل ہونا چاہیے۔ تجرباتی انداز فکر (EMPIRICAL APPROACH) مواد کے لیے سانچے تجویز کرتی ہے جن کا حصول، صرفی تجویز مصنوعی اور دوسری کسی بھی سطح سے تعلق ہو سکتا ہے۔ کچھ سانچوں کی بنیاد پر ہمیں اپنے مفروضے کا انتخاب کرنا چاہیے اور مزید مواد جمع کر کے ہمیں اپنے تجزیے کی جانچ پڑتال کرنا پڑنا چاہیے۔ بولی یا لکھی ہوئی زبان سے اکٹھا کیا ہوا مواد جو ہمارے مفروضے کی بنیاد بھی ہوتا ہے، عام اصطلاح میں کارپس (CARPUS) معیاری مواد کہلاتا ہے۔

سائنس کا بنیادی مقصد نظریے کا قائم کرنا ہے۔ نظریہ یا تھیوری حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اس کی تشکیل ہی حقیقت کو بیان کرنے کے لیے ہوتی ہے جس کا دوسرا نام مواد ہے۔ لسانیات میں ”حقیقت“ کا تصور ہی اس لیے ہے کہ اس کی مدد سے ہم زبان کو سمجھنا اور اس کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ زبان کیسے عمل کرتی ہے۔ ان چیزوں میں صرف نظریہ ہی معاون ثابت ہوتا ہے۔ نظریے یا تھیوری کے عام طور پر دو مفہوم لیے جاتے ہیں یعنی ”تھیوری“ سوائے ”قیاس“ کے اور کچھ نہیں ہے۔ یعنی کوئی بھی بات جو کچے یقین سے مبہم احساس تک بکھری ہو یا ایسا خیال جس کے پیچھے باقاعدہ ذہن کام کر رہا ہو، لیکن لسانی تھیوری کا مفہوم اس سے جدا ہے۔ اس کی کوئی جامع تعریف تو نہیں کی جاسکتی پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ نظریہ یا تھیوری مواد یا PHENOMENON کی وضاحت کا ایک نام ہے۔ ہم اس میں حقیقت

کے کچھ پہلوؤں کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ان کے بیان میں باضابطگی پائی جاتے۔ لسانیات کے اعتبار سے تھیوری کا مطلب ہے کہ ہم جس مواد کی وضاحت کر رہے ہیں وہ بولی یا لکھی جانے والی زبان پر مشتمل وہ جملے ہیں جسے زبان کے لوگ استعمال کرتے ہیں۔ ہمیں اس حقیقت سے بھی باخبر رہنا چاہیے کہ تھیوری محض مواد کو اختصار کے ساتھ پیش کرنے کا نام نہیں ہے اور نہ ہی مواد کے کسی خاص حصے کی وضاحت کا نام ہے بلکہ تھیوری کا تعلق عمومی وضاحت سے ہے۔ ایک ایسی وضاحت جو تمام تر مواد کو ایک ہی ڈھانچے تک محدود رہ کر دیکھتی ہو۔ یعنی اسے بھی جس کی پہلے وضاحت ہو چکی ہے اور وہ مواد بھی جو آئندہ سامنے آنے والا ہے۔ تھیوری کا مطلب یہ بھی ہے کہ یہ ایک ایسے سانچے یا نظام سے تعلق رکھتی ہے جس کے ذریعے مواد پیش کیا جاتا ہے اور وہ یہ پیش گوئی بھی کرتی ہے کہ ایک خاص نظام کے ذریعے مواد کے دوسرے مستقل سانچوں کی بھی اسی طرح تشریح ہو سکتی ہے۔

لسانیات کی شاخیں اور اس کا دوسرے علوم سے رشتہ

لسانیات کا دوسرے انسانی علوم کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ جن میں تاریخ، فلسفہ، سماجیات، نفسیات، حیاتیات، جغرافیہ اور کمپیوٹر سائنس وغیرہ خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ انھیں علوم کی رعایت سے ہم لسانیات کو مختلف شاخوں میں تقسیم کرتے آئے ہیں؛ جیسے سماجیاتی لسانیات، نفسیاتی لسانیات، کمپیوٹر لسانیات۔ لسانیات کی ان علوم سے رشتوں کی بنیاد اس امر کے پیش نظر قائم کی جاسکتی ہے کہ دنیا کا کوئی علم محض اپنی جگہ مکمل نہیں ہے۔ ایک علم کا کسی نہ کسی طرح دوسرے علم سے کوئی تعلق

ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً جب ہم لسانیات کو زبان کے سائنٹی فک مطالعے کا نام دیتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زبان جو کسی سماج کے اظہار کا واحد صوتی علامتی ذریعہ ہے وہ اس سماج سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ اس طرح لسانیات کا سماج سے براہ راست تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ سماج کی رعایت سے جب ہم زبان کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ سماجیاتی لسانیات کا موضوع بن جاتا ہے۔ زبان کے مطالعے میں بولنے والوں کی نفسیات بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ بڑوں کے مقابلے میں بچوں کے لسانی رویے الگ ہوتے ہیں۔ زبان پر عورتوں کی نفسیات کا مختلف اثر پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی شخص کو نئی زبان سکھاتے وقت جو مسائل ہمارے سامنے آئیں گے وہ اس کے نفسیاتی مسائل کا نتیجہ ہوں گے۔ اس طرح نفسیات کے تعلق سے زبان کا مطالعہ نفسیاتی لسانیات کا موضوع بن جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ایک زبان مختلف علاقوں میں بولی جاتی ہے۔ یہ علاقے ایسے بھی ہو سکتے ہیں جہاں دوسری زبانوں کے بولنے والے بھی رہتے ہوں۔ قدرتی بات ہے کہ وہاں ایک زبان کا دوسری زبان پر اثر پڑے گا جس کے نتیجے میں کسی خاص زبان میں تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ ان تبدیلیوں کو علاقائی بنیادوں پر ہی پرکھا جاسکتا ہے۔ ایسے مطالعے کو ہم بولی جنرافیہ کے نام سے یاد کر سکتے ہیں۔ جب زبان کے مطالعے میں اعداد و شمار کی کارفرمائی نظر آجائے تو ایسا مطالعہ شمار یاتی لسانیات کہلاتا ہے۔

زبان سے متعلق مسائل کی نوعیتوں کے پیش نظر لسانیات کو مزید حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جو اس طرح ہیں : تاریخی لسانیات، ثقافتی لسانیات، علاقائی لسانیات، تبادلۂ قواعد اور توصیفی لسانیات۔ تاریخی لسانیات میں زبان کے ماخذ، ارتقاء اور تشکیلیں یا بازیافت سے بحث ہوتی ہے۔ ثقافتی لسانیات

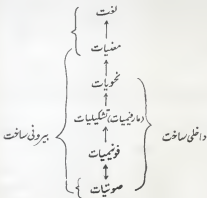
میں دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے باہمی رشتوں کی نوعیتوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ تقابلی لسانیات میں دو زبانوں کی ساختوں کے درمیان پائے جانے والے فرق کی وضاحت کی جاتی ہے۔ اطلاقی لسانیات میں زبان سیکھنے یا سکھانے کے طریقوں اور اسلوب کے مطالعے میں لسانیات سے مدد لے کر ان پر اس علم کے اصولوں اور نظریوں کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ توضیحی لسانیات میں زبان کی ساخت کی توضیح پیش کی جاتی ہے۔

توضیحی لسانیات

لسانیات کی اہم شاخوں میں ایک توضیحی لسانیات ہے بلکہ یہ کہنا شاید زیادہ مناسب ہوگا کہ یہی وہ بنیاد ہے جس پر لسانیات کے علم کا قصر تعمیر ہوا ہے۔ توضیحی لسانیات میں زبان کی ساخت سے بحث ہوتی ہے جس کی نوعیت خالص توضیحی اور تجزیاتی ہوتی ہے۔ اس طرح ہم زبان کی ساخت کے تمام بیچ و خم کو باسانی سمجھ سکتے ہیں۔ زبانوں کی قواعدیں اس علم کے نظریوں اصولوں، قاعدوں اور تصورات کی مدد سے لکھی جاتی ہیں۔ آج توضیحی لسانیات کا علم ہمارے لیے ناگزیر ہو گیا ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ زبان مختلف آوازوں، ان گنت لفظوں اور بے شمار جملوں کا ایک باقاعدہ نظام رکھتی ہے جو ایک زبان سے دوسری زبان میں بدلتا رہتا ہے۔ آوازیں ہمارے اعضاء صوت کے مختلف انداز میں عمل پیرا ہونے سے تلفظ ہوتی ہیں۔ آوازوں کے سلسلوں سے الفاظ تشکیل پاتے ہیں اور لفظوں کی مخصوص ترتیب سے فقرے اور جملے بنتے ہیں۔ یہاں آوازوں سے لے کر جملوں تک ہر جگہ ہمارا عمل اختیاری ہوتا ہے جس سے ہم مسمانی و مفہم کا تعین کرتے ہیں۔ اس طرح ہم نے

دیکھا کہ ایک زبان آوازوں، لفظوں، جملوں اور منوں کا ایک ایسا مجموعہ ہوتی ہے جہاں ہر سطح پر مخصوص نظام کا رفرما ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر انہیں چیزوں کو ہم زبان کی ساخت کہتے ہیں۔ راہرٹ ہال زبان کی ساخت کا خاکہ اس طرح پیش کرتا ہے۔



توضیحی لسانیات کی بنیادی دل چسپی کا موضوع یہی زبان کی ساخت ہے۔ زبان کی ساخت کی رعایت سے توضیحی لسانیات کے مطالعے کو ہم مندرجہ ذیل حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔

۱. فونیات (PHONETICS) یعنی زبان میں تلفظ ہونے والی مختلف آوازوں کی توجیح اور ان کا تجزیہ

۲. فونیمیات (PHONEMICS) یعنی زبان میں عمل کے اعتبار سے آوازوں

کی بنیادی اور ذیلی حیثیتوں کا تعین۔

۳۔ فونیم تقسیمیات (PHONOTACTICS) یعنی آوازوں کی مختلف رکنوں یا

لفظوں میں ترتیب و تقسیم

۴۔ مارفیمیات (MORPHOLOGY) یعنی الفاظ کی تشکیل، عمل اور اقسام اور ان کی

ساختوں کا توضیحی و تجزیاتی مطالعہ

۵۔ مارفونمیات (MORFONEMICS) یعنی مارفیموں کی تشکیل کے صوتی تیزرات کا جائزہ

۶۔ نحویات SYNTAX یعنی لفظوں کی فقروں اور فقروں کی جملوں میں ترتیب و

تقسیم اور ان کی مبالغہ

۷۔ معنیات SEMANTICS یعنی الفاظ اور جملوں کے معانی اور ان کے سیاق و سباق

کا تجزیہ

۸۔ لفظیاتی LEXICON یعنی زبان میں سرمایہ الفاظ اور اس کی نوعیت وغیرہ

عام فونیات ہر زبان میں تلفظ کی جانے والی آوازیں عام صوتیات کا موضوع

ہیں۔ اعضائے صوت کسے کہتے ہیں۔ وہ آوازوں کے تلفظ کے

وقت کس طرح عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ایک کے مقابلے میں دوسری آواز کو کس

طرح پہچانا جاتا ہے۔ معصتوں اور مصوتوں کے طریق ہائے ادائیگی کیا ہیں۔

انہیں کن بنیادوں پر ایک دوسرے سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ قطعہ دار اور

غیر قطعہ دار آوازوں کی تقسیم کے اصول کیا ہیں، کن بنیادوں پر تکلمی آوازوں

کی درجہ بندی کی جاتی ہے وغیرہ۔ ان تمام باتوں کا تکلمی صورت

ARTICULATORY PHONETICS احاطہ کرتی ہے۔ آوازوں کی بہروں کا تجزیہ سمعی فونیات

ACOUSTIC PHONETICS کا موضوع ہے جو بولنے والوں کے ہونٹوں سے سننے

صوتیات کے مقابلے میں فونیات کی اصطلاح زیادہ صحیح ہے۔

واہوں کے کانوں تک پہنچی ہوتی ہیں۔ فونیات کی اس شاخ میں آوازوں کی لہروں
 رفتار اور نوعیت کو سمجھنے کے لیے SPECTROGRAM کی مدد لی جاتی ہے فونیات
 کی تیسری قسم گوشہ فونیات AUDITORY PHONETICS ہے جو آوازوں کو سننے
 وقت کان کے اندرونی نظام سے بحث کرتی ہے اور انھیں پہچاننے کے لیے
 کان اور دماغ کے تعلق کا جائزہ لیتی ہے۔ آوازوں کے سائنسی فلک مطالعے
 کے ضمن میں ایک قابل ذکر بات تخلیقی صوتیات کی اہمیت ہے کیوں کہ یہی
 وہ علم ہے جو کسی آواز کی مدد کے بغیر آوازوں کی ادائیگی، ان کی تقسیم اور
 درجہ بندی اور توہین و تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

تخلیقی صوتیات میں آوازوں کو تلفظ کرتے وقت اعضائے صوت کے مختلف
 انداز میں عمل پیرا ہونے سے بحث کی جاتی ہے۔ یوں تو چھینک، ڈکارا، ہچکے اور
 مشابہ بھی آوازیں ہیں جن کی ادائیگی میں اعضائے صوت حرکت کرتے ہیں۔ لیکن
 زبان کی ساخت میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس لیے انھیں غیرسانی آوازیں
 کہتے ہیں۔ زبان کو تشکیل دینے یا اس کی ساخت سے متعلق آوازیں تخلیقی اصوات
 SPEECH SOUNDS کہلاتی ہیں۔ جو اعضائے صوت مختلف انداز میں عمل پیرا
 ہو کر آوازوں کو تلفظ کرتے ہیں ان میں ہونٹ، دانت، تالو، گوا، زبان، حلق،
 ناک اور منہ کی نالیاں اور غشائی پردے خاص ہیں۔ انھیں ذیل میں نقشے کے
 ذریعے باسانی سمجھا جا سکتا ہے۔



- ۱۔ ہونٹ
- ۲۔ دانت
- ۳۔ تالو
- ۴۔ گوا
- ۵۔ زبان
- ۶۔ ناک
- ۷۔ حلق
- ۸۔ گوا
- ۹۔ زبان
- ۱۰۔ ناک
- ۱۱۔ ہونٹ

حسب بالاسرہ اعضاء صوت کو ان کے مخصوص عملوں کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یعنی تلفظے ARTICULATORS اور مقامات تلفظہ (POINT OF ARTICULATIONS) ان اعضاء صوت کو کہتے ہیں جو اپنی جگہ سے حرکت کر کے تنکلی آوازوں کو ادا کرتے ہیں؛ جیسے ہونٹ (نچلا اور اوپری) زبان (نچی زبان، زبان کا پتہ، زبان کا اگلا، درمیانی اور پچھلا حصہ اور زبان کی جڑ) کو غشائی پردے، نچلا جبڑہ اور برزمار۔ مقامات تلفظہ آوازوں کی ادائیگی میں حرکت کیے بنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں؛ جیسے دانت (اوپری اور نچلے) 'موتے' (اوپری اور نچلا)، 'تالو' (سخت اور نرم)، 'تالیاں' (مٹا اور ناک کی) اور برزمار وغیرہ۔ (برزمار کو تلفظہ اور مقامات تلفظہ دونوں میں اس لیے شامل کیا گیا ہے کہ یہ دونوں خصوصیات کا حامل ہے)۔ ہمارے اعضاء صوت مختلف انداز میں عمل پیرا ہو کر کس طرح تنکلی آوازوں کو ادا کرتے ہیں۔ ذیل میں ان کا الگ الگ جائزہ لیا جاتا ہے۔

ہونٹ: تنکلی آوازوں کی ادائیگی میں ہونٹ چار طرح سے عمل کرتے ہیں۔ یعنی باہم مل کر، دائرے کی شکل میں اکڑ، پھیل کر اور نچلے ہونٹ کے اوپری دانتوں کے ربط میں اکڑ۔ جو آوازیں ہونٹوں کے باہم ملنے سے تلفظ ہوتی ہیں انہیں دولبی آوازیں BILABIAL SOUNDS کہتے ہیں؛ جیسے (پ، ب، مچھ، بچھ، م، وغیرہ)۔ دونوں ہونٹ دائرے کی شکل میں آگے بڑھ کر گولائی دار یا مدور مصوتے (ROUNDED VOWELS) تلفظ کرتے ہیں؛ جیسے (او، او، آو) وغیرہ ہونٹوں کے پھیلنے سے غیر گولائی دار یا غیر مدور مصوتے (UNROUNDED VOWELS) تلفظ ہوتے ہیں؛ جیسے (ای، اے، آے) وغیرہ۔ اگر نچلا ہونٹ اوپری دانتوں کے ربط میں اکڑ کوئی آواز ادا کرے تو اسے صوتی اصطلاح میں

بہ مثالوں کے لیے اردو زبان کی صوتی ساخت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

لب دندان (LABIO-DENTAL) آوازیں کہیں گے؛ جیسے /ف، د/ وغیرہ۔
 زبان: یہ سب سے زیادہ عمل کرنے والا صوتی عضو ہے۔ صوتی عمل
 کے اعتبار سے اس کے کئی حصے کیے جاسکتے ہیں؛ جیسے نوک، اگلا، درمیانی،
 پچھلا اور جڑ کا حصہ۔ جب زبان کا اگلا حصہ دانتوں کے پچھلے حصے سے مل کر
 آوازیں پیدا کرے تو وہ دندان (DENTAL) آوازیں کہلائیں گی۔
 /ت، ٹھ، د، ڈھ/ وغیرہ۔ زبان کا اگلا حصہ اوپری مسوڑے سے مل کر لٹوی
 آوازیں (ALVEOLAR SOUNDS) تلفظ کرتا ہے؛ جیسے /ل، ر، ن/ وغیرہ۔ زبان
 کا پھل چھپچھپ کی طرف مرکب اوپری مسوڑے کے ساتھ گوزی آوازیں - 'RET'
 (ROFLES SOUNDS) پیدا کرتا ہے؛ جیسے /ث، ٹھ، ڈ، ڈھ، ژ، ژھ/ وغیرہ۔ زبان
 کا اگلا حصہ سخت تالو سے مل کر /ج، چھ، جھ، س، ز/ وغیرہ آوازیں ادا
 کرتا ہے اور جب پچھلا حصہ نرم تالو سے ملے تو غشائی آوازیں تلفظ ہوتی ہیں؛
 جیسے /ک، گھ، گ، گھ، ر، ع/ وغیرہ۔ زبان کی جڑ کے کی طرف بڑھ کر جب
 کوڑے کے ربط میں آتی ہے تو حلقی آوازیں تلفظ ہوتی ہیں؛ جیسے /ق/۔ زبان
 کے اگلے، درمیانی اور پچھلے حصے مختلف ڈگریوں میں اکٹھے کر جو آوازیں پیدا
 کرتے ہیں انہیں علی الترتیب اگلے /ای، اے، اے/ درمیانی /اے، ا/ اور
 پچھلے /او، او، او/ پیش /مصوتے کہتے ہیں۔

غشائی پچھلے: یہ انتہائی نازک اور حساس دوبارہ ایک سے پرکے
 ہیں جو غشا کے درمیان واقع ہیں۔ صوتی اعتبار سے ان کی بڑی اہمیت ہے۔
 کیوں کہ انہیں کی بدولت آوازوں کے درمیان نازک سے نازک فرق کو محسوس
 کیا جاسکتا ہے۔ یہ متحرک پردے ایک دوسرے کے قریب آکر اگر سکڑتے
 ہوئے کسی آواز کو تلفظ کریں تو وہ مسوڑے آوازیں (VOICED SOUNDS)
 کہلاتی ہیں؛ جیسے /ب، د، ڈ، جھ، گ، ر، ز، ل، د/ وغیرہ۔ یہ پردے اپنی جگہ
 پر ہی متحرک رہنے کی صورت میں غیر مسوڑے آوازیں (UNVOICED SOUNDS)

ادا کرتے ہیں، جیسے / پ، ت، ج، ک، ف، ر، د، س، و وغیرہ۔ بولنے کے ایک مخصوص انداز کو ہم کا نا بھوسا یا گھسّر پھسّر کرنا کہتے ہیں۔ اس وقت غشائی پردے ایک دوسرے سے اس طرح مل جاتے ہیں کہ ہوا کے نکاس کا معمولی سا راستہ ہی باقی رہ جاتا ہے۔

فالیان : اعضائے صوت کے اعتبار سے ہم دونائیاں رکھتے ہیں: ناک کی نالی اور دوسری منہ کی نالی۔ اگر کسی آواز کو تلفظ کرتے وقت منہ کے بجائے ناک سے ہوا خارج ہو تو اس طرح ادا ہونے والی آوازیں انفی (NASAL) کہلائیں گی؛ جیسے / م، ن، یا ہاں، ہوں، ہیں جیسے الفاظ کے آخری انفی منصوتے جنہیں نوں غندے سے ظاہر کیا گیا ہے باقی آوازیں منہ کی نالی سے ہوا کے خروج کے ساتھ تلفظ ہوتی ہیں۔

آوازوں کی تقسیم میں طریق ادائیگی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ طریق ادائیگی کے اعتبار سے ہم اردو آوازوں کو مختلف درجوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ منہ کے راستے خارج ہونے والی ہوا اعضائے صوت کے عمل پیرا ہونے سے کسی رکاوٹ کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لیے کہیں رک جائے تو بندشی (STOP) مصمتے ادا ہوں گے۔ جیسے / پ، ت، ج، ک، اق، وغیرہ۔ یہ بندش ہونٹوں سے لے کر حلق تک کسی بھی جگہ ممکن ہے۔ ہوا منہ کے بجائے اگر ناک سے خارج ہو تو انفی (NASAL) مصمتے تلفظ ہوں گے؛ جیسے / م، ن، وغیرہ۔ اگر ہوا سطح زبان پر رگڑ پیدا کرتے ہوئے منہ سے خارج ہو تو رگڑ دار یا صغیری (FRICATIVE) مصمتے ادا ہوں گے؛ جیسے / ف، س، خ، ش، ہ، وغیرہ۔ اردو میں ایک طریق ادائیگی یہ بھی ہے کہ ہوا لوک زبان کے اوپری سوڑوں سے مل کر زبان کی جگہوں سے خارج ہوتی ہے۔ اس طرح ادا ہونے والے مصمتے بلندار (LATERAL) کہلاتے ہیں؛ جیسے / ل، وغیرہ۔ لوک زبان کے نیچے کی طرف مرکب اوپری سوڑے سے ملتے ہوئے ایک تھپک کے ساتھ ہوا کے خروج سے تھپک دار (FLAPPED) مصمتے تلفظ ہوتے ہیں؛ جیسے

اڑ / وغیرہ۔ اگر زبان کی نپلیں اوپری دانتوں سے مل جائیں اور زبان کا اگلا حصہ ارتکاش پیدا کرتے ہوئے ہوا کو خارج کرے تو بہر وار (TRILL) مصمتے ادا ہوں گے؛ جیسے / ر / وغیرہ۔ بندشی اور رگڑ دار مصمتوں کی ادائیگی کے وقت غشائی پردوں کے ایک دوسرے کے قریب آکر تنگ ہو کر ارتکاش پیدا کرنے سے اردو کے مصمتے مسموع ہو جاتے ہیں؛ جیسے / ب، د، ڈ، ج، گ، ز، خ، ز / وغیرہ۔ اگر غشائی پردے اپنی اصل حالت میں رہ کر ارتکاش پیدا کریں تو اردو کے غیر مسموع مصمتے تلفظ ہوتے ہیں؛ جیسے / پ، ت، ٹ، ج، ک، ق اور ف ہیں؛ ش، خ، ہ / وغیرہ۔ اردو مصمتوں کی تقسیم یا درجہ بندی میں ہا کاریت اور غیر ہا کاریت کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ اردو کے وہی مصمتے ہا کاری ہوں گے جن کے تلفظ کے وقت منہ سے نکلنے والی ہوا ایک جھونکے کی شکل میں جھٹکے کے ساتھ خارج ہو؛ جیسے / پھ، بھ، دھ، ٹھ، ڈھ، چھ، کھ، گھ، ٹھ، ڈھ، چھ / وغیرہ۔ ورنہ غیر ہا کاری مصمتے تلفظ ہوں گے؛ جیسے / پ، ب، ت، د، ٹ، ڈ، ج، گ، ق، ال، را، ف، و، س، ش، ث، ر، خ، ز / وغیرہ۔

نخارج کے اعتبار سے اردو مصمتوں کی مزید درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔ اگر دونوں ہونٹ ایک دوسرے کے ربط میں آکر مصمتے ادا کریں تو وہ دولبی (BI-LABIAL) کہلائیں گے؛ جیسے / پ، بھ، ب، بھ / وغیرہ۔ اوپری دانت نیچے ہونٹ سے مل کر ب دندانی (LABIODENTAL) مصمتے ادا کرتے ہیں؛ جیسے / ف، و / وغیرہ۔ زبان کا اگلا حصہ اوپری دانتوں کے پچھلے حصے سے مل کر / ت، ٹ، د، ڈھ / مصمتے تلفظ کرتا ہے۔ جنہیں صوتی اصطلاح میں ہم دندانی مصمتے (DENTAL) کہتے ہیں۔ زبان کا پھل اوپری مسوڑھوں کے پچھلے حصے کے ربط میں آکر لٹا ہی (ALVEOLAR) مصمتے تلفظ کرتے ہیں؛ جیسے / ر، س، ز، ل، و / وغیرہ۔ زبان کا پھل پچھلے مڑ کر اوپری مسوڑے کے پچھلے حصے سے جھٹکے کے ساتھ نیچے گرتے ہوئے کوزی (RETROFLEX) مصمتے ادا کرتا ہے؛ جیسے / رٹ، ٹھ، ڈ، ڈھ /

ٹ، ڈ، ڈھ / دیگرہ۔ زبان کا اگلا حصہ سخت تالو کے ساتھ عمل پیرا ہو کر تالوی (PALATAL) مصمتے ادا کرتا ہے؛ جیسے / پ، تھ، رچ، تھ، ی، ش، ڈا / دیگرہ۔
 زبان کے کچھ حصے کے نرم تالو سے ملنے پر غشائی (VELAR) مصمتے تلفظ ہوتے ہیں؛ جیسے / گ، کھ، گ، گھ، گن، گن، رن /۔ زبان کا پچھلا حصہ اٹھ کر جب کوٹے کے رابطہ میں آتا ہے تو لبائی (UVULAR) مصمتے / ق / تلفظ ہوتا ہے۔ حلق کے اندر زبان کی جڑ اور کوٹے میں رابطہ قائم ہو کر حلقی مصمتے / ہ / کی ادائیگی عمل میں آتی ہے۔۔

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ آوازوں کی درجہ بندی اعضاء موت کے مختلف انداز میں عمل پیرا ہونے پر منحصر ہے۔ مخارج اور طریقہ ادائیگی کے اعتبار سے مصمتوں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں الگ الگ باسانی پیدا نا جا سکتا ہے۔ اردو مصمتوں کی درجہ بندی کو ذیل میں دیکھیے

| فونک اور انگریزی مخارج | | دوبلی | لہجائی | وندائی | نڈی | کوزی | تالوی | غشائی | لبائی | حلق |
|------------------------|-----------|-------|--------|--------|-----|------|-------|-------|-------|-----|
| پالائی | سورہ | پ | ت | تھ | تھ | تھ | ج | ک | ق | |
| | غیر سورہ | پھ | تھ | تھ | تھ | تھ | جھ | | | |
| | سورہ | پ | د | د | د | د | ج | | | |
| | غیر سورہ | پھ | دھ | دھ | دھ | دھ | جھ | | | |
| الفنی | سورہ | م | | ن | ن | ن | ب | | | |
| | غیر سورہ | مھ | | نھ | نھ | نھ | | | | |
| منہوی | غیر مصمرع | ف | س | س | س | ش | | خ | ہ | |
| | مصمرع | و | ز | ز | ز | ژ | | خھ | | |
| بندار | سورہ | | | ل | | | | | | |
| | غیر سورہ | | | لھ | | | | | | |
| لہزار | سورہ | | | ر | | | | | | |
| | غیر سورہ | | | رھ | | | | | | |
| خنگدار | سورہ | | | | | ڑ | | | | |
| | غیر سورہ | | | | | ڑھ | | | | |
| نہ مصمتہ | | و | | | | | ی | | | |

اعضائے صوت کے مختلف انداز میں عمل پیرا ہونے کی بنیاد پر آوازوں کو دو بنیادی گروپوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلی قسم مصوتوں کی ہے جن کی ادائیگی کے وقت ہونٹوں سے حلق کے درمیان ہوا کا خروج کسی ایک مقام پر خلل انداز ہوتا ہے۔ یہ مداخلت بندش، رگڑ یا کسی بھی شکل میں ہو سکتی ہے۔ ایسی آوازیں مصوتے کہلاتی ہیں جن کا مفصل ذکر اوپر آچکا ہے۔ دوسری قسم میں وہ آوازیں آتی ہیں جن کی ادائیگی میں منہ کی ہوائی کسی رکاوٹ یا مداخلت کے خارج ہوتی ہے۔ اس خصوصیت کی حامل آوازوں کو مصوتے

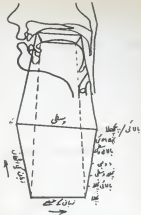
(VOWELS) کہتے ہیں۔

مصوتوں کی ادائیگی میں چار اعضائے صوت بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ یعنی ہونٹ، زبان، چلا جھڑ اور (ناک و منہ کی) نلی۔ زبان کے اگلے، درمیانی اور پچھلے حصے مختلف ڈگریوں میں اپنے طور پر اٹھ کر متعدد مصوتے ادائیگی میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ زبان کے حصوں کے اعتبار سے اگلے، درمیانی اور پچھلے اور حصوں کے مختلف ڈگریوں میں اٹھنے کی بنیاد پر مصوتوں کو بالائی (HIGH) نیچے بالائی (LOWER HIGH) بالائی وسطی (HIGHER MID) وسطی

(MEAN MID) نیچے وسطی (LOWER MID) بالائی نیچے (LOWER HIGH)

اور نیچے کہتے ہیں مصوتوں کی ادائیگی کے وقت اگر ہونٹ گول ہوں تو وہ مدور (ROUNDED) اور پھیلے ہوئے ہوں تو غیر مدور کہلائیں گے۔ یہاں اگر ہوا ناک سے خارج ہو تو نالی (NASAL) اور منہ سے خارج ہونے کی صورت میں انھیں سادہ مصوتے کہیں گے۔ ذیل کے جدول میں اردو مصوتوں کی درجہ بندی ملاحظہ کیجیے۔

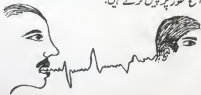
(نقشہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)



آوازوں کی درجہ بندی میں دو مزید آوازوں کا ذکر کرنا ضروری ہے یعنی طواں
 مصوتے (DIPHTHONGS) اور نیم مصوتے (SEMI-VOWEL)۔ طواں مصوتوں
 میں ایک مصوتے سے تلفظ شروع کر کے دوسرے پر ختم کیا جاتا ہے اس طرح
 ایک سادہ منہا (PEAK) بنتا ہے؛ جیسے اردو میں [آئی] اور [ا + و]
 = آو۔ وغیرہ۔ نیم مصوتہ ایسی آواز کو کہتے ہیں جو مصوتہ اور مصوتہ دونوں کے
 خصوصیات رکھتا ہے۔ یہ اس پر منحصر ہے کہ وہ لفظ میں کس طرح تلفظ ہو رہا
 ہے مثلاً کیا اور کیا میں ہی کی آواز نیم مصوتے کا کردار ادا کر رہی ہے۔
 مذکورہ بالا آوازوں (مصوتے، نیم مصوتے اور طواں مصوتے)
 کو قطع دار آوازیں (SEGMENTAL SOUNDS) بھی کہا جاتا ہے۔ انھیں لفظوں
 سے الگ کر کے انفرادی طور پر نہ صرف پہچانا جاسکتا ہے بلکہ ہر آواز اپنے طور
 پر تلفظ بھی ہو سکتی ہے، جب کہ زبان میں قبض آوازیں ایسی ہوتی ہیں جو الگ

پہچانی تو جاسکتی ہیں لیکن تلفظ نہیں ہوتیں ! جیسے سموعیت (VOICING)، باکارت (ASPIRATION)، طول (LENGTH)، الفیت (NASALIZATION)، زور (STRESS)، اتصال (JUNCTURE)، سرلہر (TERMINAL CONTOURS) اور سرہر (RIM) انہیں غیر قطعہ دار آوازیں (SUPRA-SEGMENTAL SOUNDS) کہتے ہیں جو تقریباً ہر زبان میں پائی جاتی ہیں۔

سمعی فونیات (ACOUSTIC PHONETICS) وہ علم ہے جو آوازوں کی ان بہروں سے بحث کرتا ہے جو ہونے والے کے منہ سے لے کر سننے والے کے کانوں تک پھیلی ہوتی ہیں۔ زبان میں استعمال ہونے والی آوازوں کا تجزیہ کرتے وقت مختلف آلات کی مدد سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ ایک آواز کس گونج کے ساتھ اور کس رفتار سے سفر کرتی ہوئی سننے والے تک پہنچتی ہے۔ ایک بندھی مصمتہ اک / صغیری مصمتہ / رخ / آ کے مقابلے میں نہ صرف اپنے بہریے سے مختلف ہوگا بلکہ دونوں کی دلاستی (VELOCITY) میں بھی فرق ہوگا۔ اسی طرح مصوتوں کے مقابلے میں مصمتے بہروں کے کرداروں کے اعتبار سے الگ ہوں گے۔ یہی طرح کے مباحث صوتی عمل خانے میں مختلف آلات کی مدد سے پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ یہ آلات آواز کے باریک سے باریک فرق کی صراحت بٹے جانے اور واضح طور پر پیش کرتے ہیں۔



سننے اور ہونے والوں کے درمیان آواز کی بہروں کا ارتعاش سفر

گوشی فونیمیات (AUDITORY PHONETICS) میں سُننے والے کے کانوں

کے اندرونی حصے جس طرح کام کرتے ہیں ان سے بحث کی جاتی ہے۔ کان کے اندر ایک پورامیکانگی نظام ہوتا ہے جو آواز کو قبول کرتے ہی حرکت میں آجاتا ہے۔ آواز جیسے ہی کانوں کے پردوں سے ٹکراتی ہے، دماغ ایک خاص کیفیت کی شکل میں اس کو محسوس کرتا ہے۔ اس طرح ایک کے مقابلے میں دوسری آواز پہچانی جاتی ہے۔ کان کا اندرونی نظام ایک آواز کے مقابلے میں دوسری آواز کی جو شکل مرتب کر کے دماغ کو جس طرح اس کا احساس دلاتا ہے یا یوں کہیے کہ آواز کو سننے وقت ہمارے کان کے اندرونی حصے جس طرح عمل پیرا ہو کر دماغ کو اس آواز کی کیفیت کا احساس دلاتے ہیں، گوشی فونیمیات کی دلچسپی کا موضوع بن جاتا ہے۔ اس طرح ہم آواز کی تمام نزاکتوں اور باریکیوں کو معلوم کر لیتے ہیں۔



فونیمیات: اس علم کے تحت آوازوں کے عوامل کا تجزیہ کر کے ان کی بنیادی اور ذیلی شکلوں کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ زبان کے مطالعے میں اس کی اہمیت اس لیے ہے کہ یہ زبان کی ان گنت آوازوں کو ان کے بنیادی کردار کے مطابق سمیٹ دیتی ہے۔ فونیمیات تجزیے میں چند اصول کار فرما ہوتے ہیں۔ پہلے ہم مواد کے طور پر زبان کے الفاظ کی ابھی خاصی تعداد دیکھا کرتے ہیں۔

بھینیں تلفظ کی تمام نزاکتوں اور لطافتوں کے ساتھ فونی رسم خط (PHONETIC SCRIPTS) میں لکھ لیتے ہیں۔ اس کے بعد ہر ممکن آواز کو اس کے مخارج اور طریق ادائیگی کے اعتبار سے ترتیب دے کر یہ تپہ لگاتے ہیں کہ اس کی زبان میں کیا حقیقت ہے۔ اس کے لیے ہم اقلی جوڑوں (MINIMAL PAIRS) سے مدد لیتے ہیں جو بتاتے ہیں کہ دو آوازیوں کے درمیان تضاد ہے کہ نہیں؛ جیسے اردو میں /غالب/، /قالب/، /ایک اقلی جوڑا ہے۔ یہاں دونوں لفظ سوئے /را/ اور /ق/ مصمتوں کے ہم صوت ہیں اور انھیں کی وجہ سے دونوں لفظوں کے معنی بدل گئے ہیں۔ اس طرح /ق/ اور /را/ اردو کی بنیادی آوازیں جو ہیں جنہیں فونیمیاتی اصطلاح میں دو فونیم کہیں گے۔ یہی طریق کا ہے جس سے زبان کے پورے صوتی نظام کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح جو بنیادی آوازیں ہمارے سامنے آتی ہیں ان کی مخارج اور طریق ادائیگی کے اعتبار سے ترتیب کو زبان کا فونیمیاتی نظام کہتے ہیں۔

زبان کے فونی یا صوتی تجزیے میں عموماً تین اصطلاحیں استعمال ہوتی ہیں یعنی فون، فونیم اور ذیلی فونیم (ALLOPHONE)۔ زبان میں تلفظ ہونے والی کسی بھی آواز کو فون کہا جاتا ہے۔ جب ان فونوں کی بنیادی اور ذیلی مشیتوں کا پتہ لگایا جاتا ہے تو یہ علی الترتیب فونیم اور ذیلی فونیم کہلاتی ہیں۔ ذیلی فونیم اس آواز کو کہتے ہیں جس سے لفظ میں معنی کے بجائے تلفظ کا فرق پایا جائے، مشہور امریکی ماہر فونیات پائنگ نے ان اصطلاحوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ تلفظ ہونے والی کوئی بھی چھوٹی سے چھوٹی ایسی آواز یا صوتی عنصر جو مواد کے طور پر استہماں کی جائے اور جس کا تجزیہ نہ ہوا ہو۔ فون کہلاتی ہے۔ کوئی بھی ایسی چھوٹی سے چھوٹی یا معنی آواز یا صوتی عنصر جس کی مزید تقسیم نہ ہو سکے اگر لفظ میں معنی کا فرق پیدا کر دے تو وہ فونیم کہلاتی ہے۔ ان کا زبان میں پتہ لگانے کے لیے آوازیوں میں تضاد دیکھنا پڑتا ہے جو اقلی جوڑوں کی مدد سے ممکن ہے۔

وہ آوازیں جن کے استعمال سے لفظ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہ ہو، ذیلی فونیم کہلاتی ہیں۔ ان ذیلی فونیموں کا تخمیلی ہٹوارہ COMPLEMENTARY DISTRIBUTION یا ان کا تبادلہ (FREE VARIATION) نہیں ہونا ضروری ہے؛ جیسے اردو میں ان/کے/ان، یں/گیں/ذیلی فونیم ہیں جو سب ترتیب کوئی، تالوی اور غشائی مضموتوں سے پہلے آتے ہیں۔ (انڈا، پنجہ اور گنگا میں ان کی ذیلی شکلیں ملتی ہیں جو تخمیلی ہٹوارے میں ہیں) اسی طرح ہندی میں ان/آواز/ج/مضموت کی ذیلی شکل ہے جو آزاد تبادلہ میں آتی ہے۔ جیسے زمانہ نہ جمانہ۔ (اردو کے یہ دونوں لفظ ہندی میں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں)۔

صوتی تجزیے کے وقت مخارج اور طریق اوائیگی کے اعتبار سے زیادہ قریب آوازیں یا فونوں کو دائروں میں بند کر لیا جاتا ہے تاکہ انھیں دائروں کے مطابق آواز کے درمیان تضاد، تخمیلی ہٹوارے اور آزاد تبادلہ کے ذریعے ان کی بنیاد یا ذیلی حیثیت کا پتہ لگایا جاسکے۔ آوازیں میں تبدیلیوں کا جائزہ لینے کے لیے انھیں لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں یوزیشنوں میں دیکھا جاتا ہے۔ آوازیں اپنے ماحول سے متاثر ہوتی ہیں۔ اس لیے ہر آواز کے ماحول پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ بالٹک نے آوازیں کے تجزیے کے چند اصول مقرر کیے ہیں یعنی آوازیں تبدیلی کی طرف مائل ہوتی ہیں، آوازیں اپنے صوتی ماحول سے متاثر ہوتی ہیں اور آوازیں میں صوتی یکسانیت پائی جاتی ہے وغیرہ۔ زبان کے صوتی تجزیے کے وقت یہ اصول انتہائی کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ اور ایسے ہی اصولوں کی بنیادوں پر ہم کسی زبان کے فونی نظام کو فونیمیاتی نظام میں بدل دیتے ہیں۔

فونیم تقسیمیات: زبان کی اس تیسری سطح پر ہم فونیموں کی الفاظ میں ترتیب، رکنوں کی ساخت، خوشوں کی قسبیں اور فونیموں کی تقسیم سے بحث کرتے ہیں۔

فونیم تقبیسات کی اصطلاح میں رکن (SYLLABLE) آواز یا آوازوں کا وہ سلسلہ ہے جس میں محض ایک مصوٰۃ (VOWEL) تلفظ ہو۔ زبان میں اپنی ساخت کے اعتبار سے مختلف رکن مل سکتے ہیں۔ رکن ایک مصوٰۃ پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے اور مصوٰۃ کے ساتھ ایک یا ایک سے زیادہ مصوٰۃ پر بھی۔ مثلاً (آ) xv جا، (اب) vcc، (عطر) ccv، (کیا) و غیرہ (یہاں v سے مصوٰۃ VOWEL) اور c سے مصوٰۃ (CONSONANT)) مراد ہے۔ زبانوں میں ایک سے لے کر پانچ رکنوں پر مشتمل لفظ مل سکتے ہیں۔ مصوٰۃ پر ختم ہونے والے رکن کو کھلا رکن اور مصوٰۃ پر رکن ختم ہو تو اسے بند رکن کہتے ہیں؛ جیسے ماں، کیا، (کھلا رکن)، جب اسنخت (بند رکن) وغیرہ۔ خوشے (CLUSTERS) مصوٰۃ کے ان سلسلوں کو کہتے ہیں جو اپنے درمیان کسی صلل اندازی کے بغیر ایک ہی رکن میں تلفظ ہوں؛ جیسے درخت۔ اس لفظ میں تخت کو ایک مصوٰۃ خوش کہیں گے۔ زبانوں میں دس سے لے کر چار مصوٰۃ پر مشتمل خوشے مل سکتے ہیں۔ خوشوں کی تقسیم و ترتیب زبانوں میں اپنے اپنے مزاج کے مطابق ہوتی ہے۔ کچھ زبانیں ایسی ہیں جہاں لفظ کے شروع میں مصوٰۃ خوشے نہیں آتے؛ جیسے اردو۔ اسی طرح بعض زبانوں میں لفظ کے آخر میں خوشے نہیں آتے۔ ایسی زبانیں بھی ہیں جہاں مصوٰۃ خوشے سرے سے ملتے ہی نہیں؛ جیسے ملیالم یا تیلگو وغیرہ۔ خوشوں کی بحث میں مصوٰۃ کی قسموں اور لفظ کی پوزیشنوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ زبان کے تمام مصوٰۃ ایک دوسرے کے ساتھ خوشوں کی شکل میں نہیں آتے اور نہ یہ ہی۔ ان ہے کہ وہ تمام خوشے لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں آئیں۔ مصوٰۃ خوشے اور مصوٰۃ سلسلے CONSONANT SEQUENCE جس بنیادی فرق یہ ہے کہ اول الذکر ایک ہی رکن میں اور مصوٰۃ سلسلے کے مصوٰۃ دو رکنوں میں تلفظ ہوتے ہیں۔ آوازوں کی ترتیب و تقسیم میں زبان کے مزاج کو بہت بڑا دخل ہے۔ جس طرح ایک کے مقابلے میں دوسری زبان میں مختلف آوازیں ملتی ہیں اسی طرح

یہ بھی حقیقت ہے کہ زبانوں میں آوازوں کی ترتیب و تقسیم میں فرق ہوتا ہے مثال کے طور پر اردو میں /ڈ، ژ/ مصحفی لفظ کے شروع میں نہیں آتے۔ مختصر مصوتوں /ا، و، ی/ کے لفظ کے آخر میں آنے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح /ژ، ر، غ، پ، خ، ڈ، ق/ مصحفی لفظ میں یکے بعد دیگرے نہیں آتے۔ بہت ممکن ہے کہ دوسری زبانوں میں ایسا نہ ہو۔ فونیم تقسیمات میں ہم یہی چہ لگاتے ہیں کہ زبان میں کون سی آواز کس آواز کے ساتھ لفظ میں کہاں آتی ہے۔ اس طرح ہم زبان کے صوتی مزاج کو باسانی سمجھ سکتے ہیں۔ زبانوں میں زور (PROMINANCE) کا مطالعہ اس لیے اہم ہے کہ یہ زبان کے لہجے کے تعین میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ دو یا دو سے زیادہ رکنوں پر مشتمل الفاظ میں اگر ہم ”زور“ پر غور کریں تو بہت ممکن ہے کہ پہلا رکن زیادہ زور کے ساتھ تلفظ ہو۔ یا چار رکنی لفظ میں دوسرے اور تیسرے کے مقابلے میں پہلا اور چوتھا رکن نسبتاً زیادہ ”زور“ رکھتا ہو یا پہلا رکن زور کے ساتھ دوسرا اور تیسرا نسبتاً آہستہ اور چوتھا پہلے کے مقابلے میں زیادہ زور سے تلفظ ہو۔ کسی دوسری زبان میں صورت حال اس سے مختلف ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر اردو میں وہ رکن زیادہ ”زور“ کے ساتھ تلفظ ہوتے ہیں جو /ا، ی، او/ مصوتوں پر مشتمل ہوں یا وہ رکن جو ساخت کے اعتبار سے cvc ہوں یا ایسے رکن جن کے آخر میں دو مصحفی آتے ہوں وغیرہ۔

مارفیمیات : توضیحی لسانیات کی ایک اہم شاخ کا نام مارفیمیات ہے۔
جوانظر کی ساخت سے متعلق تمام مباحث کا احاطہ کرتی ہے۔ لفظ کے کہتے
ہیں، وہ کس طرح تشکیل پاتے ہیں۔ ان کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں۔ سادہ (SIMPLE)
پچیدہ (COMPLEX) اور مرکب (COMPOUND) الفاظ میں کیا فرق ہے۔
ساخت کے علاوہ عمل کے اعتبار سے انھیں کتنے حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔
سابقہ، لاحقہ کیا ہوتے ہیں۔ یہ الفاظ کی ساخت میں کیا کردار ادا کرتے ہیں۔

لفظ اور مادے یا لوازمے (۵۰۲ ج) میں کن بنیادوں پر فرق کیا جاسکتا ہے۔ گردانوں سے کہا مراد ہے۔ لفظوں کی ساخت میں تصریفی اور اشتقاقی عمل کیا ہوتا ہے۔ کسی لفظ کو چھوٹے سے چھوٹے بامعنی حصوں میں کن بنیادوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ زبان میں لفظوں کی درجہ بندی کے کیا اصول ہوتے ہیں وغیرہ۔

مارفیمیاتی تجزیے میں مارف (MORPH) مارفیم (MORPHEME) اور ذیلی مارفیم (ALLOMORPH) کا تصور بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ امریکی ماہر لسانیات نائٹڈانے ان اصطلاحوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے۔ لفظ کا چھوٹے سے چھوٹا بامعنی حصہ جو ایک یا ایک سے زیادہ فریموں پر مشتمل ہو مارف کہلاتا ہے لفظ کے تجزیے میں لگا کے اعتبار سے اس کی بنیادی اور ذیلی حیثیت کا تعین ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اردو میں خبر، خبریں، خبروں ایک ہی لفظ کے تین روپ ہیں۔ اگر انھیں چھوٹے سے چھوٹے بامعنی حصوں میں تقسیم کیا جائے تو تین مارف سامنے آئیں گے یعنی (خبر)، (یں)، (ج) "جمع کالاحقہ" اور (ڑ)۔ اول؛ "جمع کالاحقہ" فاعلی حالت میں؛ مارفیمیاتی تجزیہ کے بعد یہ تین مارف دو مارفیموں میں بدل جائیں گے یعنی (خبر) اور (یں)۔ یہاں /- اول / مارف /- ہیں / کی ذیلی شکل ہے جو فاعلی حالت میں آتی ہے۔ اسی لیے /- اول / مارف /- ہیں / مارفیم کا ذیلی مارفیم ہوگا۔ دراصل ذیلی مارفیم، مارفیم کی بدلی ہوئی شکل ہوتی ہے جو ماحول یا قواعدی عناصر سے متاثر ہو کر وجود میں آتی ہے۔

لفظ اور مارفیم میں یہ فرق ہے کہ لفظ زبان کا چھوٹے سے چھوٹا بامعنی حصہ ہوتا ہے اور مارفیم کہ لفظ کا سب سے چھوٹا بامعنی جز کہتے ہیں۔ مارفیم آزاد بھی ہو سکتے ہیں؛ جیسے قلم، کتاب، چاند وغیرہ اور پابند (BOUND)

بھی؛ جیسے کتابیں /- ہیں /- "جمع کالاحقہ"۔ پابند مارفیم اپنی جگہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے لیکن جب لفظ میں جز جاتے ہیں تو بامعنی ہو جاتے ہیں۔ لفظ آزاد ہوتا ہے اور دو آزاد یا دو یا دو سے زیادہ پابند مارفیموں سے مل کر ہی بن سکتا ہے۔

لیکن مارفیم یا تو آزاد ہوگا یا پابند اور بس۔ زبان کے سالتے اور لاسلتے پابند مارفیموں کی فہرست میں شمار ہوتے ہیں۔ مارفیمیات میں ایک لفظ کو تو مارفیم کہہ سکتے ہیں، لیکن اگر مارفیم آزاد نہیں ہے تو اسے لفظ نہیں کہہ سکتے۔ الفاظ کو ساخت کے اعتبار سے تین حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے یعنی سادہ، پیچیدہ اور مرکب، سادہ لفظ آزاد مارفیم پر مشتمل ہوتا ہے؛ جیسے خط، طبع، کرسی، تاج وغیرہ۔ انھیں مزید باطنی حصوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ دوسری قسم پیچیدہ الفاظ کی ہے جن کی ساخت ایک آزاد اور ایک یا ایک سے زیادہ پابند مارفیموں پر مشتمل ہوتی ہے۔ جیسے: بے پردہ (بے + پردہ)، لاوارث (لا + وارث)، قریبانا (قوم + ی + ا + نا) وغیرہ۔ ان لفظوں میں مارفیمیات کی رو سے آزاد مارفیم کو مادہ اور پابند مارفیموں کو سالتے یا لاسلتے کہیں گے۔ تیسری قسم میں مرکب الفاظ آتے ہیں جو ساخت کے اعتبار سے دو آزاد یا دو آزاد اور ایک یا ایک سے زیادہ پابند مارفیموں پر مشتمل ہوتے ہیں؛ جیسے ڈاک خانہ (ڈاک + خانہ) ستم ظریف (ستم + ظریف + ی + اں) وغیرہ۔

پابند مارفیموں کو تین حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ یعنی سالتے (PREFIX) لاحقہ (SUFFIX) اور وسطیہ (INFIX)۔ ان میں سالتے آزاد مارفیم کے شروع، لاحقے آخر اور وسطیہ درمیان میں استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے بے شرم، قوی اور منتقل وغیرہ۔ مارفیمیاتی مطالعے میں مادے (ROOT) کی ساخت اور اس کی بناوٹ کا تجزیہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر اردو میں مادے کی بناوٹ کے عمل کو دیکھیے جو کئی طرح کے ہیں: مادے میں سالتے یا لاحقے کا جز کر لفظ بنانا؛ جیسے ناکام، بے خبری وغیرہ۔ ایک مادے کو دہرا کر لفظ تشکیل دینا؛ جیسے بار بار، ساتھ ساتھ وغیرہ۔ مادے میں داخل تبدیلی لانا؛ جیسے کاٹ اکٹ، کٹا وغیرہ۔ دو یا دو سے زیادہ مادوں کو جوڑ کر لفظ اختراع کرنا؛ جیسے رقص گاہ، دولہا بھائی وغیرہ۔ ایک مادے کی شکل

بدل کر اسے دوسرے معنی میں استعمال کرنا ؛ جیسے جانا ۛ گیا ، ایک ۛ پہلا وغیرہ۔
 مادے کی ساخت کی بناوٹ کے عوامل کو حسب ترتیب الحاقیہ (AFFILIATION)
 تکرار (REDUPLICATION) داخلی تبدیلی (INTERNAL CHANGE)
 مرکبات (COMPOUNDING) اور غصب (SUPPLETION) کہتے ہیں۔ یہاں یہ
 بات غور طلب ہے کہ مادہ لفظ کے اس حصے کو کہتے ہیں جس لفظ کی بناوٹ میں
 مرکزی حیثیت ہو۔

نحوی زمروں (GRAMMATICAL CATEGORIES) کا تجزیہ بھی ماریفیات
 کی دلچسپی کا موضوع ہے جو اسماء ، صفات ، افعال اور ضمائر وغیرہ جیسے الفاظ
 میں تبدیلیاں لاتے ہیں۔ یہ زمرے تقریباً (INFLECTION) اور انتخابی
 (SELECTION) ہو سکتے ہیں۔ انھیں جنس ، تعداد ، حالت ، زمانہ شخص اور
 کیفیت جیسی اصطلاحوں سے پکارا جاتا ہے۔ زبانیں انھیں ساختیاتی خصوصیات
 کے اعتبار سے ان میں رد و بدل کرتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے ان کو نوعیتیں
 بدل جاتی ہیں ؛ مثلاً سنسکرت اور جرمن زبانوں میں تین جنس (GENDER) ملتی
 ہیں یعنی مذکر ، مؤنث اور NEUTRAL لیکن اردو میں صرف مذکر اور مؤنث
 ہی رائج ہیں جو مادے میں اشتقاقی عمل سے ظاہر ہوتی ہیں ؛ جیسے / لڑک / لڑکی / ایک
 مادہ ہے اس میں / ا / کا اضافہ کر کے مذکر اور / ی / جوڑ کر مؤنث بناتے ہیں
 اسماء ، ضمائر ، صفات اور افعال وغیرہ اردو کے ایسے الفاظ ہیں جہاں جنس کی
 تفریق ملتی ہے۔ تمیز اور فجائیہ میں بھی جنس کا فرق دیکھا جاسکتا ہے ؛ جیسے :
 ارے ، اری وغیرہ۔ نحوی زمرے کی دوسری قسم تعداد (NUMBER) ہے۔
 دنیا کی زبانوں میں اس کی چار قسمیں ملتی ہیں یعنی واحد ، دوئم ، سوئم اور جمع۔
 لیکن اردو میں صرف دو ہیں ؛ واحد اور جمع جنھیں تقریباً لفظوں سے ظاہر
 کیا جاتا ہے۔ اردو اسماء و صفات میں جنس اور تعداد مل کر ظاہر ہوتے ہیں۔
 دوسری طرف افعال اور اسماء ، حالت ، کیفیت ، زمانہ اور شخص جیسے نحوی زمروں کے

ساتھ آتے ہیں۔ اسی طرح باقی نحوی زمرے ہیں جن کی ساخت اور عمل کا توضیحی مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

ساخت کے علاوہ عمل کے اعتبار سے بھی لفظوں کو مختلف درجوں میں بانٹا جاسکتا ہے؛ جیسے صفات، افعال، فعل امدادی، تمیز، ربطی، فنیائے، جارِ موفر اور حرف (PARTICLE) وغیرہ۔ ارمیاتی کی روشنی میں ان کی ساخت کی توجیح پیش کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اردو اسما کو ایسے جو مسمتوں اور مسموتوں پر ختم ہوتے ہیں اور عموماً انھیں کے مطابق ان میں تصریفی عمل ہوتا ہے۔ بعض اسماء پر اس اصول کا اطلاق نہیں ہوتا؛ جیسے چاند، سورج اور گنگا وغیرہ۔ یہ استثنائیں مثال ہے۔ اسماء تعداد اور حالت کے تعلق سے بھی گردان کرتے ہیں۔ اسماء اپنی جنس کے اعتبار سے مختلف اشتقاقی شکلیں رکھتے ہیں لیکن بعض اسماء اس فرق کو الگ لفظوں سے ظاہر کرتے ہیں؛ جیسے مرد (مذکر)، عورت (مونث) وغیرہ۔ الفاظ کی درجہ بندی میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ وہ ساخت اور عمل کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوں مثلاً اردو اسماء کے مادے افعال کے مادوں سے اس لیے الگ ہیں کہ ان میں نحوی زمروں کے اعتبار سے تصریفی عمل کی نوعیت الگ ہے۔ زبانوں میں ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں کہ ایک درجے کے الفاظ سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے دوسرے درجے کے الفاظ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اردو میں متعدد ایسے اسماء ہیں جن کے مادے افعال، صفات اور ضمائر کے مادوں سے ماخوذ ہیں اور مختلف اجزاء کے استعمال سے اسماء کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح اردو صفات کی توجیح دیکھیے۔ اردو میں صفات کی دو بنیادی کھائیں ہیں یعنی تصریفی اور غیر تصریفی۔ نحوی اعتبار سے صفات کو الفاظ کی ایک ایسی قسم کہا جاسکتا ہے جن کا اسمائی فقرہ میں براہ راست تعلق صرف لفظ (BLAND) سے ہوتا ہے۔ اسماء کی طرح یہ بھی جنس، تعداد اور حالت کے مطابق

گردان کرتے ہیں۔ گردانی شکلوں کے اعتبار سے ان کی مزید ذیلی کلاسیں ممکن ہیں۔ اسمائی فقرہ میں الفاظ کی تقسیم کے تعلق سے صفات کو چار گروہوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر اسمائی فقرے / یہ میری ایک اچھی کتاب / کو لیجیے۔ اس فقرے میں چار صفات آتی ہیں جو اسم کتاب سے تعلق رکھتی ہیں صفات کی یہ چاروں قسمیں حسب ترتیب کیفیت (QUALITATIVE) (کمیتی) (ایک) (QUANTITATIVE)، ضمیری (میری) (PRONOMINAL) اور اشاری (یہ) (DEMONSTRATIVE) کہلاتی ہیں۔ صفات کے اپنے مادے ہوتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی اسماء افعال اور ضمائر کے مادوں میں مختلف سالبے اور لاحقے جوڑ کر بھی صفات بنائی جاتی ہیں۔ اردو میں مرکب صفات بھی ملتی ہیں۔ اسی طرح الفاظ کے دوسرے درجوں کی بھی ساخت اور عمل کے اعتبار سے توضیح پیش کی جاسکتی ہے۔

مارفیمیاتی نقطہ نظر سے الفاظ کا تجزیہ کرتے وقت چند باتوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ پہلا بنیادی سوال یہ ہے کہ تجزیے کے لیے مواد کس طرح تیار کیا جائے۔ اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جو زبان ہم جانتے ہیں ان کے الفاظ کو مختلف کلاسوں اور ساخت کے اعتبار سے مختلف شکلوں میں ترتیب دے کر ان کے مماثل تجزیہ ہونے والی زبان کے الفاظ کو تمام صوتی باریکچوں کے ساتھ ریکارڈ کر لیا جائے۔ اس کے بعد تقابلی کی حکمت عملی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مواد کے طور پر نت کیے ہوئے الفاظ کو چھوٹی سے چھوٹی بامعنی اکائیوں میں تقسیم کر لیا جائے۔ اس طرح مواد کو مختلف مارفون (MORPHEMS) میں بانٹ کر ان کی بنیادی اور ذیلی حیثیتوں کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ اگر مارن ایک دوسرے میں تضاد رکھتے ہوں تو مارفیم اور اگر وہ تعمیلی بنوارے یا آزاد قبلاؤں میں ہوں تو ذیلی مارفیم کہلائیں گے۔ مارفیموں کی ساخت کا جائزہ لینے کے بعد ان کے نحوی عوامل کا پتہ لگا کر ان کی درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔ اس طرح ہم

ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے اور ہر وجود کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ چھپی ہوتی ہے۔ لفظ کی تشکیلات کے وقت جو صوتی تیزات ہوتے ہیں ان کی بھی کوئی وجہ ہوتی ہے جس کی توضیحات ہم مارفونیمیا میں پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر لفظ کی تشکیلات کے وقت کبھی کبھی ایک آواز کا مادہ اور لاحقہ کے درمیان اضافہ ہوتا ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ مادے کی آخری اور لاحقہ کی پہلی آواز کا جوڑ زبانی کے صوتی مزاج کے مطابق نہیں ہوتا یا ان کو ایک سلسلے میں تلفظ کرنے میں وقت ہوتی ہے (کیوں کہ زبان سہل پسندی کی طرف مائل ہوتی ہے) مثلاً اردو کے ایک لفظ / اٹھارہ / کو لیجیے جو آٹھ اور - را (دس کا لاحقہ) کا مجموعہ ہے۔ یہاں مادہ / آٹھ / اور لاحقہ - را کے درمیان / ا - / مصوتے کا اضافہ غالباً اس لیے ہوا ہے کہ لٹور کے ساتھ / ا / کا تلفظ اردو میں مشکل ہے۔ ایسی ہی توضیحات سے مسائل کی تعمیر ہوتی ہے اور وہی مارفونیمیا کا موضوع ہے۔

زبان کی ساخت ایک پیچیدہ عمل ضرور ہے لیکن اس کی بناوٹ کا ایک نظام ہوتا ہے اس لیے ہیں زبان کے نظام کی پیچیدگیوں اور نزاکتوں کو سمجھنا چاہیے۔ زبان کی ساخت کے تجزیے اور توضیحات کے بعد ان نزاکتوں اور پیچیدگیوں کی وضاحت اور صراحت کرتے ہوئے ایسے اصول مرتب کر لیے جاتے ہیں جن کا اطلاق پوری زبان پر ہوتا ہو۔ یہاں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہمارے وضع کردہ قاعدے اور اصول فطری اور منظم ہوں ورنہ تجزیے کی لغزشیں ہمارے مطالعے کو داغدار بنا دیں گی۔

نحویات: زبان میں آوازوں سے مارفیم اور مارفیموں سے لفظ کی تشکیل پاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح لفظوں سے فقرے اور فقروں سے کلمے اور جملے بنتے ہیں۔ یہاں آوازوں سے لے کر جملے تک ایک خاص ترتیب کا فرما ہوتی ہے۔ ہر زبان اپنے مزاج اور کردار کے مطابق ان ترتیبوں کی اجازت دیتی ہے۔ جب یہ ترتیب اپنی خصوصیات کے اعتبار سے موضوع بحث ہوتی ہیں تو نحویات کے مطالعے کا موضوع بن جاتی ہیں۔

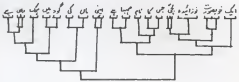
در اصل لفظوں کی فقروں میں اور فقروں کی کلمے اور جملے میں ترتیب، ان کی باہم مطابقت (AGREEMENT) اور مجموعی طور پر جملے کی ترکیب یا تعمیری ساخت (CONSTRUCTION) غویات کے اصل موضوعات ہیں جو ایک زبان سے دوسرے

زبان میں بدلتے رہتے ہیں۔ الفاظ درجہ بندی کے اعتبار سے اسم، صفت، تفسیر، ضمیر اور فعل وغیرہ جیسے نام رکھتے ہیں۔ اور زبانوں میں اپنی ساخت، استعمال اور عمل کے اعتبار سے یہ اپنے اپنے طور پر الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہاں جملے کی توسیع بھی ہماری دلچسپی کا موضوع بنتی ہے۔ جملے میں ثواب کوئی بھی ترتیب ہو: باہم مطابقت کی نوعیت کسی بھی ہو اور کسی طرح کی توسیع ہو، جملہ یا اس کی تعمیری ساخت یا ترکیب اس وقت تک مکمل نہیں ہوگی جب تک وہ کسی خیال کو پورے طور پر پیش نہ کرے۔ مثال کے طور پر / احمد جاتا ہے / ایک مکمل جملہ ہے جس میں خبر کے طور پر ایک خیال پیش کیا گیا ہے۔ چھ جملہ تین الفاظ یعنی اسم، فعل اور فعل امدادی سے ایک خاص ترتیب میں مکمل ہوا ہے۔ جو اردو جملے کی مخصوص تعمیری ساخت ہے۔ اس جملے میں / احمد / اسمی اور / جاتا ہے / فعلی فقرے ہیں۔ ان کی توسیع کہتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ میرا دوست احمد (اسمی فقرے کی توسیع) "بھاگتا ہو ا جاتا ہے" (فعلی فقرے کی توسیع)۔ اس کی مزید توسیع ہو سکتی ہے یعنی "میرا ایک قریبی اچھا دوست / تیز بھاگتا ہو ا گھر جاتا ہے"۔ یہاں لفظوں کی ترتیب اور فقروں کی توسیع کے کچھ اصول وضع کیے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ لفظوں میں مطابقت اور یکثیت مجموعی تعمیری ساخت کے قاعدے بھی مرتب ہو سکتے ہیں۔ جملے کی ساخت کے اسی طرح کے مسائل غویات میں زیر بحث آتے ہیں۔

زبان میں جملے کی ساخت کی توضیح کرتے ہوئے ہم اسے چھوٹے سے چھوٹے یا معنی اجزا میں تقسیم کرتے ہیں۔ یہ ان اجزا کی مطابقت کا پتہ لگاتے ہیں۔ اس طرح جملے کے اجزاء کے رشتوں کی نوعیتیں معلوم ہو جاتی ہیں جو زبان کی عمومی قواعد مرتب کرنے میں مدد دیتی ہے۔ مثال کے طور پر اردو کا ایک جملہ دیکھیے :

ایک خوبصورت نوزائیدہ بچی حرم کا نام صبا ہے، اپنی ماں کی گود میں ہلک رہی ہے

اس جملے میں ٹیکس مارنیم اور سترہ الفاظ ہیں۔ ان مارفیموں اور لفظوں کا ایک دوسرے سے
 فہمہ معلوم کرنے کے لیے ان کو حسب ذیل خاکے میں پیش کیا جاسکتا ہے جسے اجزائے متصل
 (IMMEDIATE CONSTITUENT) کی ٹیک نیک کہتے ہیں:



یہ خاکہ مارفیموں، نحوی زمروں کے مطابق ان کے تصریفی عمل، الفاظ میں ٹیکوں
 کے رشتے، فقروں میں لفظوں اور لکھوں میں فقروں کی تقسیم و ترتیب کو جملے میں پیش
 کرتا ہے۔ جس کی مدد سے ہم اردو کے اس جملے کی نحوی ساخت کو باسانی سمجھ سکتے ہیں۔
 نحویات کے مطالعے میں ایک اصطلاح تعمیر ساخت (Construction)
 استعمال ہوتی ہے جس کے معنی ہیں جملے میں زبان کے مطابق لفظوں کی مکمل ترتیب؛
 جیسے / جن میں بہار آئی ہے / یہ اردو زبان کے مطابق ایک مکمل ترکیب یا تعمیر ساخت
 ہے جو ہر زبان کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ اگر اس جملے کو / بہار جن ہے میں آئی / کہیں تو
 کسی نہ کسی طرح جملے کا اصلی مفہوم تو سمجھ میں آجائے گا لیکن یہ اردو کی نحوی ساخت کے
 مطابق تعمیر ساخت نہیں ہوگی۔ البتہ جملوں میں فقروں کی ترتیب کے وقت ہم تھوڑے
 لا پرواہ ہو جاتے ہیں۔ جملے کے تجزیے میں جز (CONSTITUENT) کے مطالعے
 کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ یہ جملے کا ایک ایسا حصہ ہوتا ہے جو جملے کے فقروں کی خانہ سازی
 کرتا ہے مثال کے طور پر اردو کا ایک فقرہ دیکھیے:

ایک نہایت شریف متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی خاتون ... /

اس اکی فقرے میں / خاتون / کا لفظ بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔ اس لیے یہ اس فقرے

کا جزو (CONSTITUENT) کہلائے گا۔ جملے میں الفاظ کی اس ترتیب و تقسیم کو درون مرکزی ترکیب (ENDO-CENTRIC CONSTRUCTION) کہتے ہیں۔

اسی طرح ایک بیرون مرکزی ترکیب (EXOCENTRIC CONSTRUCTION) بھی ہوتی ہے جس میں فقرہ کی بیرونی ساخت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ مطابقت اس تعلق کو کہتے ہیں جو جملوں میں بکھرے ہوئے الفاظ کا ایک دوسرے سے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے جملے کے تمام الفاظ ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ان کا ایک دوسرے سے دور اور قریب کا تعلق ہو۔ فقرہ کا جملے میں اور فقرہوں کا فقرہ میں باہمی تعلق کا پتہ لگانا بھی مطابقت کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جملہ میسے / وزیر اعظم اندرا گاندھی کا بیس لگاتی پروگرامی ہندوستان کے لیے نعمت تھا۔ اس جملے میں فاعل، مفعول فاعل اور فعل امدادی کی شکل میں مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اس جملے میں فاعلی، مفعولی اور فعلی تین فقرے ہیں۔ فاعلی فقرے میں چھ الفاظ ہیں۔ مفعول چار اور فعلی فقرہ محض فعل امدادی پر مشتمل ہے۔ فاعلی فقرے میں اندرا گاندھی کا وزیر اعظم سے اور پروگرام کا تعلق بیس لگاتی سے ہے۔ یہاں ان کو شامل کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ "پروگرام" سے پہلے کے پانچ الفاظ پروگرام کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔ مفعولی فقرے میں "ہندوستان" کا تعلق "کے لیے" سے اور ان تینوں کا تعلق "نعمت" سے ہے۔ انہیں تعلقات کی بنا پر فاعلی اور مفعولی فقرہ ایک خاص معنی میں وجود میں آئے ہیں۔

زبان کی اپنی قواعد کے تحت ان کی جملوں میں الگ الگ جگہیں ہوتی ہیں۔ الگ الگ میں فاعل، فعل امدادی اور پھر فعل آتا ہے۔ اردو کے جملوں میں فاعل، مفعول فاعل اور پھر فعل امدادی آتا ہے؛ جیسے "مفتیل کی شادی زینا سے ہو رہی ہے"۔ اس مثال میں الفاظ کی جگہوں کا تعین مذکور بالا اصول کے تحت ہی ہوا ہے۔ اگر وہ سب جملے کلام جملے میں آ رہے ہوں تو فاعل اور فعل کی مناسبت سے ہی ان کی جگہیں تعین ہوں گی۔

اردو کی تعمیری ساخت کو ہم مین حصوں میں بانٹ سکتے ہیں یعنی فاعلی، مفعولی اور غیر جانب دار۔ اردو میں یہاں مطابقت کے اصولوں کی وضاحت کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر فاعل غیر تصریفی ہے تو فعل، جنس، ضمیر شخصی اور تعداد کے مطابق ہوگا۔ اگر جملے میں کئی فاعل، جنس، تعداد اور ضمیر شخصی کے اعتبار سے یکساں ہوں تو فعل جمع میں اسی جنس کے ساتھ آئے جو فاعل رکھتے ہیں۔ جملے میں دو فاعل ہوں تو فعل جمع میں ہوگا لیکن کبھی کبھی دو فاعل واحد فعل کے ساتھ بھی آتے ہیں! جیسے /خوشی اور غم ساتھ ساتھ چلتا ہے/۔ دو فاعل کے مختلف جنسوں میں ہونے کی صورت میں فعل مذکور جس میں آتا ہے لیکن مختلف فاعلوں میں چند مذکور اور چند مؤنث ہوں اور آخری فاعل /اور کے بعد آئے تو فعل اپنے قریب کے فاعل کے مطابق ہوگا وغیرہ فعل کی فاعل سے مطابقت کے بعد اردو میں فعل کی مفعول سے مطابقت کو دیکھیے۔ اگر /نے/ کا استعمال فاعل کے بعد ہو تو فعل متعدی مفعول کے مطابق ہوگا لیکن جب مفعول /کو/ کے ساتھ استعمال ہوگا تو فعل ہمیشہ مذکور واحد میں ہوگا۔ اردو میں /ے/ ہمیشہ فاعل سے مطابقت رکھتا ہے۔ جہاں تک ضمیر اور اسم کی مطابقت کا تعلق ہے، ضمیر کا تعلق شخص اور تعداد میں اس اسم کے ساتھ ہوتا ہے جس کے وہ مطابق ہے! استاد نے کہا کہ کل میں امتحان لو لگاؤ اردو میں عام طور پر صفت اسم سے پہلے آتی ہے۔ جب جملے میں کئی صفات ایک ہی اسم کے ساتھ آ رہی ہوں تو آخری دو صفات عطف سے جوڑ جاتی ہیں۔ یہ عموماً اسم کے مطابق مذکور و مؤنث میں ہوتی ہیں۔ جب جملے میں کئی اسماء مختلف جنس اور تعداد کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں تو صفات ان میں سے اپنے فوراً بعد کے اسم کے مطابق شکل اختیار کر لیتی ہے۔

خبریات کا یہ روایتی انداز فقہ ہے۔ ادھر چند دھائیوں سے جملے کے تجربے کے طریق کار میں ایک بڑا انقلاب آیا ہے جیسے تبادلۂ قواعد کا نظریہ وغیرہ۔ ان کے تحت نحوی قواعد کے ساکھٹی فلک اصول مرتب کیے جاتے ہیں جن کا اطلاق پوری زبان پر ہوتا ہے۔

معنیات : زبان میں ان گنت الفاظ ہوتے ہیں۔ یہ الفاظ ساخت کے لحاظ سے ایک دوسرے کے مقابلے میں معنی کے اعتبار سے پہچانے جاتے ہیں۔ زبانوں میں عموماً ایک معنی کے لیے کئی الفاظ استعمال ہوتے ہیں لیکن ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں محض ایک لفظ کے ذریعے ایک سے زیادہ معنی پیش کیے جاتے ہیں۔ بہر حال صورتوں میں کچھ بھی ہو، ان کے کچھ اصول ہوتے ہیں جو الفاظ کی معنوی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ معنی کیا ہیں ؟ ان کا دائرہ عمل کیا ہے۔ وہ کن بنیادوں پر ایک دوسرے سے الگ کیے جاسکتے ہیں۔ الفاظ میں معنوں کی تبدیلیاں کس طرح رونما ہوتی ہیں۔ یہ تمام مباحث معنیات کے موضوعات ہیں

لفظوں کے معنوں میں جو تغیرات رونما ہوتے ہیں، وہ جغرافیائی ماحول، تاریخی پس منظر، سماجی دباؤ اور مختلف سیاق و سباقوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ لفظ معنی کے اعتبار سے کئی روپ اختیار کر لیتا ہے۔ یہ اس پر منحصر ہے کہ لفظ کا پس منظر کیا ہے اور اس کے مطابق معنی کی توجیح کی جاتی ہے۔ دراصل لفظ کے معنی کو اس کا سیاق و سباق متاثر کرتا ہے۔ کوئی لفظ اگر منفرد طور پر کوئی ایک خاص معنی دیتا ہے تو بہت ممکن ہے کہ چلے میں اپنے سیاق و سباق سے متاثر ہو کر وہ کسی دوسرے مفہوم کو ادا کرے۔ مثال کے طور پر اردو کے ایک لفظ ”گھر“ کو لیجیے۔ اس کا ایک خاص مفہوم ہے یعنی وہ جگہ جہاں ہم رہتے ہیں۔ اس لفظ کے ادا کرتے ہی ہمارے ذہن میں چند کمروں، کچر، کچن اور دھواں اور چھتوں، دیواروں اور فرش پر مشتمل ایک جگہ کا تصور ابھرتا ہے۔ لیکن اگر کہا جائے کہ چڑیاں اپنے گھروں کی طرف پرواز کر رہی ہیں تو یہاں جو تصویر سامنے آئے گی وہ سب سے گھر کی تصویر سے مختلف ہوگی۔ اس جملے میں گھر سے مراد چڑیوں کے گھونسلے یا صرف رہنے کی جگہ ہوگی۔ یہاں گھر کا مفہوم سیاق و سباق کی وجہ سے یکسر بدل گیا ہے۔ ایک لفظ مرکب ساخت کا جزو بن کر بھی اپنا مفہوم بدل دیتا ہے؛ جیسے چڑیا گھر، ڈاک گھر وغیرہ۔ یہاں گھر سے مراد رہنے کی جگہ قطعی نہیں ہے بلکہ وہ مقام ہے جہاں انواع و

اقسام کے جانور پالے جاتے ہیں اور جہاں ڈاک کا کاروبار چلتا ہے۔ اس طرح یہاں گھر کا مطلب پہلے دونوں معانی سے الگ ہو گا۔

ایسے الفاظ بھی ہوتے ہیں جو اصطلاح کے طور پر استعمال ہو کر اپنے معانی کو بہت محدود کر لیتے ہیں۔ اردو میں ایک لفظ ”نظم“ ہے جو شاعری کی ایک صنف کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اور محیثیت مجموعی شاعری کے لیے بھی؛ جیسے فیض کی ایک نظم کا عنوان ”ٹہنائی“ ہے اور ”اسے نظم و اثر دونوں پر قدرت حاصل ہے۔“ اس کے علاوہ ”اس اوارے کا نظم و ضبط بہت اچھا ہے۔“ ان تینوں جملوں میں نظم کے معانی جدا ہیں۔ الفاظ مستعاروں میں بھی اپنا مفہوم بدل دیتے ہیں؛ شیر جنگل میں رہتا ہے اور ”حمد شیر ہے۔“ ان جملوں میں شیر کے مفہوم میں جو فرق ہے وہ عیاں ہے۔ محاوروں میں بھی الفاظ اپنے معانی بدل کر ہمارے سامنے آتے ہیں۔ دراصل الفاظ کے معانی کی توجہیات ہی معنیات کا اصل موضوع ہے۔

لغتیات: اس علم میں زبان کے سرمایہ الفاظ سے بحث کی جاتی ہے۔ الفاظ کی تعداد کیا ہے۔ ان کی نوعیت کیا ہے۔ وہ کون سے ذرائع ہیں جن سے زبان میں الفاظ مستعار کیے گئے ہیں۔ مقامی اور مستعار الفاظ کا تناسب اور ان کا توازن بھی یہاں موضوع بحث ہوتا ہے۔ لغت سازی کے اصول و ضوابط اور صوتی لغت کی تیاری کے مسائل و ٹیک نیک بھی لغتیات کے موضوع ہیں۔

زبان میں الفاظ مستعار لینے کی مختلف وجہیں ہو سکتی ہیں جنہیں ہم سانی، ثقافتی، تہذیبی، علمی، ادبی، سماجی، سیاسی اور ٹیک ٹپکی وغیرہ ناموں سے پکار سکتے ہیں۔ جو زبانیں سانی طور پر ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہوتی ہیں یا ایک زبان کو زبان کے سانی ماحول میں بولی جاتی ہے تو قدرتی طور پر ایک دوسرے سے الفاظ مستعار لیتی ہیں؛ جیسے اردو اور ہندی یا اردو اور پنجابی وغیرہ۔ ان زبانوں پر ایک دوسرے کے اثرات کی بآسانی نشان دہی کی جاسکتی ہے۔ زبانوں کے درمیان ثقافتی

اور تہذیبی رشتے بھی ایک دوسری کو متاثر کرتے ہیں؛ جیسے عربی، فارسی اور اردو۔ جہاں تک الفاظ مستعار لینے کا تعلق ہے، ادبی اثرات کی وجہ سے اردو فارسی سے اور زیادہ قریب ہو گئی ہے۔ سماج میں نژادی یا مذہبی فرق رکھنے والی قوموں میں جو سماشی طور پر مستحکم ہے وہ کمزور طبقے کی زبان پر (مگر لگ زبان ہے) ضرور اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی طرح علمی و تنیکی وسیلوں سے بھی زبانیں الفاظ مستعار لیتی ہیں؛ جیسے انگریزی۔ شاید ہی دنیا میں کوئی ایسی زبان ہو جس نے اس زبان سے علمی یا تنیکی الفاظ یا اصطلاحیں مستعار نہ لی ہوں۔

فہم سازی کے معیاروں کا تعین بھی لسانیات کا موضوع ہے۔ الفاظ کے اندراجات ان کے معانی کا تعین اور حرفی ترتیب میں جو اصول پیش نظر رکھنے چاہئیں، ان کی طرف لسانیات ہدایت دہناتی کرتی ہے۔ یہاں ایک مسئلہ الفاظ کے معنوں کا بھی ہے اس لیے اس کو پیش کرنی چاہیے کہ الفاظ کے تمام معانی و مطالب سامنے آجائیں۔ کثرت استعمال کے تناسب سے لفظوں کے معنوں کے اندراج ہونے چاہئیں۔ زبان میں الفاظ کے قواعد کی بحث بھی ایک دلچسپ موضوع ہے جس سے زبان بولنے والوں کے ذہنی رویوں اور سماجی زندگی کی دلچسپیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ انہیں سمجھنے کے لیے بھی لسانیات کا علم ناگزیر ہے۔

(نوٹ: لسانیات سے عام دلچسپی رکھنے والوں کے تفصیلی مطالعے کے لیے صفحہ ۱۱ میں مفید کتابیں دی گئی ہیں۔)

1. GLEASON, H. A.: AN OUTLINE TO DESCRIPTIVE LINGUISTICS
2. HOCKETT, F. C.: A COURSE OF MODERN LINGUISTICS
3. BLOOMFIELD: LANGUAGE
4. CAYTEL, B.: LINGUISTICS
5. HAPPEL: GENERAL PHONETICS
6. PIKE: PHONETICS
7. LYONS, J.: AN INTRODUCTION TO THEORETICAL LINGUISTICS
8. HALL, A. A.: INTRODUCTORY LINGUISTICS
9. ROBINS, R. H.: GENERAL LINGUISTICS: AN INTRODUCTORY SURVEY
10. NIDA: MORPHOLOGY



اردو فونمیاں

1-1. اردو میں کل فونموں کی تعداد 55 ہے۔ ان میں 48 قطعوں (SEGMENTALS) اور دس غیر قطعوں دار (SUPRA SEGMENTAL) فونم ہیں۔ قطعوں دار فونموں میں 37 مصوتے، 10 منصوتے اور ایک نیم منصوتہ ہے۔ غیر قطعوں دار (SUPRA SEGMENTAL) فونموں میں تین "سر" (PITCHES) چار اعتدائی لہریے (TERMINAL CONTOURS) ایک وقفہ (GUNCTURE) ایک انفیٹ (NASALIZATION) اور ایک طول (LENGTH) شامل ہے۔

مصوتوں کو دو بڑے گروپوں میں شامل کیا جاسکتا ہے یعنی بند شش مصوتے (STOP CONSONANTS) اور جاریہ مصوتے (CONTINUANTS)۔ اپنے طریقہ ادائیگی کے اعتبار سے بند شش مصوتے چھ شقی تضاد رکھتے ہیں، یعنی ان میں ہونٹ، دانت، کوڑ، تالو، غشا اور لہات کی مدد سے فرق محسوس کیا جاسکتا ہے۔ یہ قطعوں دار محاذ کے لحاظ سے چار شقی تضاد بھی رکھتے ہیں یعنی ہاکاریت اور مسوہیت کی موجودگی اور غیر موجودگی کے باعث ان میں تفریق پیدا ہو جاتی ہے۔

اس طرح اردو کی بندشی آوازوں میں چار دہلی (پ، پھ، ب، بھ، چار دندانی (ت، ٹھ، د، دھ)، چار گوی (ث، ٹھ، ڈ، ڈھ)، چار تالوی (چ، چھ، ج، جھ)، چار غشائی (ک، گھ، گ، گھ)، اور ایک لہائی (ق) آواز ہے۔ انھیں گیارہ غیر سموح (پ، پھ، ت، ٹھ، ٹ، ٹھ، پچ، پچھ، ک، گھ، ق)۔ دس سموح (ب، بھ، د، دھ، ڈ، ڈھ، ج، جھ، گ، گھ)، گیارہ غیر ہاکاری (پ، ب، ت، د، ٹ، ڈ، چ، ج، ک، گ، ق) اور دس ہاکاری (پھ، بھ، ٹھ، ڈھ، پچھ، جھ، گھ، کھ، قھ) فونیموں کی شکل میں بھی پہچانا جاسکتا ہے۔

جاریہ (CONTINUANT) مصوتے کل سترہ ہیں۔ یعنی تین انفی (م، ن، ڻ)، آٹھ صغری (ت، س، ش، ٹ، ٹھ، ڌ، ڌھ، ڍ، ڍھ)، ایک لہلی (ل)، دو ٹھپک دار (ڙ، ڙھ)، ایک لہر دار (ر)، ایک غیر صغری (و)، اور ایک نیم مصوتہ (ی)۔ انفی مصوتے اپنی ادائیگی کے اعتبار سے تین شقی تضاد رکھتے ہیں۔ جہاں تک نیم مصوتے کا تعلق ہے وہ ادائیگی کے اعتبار سے اپنے میں تالو کی بنیاد پر فرق پیدا کرتا ہے۔ اردو میں کل مصوتوں کی تعداد دس ہے: دو بالائی (ای، او)، دو نچلے بالائی (زیر پیش)، تین وسطی (اے، آ، براؤ)، دو نچلے وسطی (آے، او) اور ایک نچلا (ا)۔ ان مصوتوں میں فرق پیدا کرنے کے لیے زبان کی اٹھان کے تین حصے یعنی اگلا، درمیانی اور پچھلا اور زبان کی اٹھان میں پانچ مختلف ڈگریوں مثلاً بالائی، نچلا بالائی، وسطی اور نچلے وسطی کا ہونا ضروری ہے۔ ہونٹوں کی پوزیشن کے اعتبار سے یہ مصوتے مدور اور غیر مدور کہے جاسکتے ہیں۔

اردو کے غیر نقطہ دار، SUPRA SEGMENTAL فونیم اس طرح ہیں: مصوتے انفیت، مصوتی طول، وقفہ واء، اختتامی ہریے جیسے اعتدالی، طلوعی، غروبی، نچلا طلوعی اور سر جیسے بالائی اور نچلا۔

۱۔ ۲۔ اردو کے فونیموں کو ذیل کے جدول میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱. ۲. ۱. قطعه دار فونیم

الف: معصومه

| طریقه ادایابی | | خارج | دوبلی | لب دندان | دندان | تثانی | کوزی | ساولی | غشایی | لبانی | طنقی | خ |
|---------------|------|----------|-------|----------|-------|-------|------|-------|-------|-------|------|---|
| بندشی | سکور | غیر آکری | پ | | ت | | ث | ج | س | ق | | خ |
| | سکور | آکری | ب | | تخ | | تج | ج | ک | | | خ |
| | سکور | غیر آکری | ب | | د | | ژ | ج | گ | | | خ |
| | سکور | آکری | ب | | دو | | ژو | ج | گ | | | خ |
| الفی | سکور | غیر آکری | م | | | ن | | | ع | | | خ |
| صغیری | سکور | غیر آکری | ف | | ف | س | | ش | خ | ه | | خ |
| | سکور | غیر آکری | (و) | | و | ر | | ر | خ | | | خ |
| بقای | سکور | غیر آکری | | | ل | | | | | | | خ |
| له واد | سکور | غیر آکری | | | ر | | | | | | | خ |
| فکلیکدار | سکور | غیر آکری | | | | ژ | | | | | | خ |
| | سکور | آکری | | | | ژو | | | | | | خ |
| نیم مصومه | سکور | غیر آکری | و | | | | | ی | | | | خ |

| زبان کے حصے | اگلا | درمیانی | پچھلا |
|--------------|-----------------|---------|-------|
| ب: مَصَوِّتے | ہمزہ کے گروہ کے | | |
| | غیر مددور | | مددور |
| | ی | | و |
| | ا | | ا |
| | ے | ا | و |
| | اے | | او |
| نچلا | | ا | |

۲.۲.۱. غیر قطعہ دار فونیم :

| | | |
|-------------------|-------|---------------|
| الف = الفیت | | ا ا |
| ب = طول | | ا - ا |
| ج = وقفہ | | ا + ا |
| د = اختتامی لہریے | | ا - ا . ا \ |
| ح = سُر | | / ۱ / ۲ / ۳ / |

۳.۱۔ اردو فونیموں کی ذیلی شکلوں کی عمومی توضیحات

الف : مصمتے اور ان کی ذیلی شکلیں :

اردو میں بعض مصمتے ایسے ہیں جو ماحول سے متاثر ہو کر اپنے میں تبدیلیاں لے آتے ہیں۔ ذیل میں مصمتوں کے ایسے ہی تغیرات سے مخصوص ماحول کے ساتھ بحث کی جاتی ہے۔

۱۔ ۳.۱۔ دو مصمتوں کے درمیان یا لفظ کے آخر میں مصمتے اپنے محارج کے اعتبار سے نسبتاً کم زور ہوتے ہیں۔ مصمتوں کے محارج کا یہی کمزور پن رکن کے آخر میں لفظ کے درمیان بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً

م م [س] ات ر = مسافر

م ا [ل] وم = مالم (معلوم)

د [ز] خ ات = درخت

ر [ش] د ات = رشوت

ف [ر] اس ات = فرست (فرست)

س [ج] د [و] ہ = مسجد

۲۔ ۳.۱۔ عام طور پر غیر ملکاری بندشی مصمتے لفظ کے درمیان یا آخر میں کسی دوسرے مصمتے سے پہلے آئیں تو ساکت ہو جاتے ہیں؛ جیسے:

م ہوک ات ب = مکتب

م ات ان = منتن

ق اب [ز] ہ = قبض

۳۔ ۳.۱۔ مصمتوں کا خروج انفی عنصر کے ساتھ ہوتا ہے اگر وہ لفظ میں

کسی الفی مصوتے سے پہلے آتے ہیں؛ جیسے :

ب بھ [ا] یں س = بھینس

د گھ [ا] وں گ 'ٹ = گھونگٹ

ش [ا] ر [ا] ت یں = شرتیں (شرطیں)

لٹا ہی، تالوی یا غشائی مصوتوں کے بعد اگر دندلانی بندشی

مصوتے آئیں تو وہ ماقبل لٹا ہی ہو جاتے ہیں؛ جیسے :

ب 'ر [ا] ت [ا] ن = برتن

س 'ک [ا] ت [ا] ہ = سکتہ

م [ا] ل [ا] ر = مال دار

لٹا ہی الفی مصوتہ جبری (SONANT) ہونے کی وجہ سے اپنے ماحول

سے جلد متاثر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی متعدد ذیلی شکلیں

ملتی ہیں جنہیں تفصیل سے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے :-

(الف) لٹا ہی الفی مصوتہ کوزی مصوتے سے پہلے کوزی الفی مصوتے کی شکل

اختیار کر لیتا ہے؛ جیسے :

ا [ا] [ا] ڈا = انڈا

ٹھ [ا] [ا] ڈ = ٹھنڈ

جھ [ا] [ا] ڈ = جھنڈ

(ب) لٹا ہی الفی مصوتہ تالوی مصوتوں سے پہلے تالوی الفی مصوتے کی

شکل اختیار کر لیتا ہے؛ جیسے :

پ [ا] [ا] ج ہ = پنجا

گ [ا] [ا] ج ا = گنجا

ک [ا] [ا] ج = کپنجا

(ج) لٹا ہی انفی مصرت غشائی مصرتوں سے پہلے غشائی انفی مصرتے کی شکل اختیار

کر لیتا ہے؛ جیسے :

س' [ک] [ک] ی = سکی

گ' [گ] [گ] ا = گنگا

سی [گ] [گ] = سینگ

(د) لٹا ہی انفی مصرت اگر دندانہ مصرتوں سے پہلے آئے تو دندانہ

انفی مصرتے میں بدل جاتا ہے؛ جیسے :

گ, [ن] [ن] ی = گنتی

ب' [ن] [ن] د' ر = بندر

ا [ن] [ن] دھ ا = اندھا

۱. ۳. ۶ مسمرع لٹا ہی لٹلی مصرت اگر کوڑی مصرتے سے پہلے آئے تو مسمرع

کوڑی لٹلی مصرتے میں بدل جاتا ہے؛ جیسے :

ا' [ل] [ل] ی = الٹی

ب' ا [ل] [ل] ی = بالٹی

۱. ۳. ۷ مسمرع لٹا ہی ہر دار مصرت قدسے لٹلی مصرتے میں بدل جاتا ہے

اگر وہ لٹلی مصرتے سے پہلے آئے؛ جیسے :

ب' , [ر] [ر] ا = برلا

ن' [ر] [ر] ا ن گ = فلانگ

اب مصرتے اور ان کی ذیلی شکلیں :

۸.۳.۱

دسوں سادہ مصوتے / ی، ہ، اے، اے، او، و، او، ی، ا /

انفی ذیلی شکلیں اختیار کر سکتے ہیں بشرطیکہ :

الف = یہ مصوتے انفی مصوتوں کے بعد آئیں

ب = یہ مصوتے انفی مصوتوں سے پہلے یا بعد میں آئیں۔ مثالیں :

ج' وان [ی] = جوانی

م [و] س م = موسم

ل [ا] وں = لاؤں

س ['] ن کی = سنکی

دھ [و] ال = دھواں

۹.۳.۱

مصوتے کو زنی ماحول میں قدرے کو زین کے حامل ہو جاتے ہیں :

جیسے :

آٹ [ا] = آٹا

ٹھ [و] ٹر [ی] = ٹھوڑی

ب' ن ا و ['] ٹ = بناوٹ

ٹ [ے] ا د ن ی = ٹہنی

۱۰.۳.۱

ہند رکن میں آنے والے مصوتے کھلے رکن میں آنے والے مصوتوں

کے مقابلے میں لبثا تنگ ہوتے ہیں ؛ جیسے :

کھ [ی] ر = کھیر

ش' ر [ا] ب = شراب

۱۱.۳.۱

تمام مصوتے طول length کی دو ڈگریاں رکھتے ہیں یعنی

طویل اور لا طویل، طوالت یہ تفریق حسب ترتیب کھلے اور بند کڑوں
 (OPEN AND CLOSE SYLLABLES) میں محسوس کی جاسکتی ہے؛
 مثالیں :

خ [و] ب = خوب
 ذ [ر] ک ر = ذکر
 گ [ا] [ے] = گائے
 ج [ا] ن و ['] ر = جانور

۱۲-۳-۱ / اے، او / مصوتے لفظ کے آخر میں نسبتاً نچلے ہو جاتے ہیں؛

جیسے :
 گ ا [ے] = گائے
 ج ا [او] = جاؤ
 چ ' ل [ے] = چلے

۱۲-۴-۱ فونیموں کی صوتی تشریح

۱۲-۴-۱-۱ مصوتے اور ان کی صوتی تشریح

۱۲-۴-۱-۱-۱ دولبی بندشی مصوتے :

(الف) / پ / = غیر مسورا، غیر ہاکاری، دولبی، بندشی مصوتہ جیسے :

پانی، پردہ، سپاہ، کپاس، سانپ، دھوپ

(ب) / بھ / = غیر مسورا، ہاکاری، دولبی، بندشی مصوتہ جیسے :

پھول، پھرا، اچھاں (یہ مصوتہ لفظ کے آخر میں نہیں آتا)

- (ج) / پ = مسوم، غیر ہکاری، دولہی، بندشی مصمت : جیسے :
 باقی، بخار، سبق، سنبل، شراب، غصب
 (د) / بھ = مسوم، ہکاری، دولہی، بندشی مصمت : جیسے :
 بھروسہ، بھوک، کبھی، ابھار (یہ مصمت لفظ کے آخر میں نہیں آتا)

۲۔۱۔۴۔۱ دندانی بندشی مصمت :

- (الف) / ت = غیر مسوم، غیر ہکاری، دندانی، بندشی مصمت : جیسے :
 تماشا، تقدیر، متاع، متب (مطب)، اثبات، ہمت
 (ب) / تھ = غیر مسوم، ہکاری، دندانی، بندشی مصمت : جیسے :
 تھوک، تھوڑا، ہاتھی، گھٹا، نتھ، ساکت
 (ج) / د = مسوم، غیر ہکاری، دندانی، بندشی مصمت : جیسے :
 دماغ، دوست، مدرسہ، صدا، خود، مسجد
 (د) / دھ = مسوم، ہکاری، دندانی، بندشی مصمت : جیسے :
 دھول، دھوپ، گدھر، اندھا، گدھ، باندھ (دنا)

۲۔۱۔۴۔۲ کوزی بندشی مصمت :

- (الف) / ٹ = غیر مسوم، غیر ہکاری، کوزی، بندشی مصمت : جیسے :
 ٹاٹ، ٹوکن، پیچ، چاٹا، سٹ، گھونگٹ
 (ب) / ٹھ = غیر مسوم، ہکاری، کوزی، بندشی مصمت : جیسے :
 ٹھوڑی، ٹھوکر، مٹائی، انٹھا، اٹھ، کاٹھ
 (ج) / ڈ = مسوم، غیر ہکاری، کوزی، بندشی مصمت : جیسے :
 ڈر، ڈارھی، مینڈک، انڈا، جھنڈ، ٹھنڈ

(د) / ڈھ / = مسوع، ہاکاری، کوزی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :
ڈھائی، ڈھیر، ڈھال، سوڈھا

۴.۱.۴.۱۔ تالوی بندشی مصمتہ :

(الف) / پ / = غیر مسوع، غیر ہاکاری، تالوی بندشی مصمتہ ؛ جیسے :

چلن، چاندی، قہنی، چپچ، سچ، تاپ

(ب) / چھ / = غیر مسوع، ہاکاری، تالوی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :

چھالی، چھوڑ، چھلی، چھیر، پوچھ، کچھ

(ج) / چ / = مسوع، غیر ہاکاری، تالوی بندشی مصمتہ ؛ جیسے :

جسم، جوانی، مسجد، سجاد، جج، جج

(د) / جھ / = مسوع، ہاکاری، تالوی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :

جھومر، جھیل، مانجھی، مجھے، مجھ

۵.۱.۴.۱۔ غشائی بندشی مصمتہ :

(الف) / ک / = غیر مسوع، غیر ہاکاری، غشائی بندشی مصمتہ ؛ جیسے :

کتب، کثرت، مکان، مکتب، پاک، تھلک

(ب) / کھ / = غیر مسوع، ہاکاری، غشائی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :

کھول، کھاد، کھننا، مکھی، آکھ، لاکھ

(ج) / گ / = مسوع، غیر ہاکاری، غشائی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :

گلاب، گدھا، جگر، مہنگائی، سنگ، آگ

(د) / گھ / = مسوع، ہاکاری، غشائی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :

گھر، گھونسلا، سوگھنا، بجھی، سوگھ، سنگھ

۱۔۳۔۱۔۴۔ لہائی بندشی مصمتہ :
 / ق / = غیر مسموع، غیر باکاری، لہائی بندشی مصمتہ ؛ جیسے :
 قلب، قسمت، مقام، عقل، خلق، برق

۱۔۳۔۱۔۵۔ دولبی انفی مصمتہ :
 / م / = مسموع، دولبی انفی مصمتہ ؛ جیسے :
 معلوم، مالک، تمنا، زمانہ، سلام، خم

۱۔۳۔۱۔۸۔ لٹا ہی انفی مصمتہ :
 / ن / = مسموع، لٹا ہی انفی مصمتہ ؛ جیسے :
 نازک، لٹو، مناسب، صنم، ذہن، اعلان

۱۔۳۔۱۔۹۔ غشائی انفی مصمتہ :
 / گ / = مسموع، غشائی انفی مصمتہ ؛ جیسے :
 گنگا، تنگی، جنگ، رنگ، بجنگ (یہ مصمتہ لفظ کے
 شروع میں نہیں آتا)

۱۔۳۔۱۔۱۰۔ لب دندانہ صیفی مصمتہ :
 (الف) / ف / = غیر مسموع، لب دندانہ صیفی مصمتہ ؛ جیسے :
 فہم، فقیر، مسافر، غفلت، تملک، خلاف
 (ب) / و / = مسموع، لب دندانہ صیفی مصمتہ ؛ جیسے :
 وہاں، واحد، سوال، محور، محور، لنو

۱۔۳۔۱۔۱۱۔ لٹا ہی صیفری مصمتے :

(الف) / س / = غیر مسوع ، لٹا ہی صیفری مصمتے ؛ جیسے :
سفر ، حج ، مسافر ، مصلحت ، احساس ، رکس
(ب) / ز / = مسوع ، لٹا ہی ، صیفری مصمتے ؛ جیسے :
زہر ، زائد ، بضم ، مظہر ، فرض ، راز

۱۔۳۔۱۔۱۲۔ تالوی صیفری مصمتے :

(الف) / ش / = غیر مسوع ، تالوی ، صیفری ، مصمتے ؛ جیسے :
شباب ، شرط ، عشق ، جیشم ، کاش ، رکش
(ب) / ث / = مسوع ، تالوی ، صیفری مصمتے ؛ جیسے :
ثول ، ثرکان ، اژدہا ، ثراڈ ، مزدہ ، پڑمزدہ

۱۔۳۔۱۔۱۳۔ غشائی صیفری مصمتے :

(الف) / غ / = غیر مسوع ، غشائی صیفری مصمتے ؛ جیسے :
غوبصورت ، خبر ، اختر ، تحزیب ، تلخ ، سوراخ
(ب) / غ / = مسوع ، غشائی ، صیفری مصمتے ؛ جیسے :
غروب ، غافل ، مغرب ، لغت ، تجلیغ ، سراغ

۱۔۳۔۱۔۱۴۔ حلقی صیفری مصمتے :

(ح) / ح / = غیر مسوع ، حلقی ، صیفری مصمتے ؛ جیسے :
حسن ، حاصل ، سپار ، مہلک ، فلاح ، گناہ

۱۔۳۔۱۔۱۵۔ لٹا ہی بغلی مصمتے :

ر / = مسوع، لٹا ہی، بھلی مصمت، جیسے :
لجوا، العنت، علم، مالک، علیل، دل

۱۴-۱-۳-۱۔ لٹا ہی لہردار مصمت :

ر / = مسوع، لٹا ہی، لہردار مصمت، جیسے :
رکوع، رونق، مغرب، تراش، ہنر، عصر

۱۴-۱-۳-۱۔ کوزی تھپک دار مصمت :

د الف، ر / = مسوع، غیر باکاری، کوزی، تھپکدار مصمت، جیسے :
بڑا، بھاڑو، اجڑ، موڑ دیہ مصمت لفظ کے شروع میں نہیں آتا
ر ب، رڑھ = مسوع، باکاری، کوزی، تھپکدار مصمت، جیسے :
پڑھنا، کاڑھنا، علی گڑھ، پڑھ دیہ مصمت لفظ کے شروع میں
نہیں آتا،

۱۸-۱-۳-۱۔ تالوی نیم مصمت :

ی / = مسوع، تالوی، غیر صیفری نیم مصمت، جیسے :
پیار، کیا، کئی، دیہ نیم مصمت بھی لفظ کے شروع میں نہیں آتا

۲۰۳-۲۔ مصوتے اور ان کی صوتی تشریح :

۱۰۳-۱۔ اگلے مصوتے :

د الف) / ی / = غیر مدور، بالائی، اگلا مصوتہ، جیسے :

ایمان، عید، نیند، تپن، دی، کچی

(ب) / ے / = غیر مدور، پچلا بالائی، اگلا مصوتہ ؛ جیسے :

ارادہ، ارتم، کنارہ، بستم، (یہ مصوتہ لفظ کے آخر میں نہیں آتا)

(ج) / ے / = غیر مدور، وسطی، اگلا مصوتہ ؛ جیسے :

ایک، ایڑ، میلا، تیل، لڑکے، جوتے

(د) / ے / = غیر مدور، پچلا وسطی، اگلا مصوتہ ؛ جیسے :

اعلان، ایسا، میدان، کیسا، جیسے، ہے

۱. ۲. ۳. درمیانی مصوتے :

(الف) / ے / = غیر مدور، وسطی، درمیانی مصوتہ ؛ جیسے :

اندازہ، عرصہ، محنت، درخت (یہ مصوتہ لفظ کے اخیر

میں نہیں آتا)

(ب) / ے / = غیر مدور، پچلا، درمیانی مصوتہ ؛ جیسے :

آوی، عادت، ساوہ، دماغ، عطا، غذا

۱. ۲. ۳. پچھلے مصوتے :

(الف) / او / = مدور، بالائی، پچھلا مصوتہ ؛ جیسے :

اودھم، ادب، دودھ، سولی، خوشبو، آب جو

(ب) / ے / = مدور، پچلا بالائی، پچھلا مصوتہ ؛ جیسے :

اواس، عمر، مسلم، تعلق (یہ مصوتہ لفظ کے آخر میں نہیں آتا)

(ج) / او / = مدور، وسطی، پچھلا مصوتہ ؛ جیسے :

اوس، چڑوس، مور، جو، کھو

(د) / او / = مدور، پچلا وسطی، پچھلا مصوتہ ؛ جیسے :

۱.۳.۳. غیر قطعہ دار فونیم اور ان کی تشریح

مجموعی طور پر اردو میں کل غیر قطعہ دار فونیموں کی تعداد دس ہے۔ ان فونیموں کے ذیل میں ہاکاریت کو شامل نہیں کیا گیا ہے کیوں کہ ہاکاریت کی بذات خود کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جندشی اور تھپک دار مصوتوں کے ساتھ یہ ایک یونٹ کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے سمویت (تفصیل کے لیے دیکھئے: ۱.۳.۳.۱)۔ غیر قطعہ دار فونیم جہاں کہیں بھی قطعہ دار SEGMENTAL فونیموں کے ساتھ آتے ہیں تضاد پیش کرتے ہیں۔ انفرادی طور پر ان فونیموں سے ذیل میں بحث کی جاتی ہے۔

۱.۳.۳.۱۔ انفیث

اردو میں انفیث کو دو حیثیتوں میں مانا جاتا ہے یعنی کمزور WEAK اور طاقتور STRONG کمزور انفیث ماحول سے متاثر ہو کر وجود میں آتی ہے اور کسی بھی مصوتے یا مصوتے کے ساتھ مل کر تلفظ ہو سکتی ہے جب کہ طاقتور انفیث کی حیثیت بنیادی ہے۔ یہ محض سادہ مصوتوں کے ساتھ لفظ کی مختلف پوزیشنوں میں تلفظ کی جاتی ہے اس کی حیثیت فونیمیائی ہے۔ صوتی سطح کے ساتھ ساتھ انفیث کی صرفی یا تشکیلی سطح پر بھی اہمیت ہے کیوں کہ اس کی موجودگی لفظ میں تعداو وغیرہ کے فرق کو ظاہر کرتی ہے۔ اردو کے روایتی طرز تکریر میں اسے نون غنے کی مدد سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن کی مدد سے ہم انفیث کو فونیم کا درجہ دے سکتے ہیں۔

ای / = تھی : ای / = تھیں
ا / = بگاڑ : اب / = بگاڑ

| | |
|---------------|--------------|
| لے = / لائے : | تے = / لائیں |
| ے = / لے : | ائے = / لیں |
| اؤ = / جوا : | اول = / جوں |
| مے = / اگلی : | ن = / اگلی |
| و = / گود : | وں = / گوند |
| او = / پاؤ : | اول = / پاؤں |
| ا = / سانس : | اں = / سانس |

۱. ۲. ۳. ۴. وقفہ دار

صوتی نقطہ نظر سے وقفہ دار عناصر سے مختلف ہے کیوں کہ اسے ایک آواز کی حیثیت سے نہیں سنا جاسکتا۔ اس کی موجودگی کا انحصار محض انداز لگنے پر ہے یعنی ہم کس طرح اور کس رفتار سے بولتے ہیں، آہستہ بول چال میں یہ کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ بہر کیف وقفے کی فونیمیائی حیثیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ یہ گفتگو میں آنے سے معنی کا فرق پیدا کر دیتا ہے۔ وقفہ دار جن صوتی تفصیلات کو پیش کرتا ہے ان میں مصوٹے کی کیفیت QUALITY اور مقدار QUANTITY مصوٹے کا سائٹ ہونا یا نہ ہونا، ہوا کے تھونکے کا ہلکے سے منہ سے خارج ہونا، انہی خروج اور مصوٹے کی قوی FORTIS یا کمزور LENIS خصوصیات شامل ہیں۔ یہاں ہم وقفے کی جس قسم کو فونیم کی حیثیت دے رہے ہیں اس کی موجودگی سے ماریفوں کی سرحدوں کا تعین بھی ہو سکتا ہے۔ صوتی طرز تکرار میں دو ماریفوں کے درمیان خالی جگہ چھوڑ کر اسے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ذیل میں وقفے کی فونیمیائی حیثیت کو سمجھنے کے لیے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی : پالی

ہنسنا : ہنسنا
سرا : سرا

۱۔ ۳۔ ۳۔ ۳۔ طول یا مدت

اردو زبان میں طول یا مدت کی دو ڈگریاں متعین کی جاسکتی ہیں یعنی طویل اور مختصر۔ طول کی یہ ڈگریاں مصمتوں کی سطح پر بنیادی ہیں یعنی فونیم کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور جہاں تک مصوتوں کا تعلق ہے، ان کی ذیلی حیثیت ہے۔ ان ڈگریوں سے مصمتوں اور مصوتوں دونوں سطحوں پر ذیل میں بحث کی جاتی ہے۔

(الف) مصمتی طول

صوتی سطح پر مصمتی طولیں اور مختصر ہو سکتے ہیں۔ اردو میں یہ فرق بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ طویل مصمتے ہمیشہ لفظ کے درمیان میں / ت / د / / م / مصوتوں کے بعد آتے ہیں۔ فونیمیائی سطح پر جو مصمتے طویل ہو سکتے ہیں ان میں / ت / ٹ / پ / ک / ن / م / و / س / ل / ر / می / وغیرہ اہم ہیں۔ اردو میں طویل مصمتوں کو تشدید کی مدد سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جو طول کی بنیاد پر مبنی کا فرق ظاہر کرتی ہیں۔

| مختصر مصمتے | طویل مصمتے |
|-----------------|-------------------|
| ت / = چٹا (پتہ) | ت / ت / = پٹا |
| د / = گدا | د / د / = گڈا |
| ٹ / = مٹی | ٹ / ٹ / = مٹی |
| پ / = بچا | پ / پ / = بچا پچی |

| | | |
|-------------|---|-------------|
| اک / = پکا | : | اک / = پکا |
| ام / = اماں | : | ام / = اماں |
| ان / = سنی | : | ان / = سنی |
| او / = خوا | : | او / = خوا |
| اس / = رسی | : | اس / = رسی |
| ال / = بلا | : | ال / = بلا |
| ار / = سری | : | ار / = سری |
| ای / = نیا | : | ای / = نیا |

ب) مصوقی طول

یوں تو مصووتوں کے خفیف اور طویل کے درمیان طویل یا مدت کی مختلف ڈگریوں کو محسوس کیا جاسکتا ہے لیکن یہاں ہم ان ڈگریوں کا ہی ذکر کریں گے جو نہ صرف زیادہ روشن ہیں بلکہ جن کی تقسیم اس بحث میں اہمیت بھی رکھتی ہے۔ اپنے ماقول سے متاثر ہو کر مصووتوں کی دو ذیلی شاخیں سامنے آتی ہیں یعنی مصووتے بند رکن CLOSE SYLLABLE میں نسبتاً کم اور کھلے رکن OPEN SYLLABLE میں زیادہ طویل ہو جاتے ہیں۔ یہ فرق مصووتوں کے تلفظ کو کسی ایک ڈگری پر رکھ کر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

بند رکن

کھلا رکن

| | | | | |
|-----------|--------------|---|-------------|-----|
| ری / = م | اس [ی] = میا | : | ن [ی] = د | نند |
| را / = ج | ار [ا] = اج | : | د [ا] = دن | دن |
| را / = م | اے [ا] = را | : | م [ا] = میل | میل |
| را / = اے | اے [ا] = ا | : | پ [ا] = پن | پن |

| | | |
|------------------|--------------|--------------------------|
| کرامت : | ب [۱'] د = | ک [۱'] رالم 'ت = |
| مالک : | ر [۱] ت = | م [۱] ل ک = |
| موسا (موسیٰ) : | تھ [۱] واک = | م [۱] او او سی ا = |
| م [۱] اہل تان = | ملتان = | م [۱] ل ای 'م = |
| م [۱] ل کھول = | پونا = | ب [۱] و [۱] بن ا = |
| م [۱] او ال وی = | مولوی = | ہ [۱] تھ [۱] او او اڑا = |

۱.۳.۳. اختتامی ہریے اور مختلف سُر

اردو میں تین سُر اور چار اختتامی ہریے ایسے ہیں جنہیں فونیوں کی حیثیت دی جا سکتی ہے۔ یہ اس طرح ہیں :

| | | |
|-----------|-------------|--------------------------|
| پچلا طوئی | / ۳.۲.۱ / = | اوپنا، ہوار، نیچا |
| ب (ب) | / ۳.۱.۲ / = | اعتدالی، طوئی، فزونی اور |

مثالیں :

| | | |
|----------|-----------|---|
| غالب ۱.۲ | / ۳.۲.۱ / | یعنی جواب دیتے ہوئے کر میں غالب ہوں۔ |
| غالب ۲.۱ | / ۳.۱.۲ / | یعنی سوال کرتے ہوئے کر کیا وہ غالب ہے ؟ |
| غالب ۱.۲ | / ۳.۱.۲ / | یعنی دور سے پکار دے ہوئے کر او غالب ! |
| غالب ۲.۲ | / ۳.۱.۲ / | یعنی پہچانتے ہوئے کر اچھا تم غالب ہو۔ |

۱.۳.۵. جا کاریت

اردو میں صرف جھٹی اور ٹپک دار مسطور کی ایسی تین ہی جہاں کرت

ملتی ہے ایسے / بچ، بچ، تھ، دھ، ٹھ، ڈھ، چھ، کھ، گھ اور ٹھ۔ ان ہاکاری مصمتوں کو ایک صوت اور ایک صوتی عنصر یعنی بندشی آوازیں ہاکاری عنصر یا تھپک دار صوت اور ہاکاری عنصر جیسے خوشوں کی شکل میں بھی پہچانا جاسکتا ہے۔ لیکن اردو میں ایسا نہیں ہے۔ اس زبان میں بندشی ہاکاری اور تھپک دار ہاکاری مصمتے ایک یونٹ کے طور پر شمار کیے جاسکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو میں بندشی ہاکاری اور تھپک دار ہاکاری مصمتے خوشوں کے بجائے محض بندشی اور ہاکاری مصمتوں کی طرح ہی استعمال ہوتے ہیں کیوں کہ :

(الف) اردو میں لفظ کے شروع میں مصمتے سے پہلے صرف ایک بندشی مصمتہ یا ایک ہاکاری بندشی مصمتہ ہی آسکتا ہے۔

(ب) ہاکاری بندشی مصمتہ لفظ کے درمیان میں اسی طرح آتا ہے جیسے ایک بندشی مصمتہ، مثلاً: شلم، الجھن یا بندھ: کندھا، ان مثالوں میں / ل ج / کے مقابلے میں / ل تھ / یا / ن د / کے مقابلے میں / ن دھ / دو مصمتوں کے خوشوں کی طرح آتے ہیں اور / ل ج ہ / یا / ن دہ / تین مصمتوں کے ایسے خوشے SEQUENCE نہیں ہیں جن میں پہلے دو مصمتے ایک ہی رکن میں آئیں۔

(ج) اگر غور سے دیکھا جائے تو بندشی یا تھپک دار مصمتوں کو تلفظ کرنے میں جو مدت درکار ہوتی ہے وہی مدت بندشی ہاکاری یا تھپک دار ہاکاری مصمتوں کو ادا کرنے کے لیے ضروری ہے۔

اردو فونیم تقسیمات

کسی زبان کی صوتی ساخت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے فونیموں کے مختلف خوشوں اور ان فونیموں کی الفاظ میں تقسیم و ترتیب کو سمجھا جائے۔ اس لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ موجودہ بحث میں فونیموں کی مختلف کلاسوں میں تقسیم ان کے خوشوں کی ساخت کی مختلف بناوٹوں اور رکنوں میں ان کی تقسیم کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔

جہاں تک فونیم کی کلاسوں کا تعلق ہے، صوتی خصوصیات کی بنا پر انہیں ہم مصوتوں، مصوتوں، نیم مصوتوں، الفیت، طول، وقفہ، سر اور اختتامی ہرے، r-courages جیسی کلاسوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ مصوتے عموماً لفظ کی چھوٹی سے چھوٹی ساخت میں پہلی یا آخری پوزیشن میں آتے ہیں جیسے /ک/ یا /اب/۔ بڑی ساختوں میں یہ لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں مصوتوں کے ساتھ آتے ہیں۔ اردو میں لفظ کے شروع میں مصوتوں کے خوشوں کا رواج نہیں ہے البتہ نیم مصوتے کے ساتھ یہ شروع میں آ سکتے ہیں جیسے /ک/ یا /م/۔

کے خوشے لفظ کے درمیان یا آخر میں کثرت سے آتے ہیں لیکن آخر میں ان کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے۔ لفظ کے درمیان میں مصوتوں سے پہلے یا بعد میں زیادہ سے زیادہ تین مصوتوں کے خوشے ممکن ہیں۔ ایسی صورت میں پہلے دو مصوتے پہلے رکن کے ساتھ اور آخری مصوتہ اگلے رکن کے ساتھ تلفظ ہوتا ہے۔ اردو میں بعض مصوتے ایسے ہیں جو یا تو لفظ کے شروع میں نہیں آتے یا لفظ کے آخر میں جیسے /گن/ /ڈھ/ /شرٹ/ میں /ا/، /بھ/، /چھ/ وغیرہ (آخر میں)۔ فونیموں کی دوسری کلاس مصوتے ہیں۔ اردو زبان میں لفظ کی کوئی بھی ایسی ساخت نہیں ہے جو اس کلاس کے کم سے کم ایک ممبر کے بغیر مکمل یا با معنی کہا جاسکے۔ مصوتے اپنی تقسیم کے اعتبار سے دو ذیلی کلاسوں میں پہچانے جاسکتے ہیں۔ پہلی ذیلی کلاس میں /ری، /ے، /اے، /او، /وا/ مصوتے ہیں جو لفظ کے تینوں پوزیشنوں میں آسکتے ہیں۔ دوسری ذیلی کلاس /اے، /ج، /اے، /و/ مصوتوں پر مشتمل ہے۔ یہ مصوتے لفظ کے آخر میں نہیں آتے۔ فونیم کی تیسری کلاس میں نیم مصوتہ آتا ہے۔ یہ ہمیشہ مصوتے سے پہلے ہی آسکتا ہے۔ چوتھی کلاس میں انفی عنصر شمار کیا جاسکتا ہے جو سادہ مصوتوں کے ساتھ تلفظ ہوتا ہے اور لفظ کی تینوں پوزیشنوں — شروع، درمیان اور آخر — میں آسکتا ہے۔ لیکن اس کا تینوں پوزیشنوں میں تمام مصوتوں کے ساتھ آنا ممکن نہیں ہے۔ پانچویں کلاس وقفہ دا پر مشتمل ہے جس کا ہر با معنی صوتی تقسیم کے ساتھ آنا ناگزیر ہے۔ عام طور پر یہ مختلف با معنی ساختوں کے مختلف رکنوں میں مصوتے یا مصوتے کے ساتھ آتا ہے۔ طویل یا مدت کو ہم چھٹی کلاس میں شامل کر سکتے ہیں جو عیشیت فونیم کے صرف مصوتوں سے متعلق ہے۔ مصوتوں میں طویل اور مختصر کی با معنی تفریق محسوس کی جاسکتی ہے۔ طویل مصوتے لفظ کے درمیان میں /ج، /اے، /و/ مصوتوں کے بعد ہی آسکتے ہیں۔ آخری یعنی ساتویں کلاس سُراور اختتامی لہروں کی ہے جو مختلف اتصال میں آکر سُراور کے نمونوں کو بدلنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

۱.۱. رکنوں کی ساخت

اردو فونیمیات میں رکن ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی اہمیت کو ماریفوں کی تشکیل میں بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ایک رکن صرف ایک مصوتے پر مشتمل ہوتا ہے جس کے شروع یا آخر میں ایک یا ایک سے زائد مصوتے آ سکتے ہیں۔ رکن اپنے فونم میں دو سے زیادہ مصوتوں کے خوشوں کی اجازت نہیں دیتا۔ شروع کے خوشے عام طور پر مصوتے اور نیم مصوتے پر مشتمل ہوتے ہیں۔ دو مصوتوں کے خوشے ایک رکن میں لفظ کے درمیان یا آخر میں آتے ہیں۔ ایک رکن طویل مصوتے یا مشدّد مصوتے کی شکل میں شروع میں نہیں ہو سکتا۔ ایک مصوتہ جو لفظ کے شروع میں آئے ہمیشہ اپنے بعد کے مصوتے سے متعلق ہوتا ہے۔ لفظ کے شروع میں ہی کوئی رکن /ڈ، ژ، گن/ مصوتوں سے شروع نہیں ہو سکتا۔ کھلے رکن لفظ کے آخر میں /ے، و، / مصوتوں کے ساتھ نہیں آتے۔ ایک چھوٹے۔ یہ چھوٹا رکن صرف ایک مصوتے پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے جیسے (آ)۔ اردو میں جتنے رکن پائے جاتے ہیں، ان کی ساخت اور ساخت کی مختلف قسموں کو مثالوں کے ساتھ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

۱.۱.۱. ایک رکنی ساخت

| | | |
|-----|---|------|
| اَ | : | v |
| آج | : | vc |
| ے | : | ev |
| سج | : | eve |
| شرط | : | evcc |

| | | |
|------|---|------|
| کیا | : | CVV |
| پیاز | : | CVVC |

۲.۱.۱. دو کئی ساخت

| | | |
|-------------|---|-----------|
| اکی | : | V-V |
| آدھا | : | V-CV |
| چائے | : | CV-V |
| صدا | : | CV-CV |
| سردی | : | CVVC-CV |
| مزدور | : | CVVC-CVVC |
| باطن | : | CV-CVVC |
| اصنام | : | VVC-CVVC |
| عورت | : | V-CVVC |
| اتنا | : | VVC-CV |
| سردیاں | : | CV-CVV |
| جنتری | : | CVVC-CCV |
| لنگڑا | : | CVCC-CV |
| درخت | : | CV-CVCC |
| سور | : | CV-VVC |
| پیادہ پیادہ | : | CVV-CV |

۲.۱.۱. سرکئی ساخت

| | | |
|-------------|---|---------|
| ارادہ ارادہ | : | V-CV-CV |
|-------------|---|---------|

| | | |
|-----------------|---|----------------|
| سلائی | : | CV-CV-CV |
| دروازا (دروازہ) | : | CVCC-CV-CV |
| خوبصورت | : | CVCC-CV-CVCC |
| بہنوئی | : | CVCC-CV-V |
| پیشکا | : | CV-CVCC-CV |
| بے وقوف | : | CV-CV-CVCC |
| عقل مند | : | V-CVCC-CVCC |
| شرمندہ (شرمندہ) | : | CVCC-CVCC-CV |
| شرمندگی | : | CVCC-CVCC-CV |
| معاملا (معاملہ) | : | CV-VCC-CV |
| عدالتی | : | V-CVCC-CV |
| پرہیزگار | : | CVCC-CVCC-CVCC |
| رضامند | : | CV-CV-CVCC |

۱.۱.۴. چہار کئی ساخت

| | | |
|------------------------|---|-----------------|
| کرخنداری | : | CVCC-CVCC-CV-CV |
| ارادتن (ارادتنا) | : | V-CV-CV-CVCC |
| بار اوقات (بارہ اوقات) | : | CV CV-CV-CVCC |
| دیا سلائی | : | CVCC-CV-CV-V |
| سرمدانی (سرمدانی) | : | CVCC-CV-CV-CV |
| مچھروانی | : | CVCC-VCC-CV CV |
| غسل خانہ (غسل خانہ) | : | CV-CVCC-CV-CV |
| دولہا بھائی | : | CV-CV-CV-V |

۱.۱.۵. پانچ رکنی ساخت

| | | |
|-------------|---|------------------|
| مقدور بازی | : | CV-CVC-CV-CV-CV |
| ستم غریبیاں | : | CV-CVC-CV-CVC-CV |

یہ بھی ممکن ہے کہ تین یا چار رکنوں والے الفاظ میں پہلے دو یا پہلا اور تیسرا یا دو سرا اور چوتھا رکن باقی رکنوں کی نسبت زور کے ساتھ تلفظ ہو۔ یہ تفریق دو رکنی سے چار رکنی الفاظ میں آسانی سے محسوس کی جاسکتی ہے۔ عام طور پر لفظ میں ایک رکن ہی زور کا حامل ہوتا ہے لیکن ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں کہ مرکب الفاظ میں دو رکن بھی "زور" کے ساتھ ادا کیے جائیں۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔
(الف) اردو کے عام الفاظ میں ساق کے مصوٹے پر زور ہوتا ہے۔ لامستے نسبتاً کم زور کے ساتھ تلفظ ہوتے ہیں۔

(ب) دو رکنی الفاظ میں /ے، پ، م/ مصوٹے رکھنے والے رکن نسبتاً زیادہ زور سے تلفظ ہوتے ہیں۔ اگر دونوں ہی رکن مصوٹوں کے ساتھ آئیں تو دوسرے رکن پر زیادہ زور ہوگا۔ جیسے /ت'ک ن ا/ = ٹکنا، /م'دو/ = مدد، /ل، ف، نڈا ی/ = لفظی وغیرہ

(ج) الفاظ کے پہلے رکنوں میں جب بھی /ی، ے، اے، او، و، او/ مصوٹے آئیں تو وہ ہمیشہ زور کے ساتھ تلفظ ہوتے ہیں؛ جیسے: م پان = ماپس، وی وار = دیوار، م و ت ی = موتی وغیرہ

۱.۲ فونیموں کی تقسیم

ہر زبان کی طرح اردو بھی فونیموں کی تقسیم میں انچا الگ انفرادیت رکھتی ہے۔

اردو میں بعض فونیم ایسے ہیں جو لفظ کی مخصوص پوزیشنوں میں آتے ہیں جبکہ دوسرے فونیم ہر جگہ آ سکتے ہیں۔ یہ پابندی مصمتوں تک ہی محدود نہیں ہے، اس کا اطلاق مصوتوں پر بھی ہوتا ہے۔ ذیل میں مصوتوں اور مصمتوں کی الگ الگ تقسیم کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

۱.۲.۱ اردو مصوتوں کی تقسیم

۱۔ ا، آ، او، / مصوتے بلاروک ٹوک لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں

۲۔ ا، آ، او، / مصوتے بھی لفظ کی تینوں پوزیشنوں میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں لیکن یہ لفظ کے آخر میں اگر کھلے رکن میں آئیں تو /ے، /و، تقریباً /اے، /او کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

۳۔ یہ تبدیلی آزاد تبادلہ (FREE VARIATION) کی حیثیت رکھتی ہے؛ جیسے:

چکے دلے ~ اے = پہلے

سے ~ اے = سے

چھے ~ اے = چھ (چھ)

دے کھوے ~ او = دیکھو وغیرہ

۴۔ تمام سادہ مصوتے دونوں رکنوں میں آ سکتے ہیں یعنی کھلے اور بند رکنوں میں لیکن /اے، /و، /ے مصوتے کھلے رکن میں لفظ کے آخر میں نہیں آتے۔

۵۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ مصوتے بغیر مصمتوں کی مدد کے لفظ میں استعمال ہوں۔ عام طور پر مصوتے مصمتوں سے پہلے یا ان کے بعد یا

۱۔۲۔۲۔ اردو مصمتوں کی تقسیم

۱۔۲۔۲۔۱۔ اردو کے تمام مصمتے سوائے / پچھ، بچھ، ڈ، ڈھ اور گن / کے لفظوں کی تینوں پوزیشنوں میں آ سکتے ہیں۔ ان مصمتوں میں سے / پچھ، بچھ / لفظ کے آخر میں نہیں آتے اور دوسری طرف / ڈ، ڈھ اور گن / لفظ کے شروع میں نہیں آتے ہیں۔

۲۔۲۔۲۔۲۔ تمام مصمتے مصوتوں سے پہلے اور بعد میں آ سکتے ہیں۔ / ڈ، ڈھ / مصمتے البتہ لفظ میں مصوتوں کے بعد نہیں آتے۔

۳۔۲۔۲۔۳۔ مصمتوں کے خوشے (CLUSTERS) لفظ کے شروع میں نہیں آتے البتہ ا، پ، ب، ک، گ، / مصمتے / ی / نیم مصمتے کے ساتھ اس پوزیشن میں ممکن ہیں۔

۴۔۲۔۲۔۴۔ نیم مصوتہ لفظ کے آخر میں مصوتے کے بعد نہیں آتا ہے۔

۵۔۲۔۲۔۵۔ ہاکاری مصمتے لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں آ سکتے ہیں لیکن ان کی مشدد شکلیں (طویل ہاکاری مصمتے) ممکن نہیں ہیں۔ درمیان میں جہاں یہ صورت ہوتی ہے، وہاں ان مصمتوں کی طوالت ختم ہو جاتی ہے۔
 جیسے: م، کھ، کھ، ی، م، ک، کھ، ی = مکھی، م، چھ، چھ، ر

۶۔۲۔۲۔۶۔ م، پ، چھ، ر = پچھر وغیرہ
 ۷۔۲۔۲۔۷۔ بحیثیت فونیم کے صغیری مصمتوں کی مصمومہ شکلیں طویل یا مشدد نہیں ہو سکتیں۔

۸۔۲۔۲۔۸۔ طویل مصمتے مصوتوں کے درمیان محض اس بنیاد پر آ سکتے ہیں کہ ان مصمتوں میں سے پہلا مصوتہ / ے، ے، ے / مصوتوں میں سے کوئی ایک ہو۔

- ۸.۲.۳.۱۔ کوزی، تھپکدار، ہاکاری اور غیر ہاکاری / رٹا اور ٹھ / دونوں ایسے مصمتے ہیں جو دوسرے کوزی مصمتوں کے ساتھ نہیں آتے ہیں۔
- ۹.۲.۳.۱۔ مسموغ صیفری کبھی بھی غیر مسموغ صیفری مصمتوں کے ساتھ خوشوں میں نہیں آتے۔
- ۱۰.۲.۳.۱۔ ہاکاری بندشی مصمتے کسی دوسری شق کے بندشی مصمتوں کے ساتھ نہیں آتے۔
- ۱۱.۲.۳.۱۔ دو ہاکاری مصمتے کبھی ایک ساتھ نہیں آتے، اگر ایسا ہو تو پہلے مصمتے کی ہاکاریت ختم ہو جاتی ہے۔
- ۱۲.۲.۳.۱۔ مختلف شقوں کے دو کوزی مصمتے ایک ساتھ نہیں آتے۔
- ۱۳.۲.۳.۱۔ نیم مصوتہ کسی خوشے میں پہلے ممبر کی حیثیت سے نہیں آتا۔
- ۱۴.۲.۳.۱۔ رٹا اور ٹھ / مصمتے ہمیشہ جلفی مصوتے یا انفی مصوتے کے بعد ہی آتے ہیں۔
- ۱۵.۲.۳.۱۔ لب دندان، غیر صیفری مصمتہ / کسی خوشے میں پہلے ممبر کی حیثیت سے نہیں آتا۔
- ذیل کے جدول میں مصمتوں کی تقسیم پیش کی جاتی ہے۔

| مصمتے | # | ۷-۷ | ۷-۷ | ۷-۷ | ۷-۷ | ۷-۷ | ۷-۷ | ۷-۷ |
|-------|---|-----|-----|-----|-----|-----|-----|-----|
| پ | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| کھ | ✓ | ✓ | | | | | | |
| ب | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ |
| بھ | ✓ | ✓ | | | | | | |
| ت | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| کھ | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ |

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|----|
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | ده |
| | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ط |
| | ✓ | ۱ | | | | ✓ | ✓ | ط |
| | ✓ | ۱ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ط |
| | ✓ | | | | | ✓ | ✓ | ط |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | چ |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | چ |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ج |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | چ |
| ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ک |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ک |
| ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | گ |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | گ |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | ق |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | م |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | ن |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | | گ |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | ف |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | و |
| ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | س |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | س |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | ش |

| | | | | | | | | |
|---|---|--|---|---|--|---|---|----|
| | ✓ | | | ✓ | | ✓ | ✓ | ز |
| ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | خ |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | غ |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | ہ |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | ل |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | ر |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | | ڑ |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | | ڑھ |
| | | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | ی |

۱۔۳۔ اردو فونیم اور ان کے خوشے

اس سے پہلے کہ خوشوں (CLUSTERS) کی بحث کی جائے، ہمیں ان سے متعلق عام غلط فہمی کو دور کر لینا چاہیے۔ عام طور پر لفظ میں کسی مصوتے کی مداخلت کے بغیر جو مصوتے برابر برابر آتے ہیں، انہیں خوشے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ ماہرین لسانیات نے خوشوں کی جو تعریف کی ہے، اس کے لحاظ سے یہ غلط ہے البتہ ایسی تقسیم کو مصوتوں کا سلسلہ کہا جاسکتا ہے۔ زبان میں ایسے سلسلے مصوتوں کے بھی مل سکتے ہیں خوشوں کی تعریف کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مختلف مصوتوں کا کوئی ایسا سلسلہ جو بنا کسی صوتی رکاوٹ کے ایک ہی رکن کے ساتھ ادا ہو، مصوتوں کا خوشہ کہلاتا ہے۔ یہ خوشہ اردو میں دو سے تین مصوتوں پر مشتمل ہو سکتا ہے۔

مصمتوں کی تعداد کی بنیاد پر خوشوں کو دو مصمتی خوشہ یا سہ مصمتی خوشہ کہا جاسکتا ہے۔ اسی تعریف کی بنیاد پر ہم اردو کے مختلف خوشوں کا جائزہ لیتے ہیں۔
 اردو میں خوشوں کی تعداد دوسری ہند آریائی زبانوں کے مقابلے میں کم ہے۔ مصمتوں کے خوشے لفظ کے شروع میں نہیں کے برابر ہیں۔ البتہ درمیان میں اور لفظ کے اخیر میں ان کی تعداد خاصی ہے۔ شروع کے خوشے چند مخصوص مصمتوں + نیم مصوتے پر مشتمل ہوتے ہیں۔ درمیان میں جو خوشے ملتے ہیں وہ مصمتوں کی مختلف قسموں پر مشتمل ہو سکتے ہیں لیکن یہاں بھی ان کی تعداد محدود ہے۔ لفظ کے اخیر میں البتہ دو مصمتوں کے خوشے کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ اردو میں مصمتوں پر مشتمل خوشوں کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ ایسے خوشوں میں عام طور پر تیسرا ممبر نیم مصوتہ ہوتا ہے۔ دو مصمتی خوشوں میں ایک ہی نون کے بندشی مجموع اور بندشی غیر مجموع مصمتے نہیں آتے۔ (د/ مصمتہ کسی خوشے میں پہلے ممبر کی حیثیت سے نہیں آ سکتا۔ اہ/ مصمتہ ایک خوشے میں دوسرے ممبر کی جگہ نہیں لے سکتا اور نہ ہی ایک خوشے میں نیم مصوتے کو پہلے ممبر کی جگہ نصیب ہو سکتی ہے۔

اردو میں عام رواج یہ ہے کہ استعارہ الفاظ کے خوشوں کو اس صورت میں مصوتے کی مدخلیت سے توڑ دیا جاتا ہے جب وہ لفظ کے شروع یا آخر میں خوشوں پر مبنی جوتے ہیں۔ جیسے۔

س ک ول = سکول (انگریزی)، اس ک ول = اسکول (اردو)

بازہ م م ٹ = برہنہ (سنسکرت)، بدرہ م م ن = برہمن (اردو)

ذیل میں اردو میں پائے جانے والے مختلف خوشوں کی صورت حال کچھ ملاحظہ ہے۔

پہلا نمبر + دوسرا نمبر
 پ، ب، ک، گ، د، س، خ / + ی /

مثالیں :-

پ، ی / : پیادہ، پیالی، پیاس
 ب، ی / : بیام، بیاسی
 ک، ی / : کیا، کیاری
 گ، ی / : گیارہ
 س، ی / : سیاہ، سیاہی
 خ، ی / : خیال، خیانت
 د، ی / : دیا، دیاسلانی

۱۔ ۲۔ ۳۔ درمیانی خوشے (MEDIAL CLUSTERS)

پہلا نمبر + دوسرا نمبر
 ر، ز، ن، پ، م، ب، ل / + ت، د، خ، ڈ، گ، ک، ن، ذ /
 د، س، ت / ب، د، س، ت، م، م، ف

مثالیں :-

ر، ت / : گنگو
 ر، د / : سردیاں
 ر، خ / : مرثیاں
 ر، ن، ڈ / : پنڈلی
 ن، گ / : جنگو
 ت، ر / : جنتری، سنترہ
 ن، ک / : سنگیا
 پ، ک / : چپکلی

| | |
|---------------------|--------------------|
| اقصا : / رقص | اتفا : / ائت (عطف) |
| ادب : / کرب | الخلا : / تلخ |
| الدا : / جلد | اقفا : / وقعت |
| انگا : / جنگ | ادفا : / حرف |
| اکرا : / بکر | انم : / بزم |
| ابرا : / ابر | اشقا : / عشق |
| ارپا : / مرج | ازدا : / نزد |
| ارنجا : / برج | اشکا : / مشک |
| اشتا : / داشت | اترا : / اثر (عطر) |
| افسا : / نفس | ارغا : / لغو |
| استا : / دست | اتقا : / نتق (نطق) |
| اقل : / عقل | انزا : / طغر |
| ازقا : / رزق | ادقا : / صدق |
| افتا : / هفت | اسم : / جسم |
| ارقا : / برق | ابلا : / قبل |
| ابزا : / سبز | اقسا : / نفس (نقص) |
| ارغتا : / تحت | اتفا : / لطف (لطف) |
| انجا : / کنج | اسخا : / نسخ |
| اقتا : / وقت | اسلا : / غسل |
| اردا : / درد | ارخما : / زخم |
| ارتنا : / بتن (بطن) | اسپا : / دلچسپ |
| اندا : / بهجو | اندا : / قند |
| ارکا : / ترک | ارکا : / ملک |

| | | |
|------|---|-----------|
| اک / | : | ذکر |
| ات / | : | قتر (قطر) |
| اس / | : | وسف (وصف) |

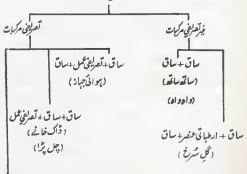
اردو میں مرکب الفاظ کی ساخت

تشکیلات کی اصطلاح میں زبان کی چھوٹی سے چھوٹی یا سنی آزاد اکائی کو لفظ کہتے ہیں۔ ساخت کے اعتبار سے اردو میں ایسی اکائیوں کی تین قسمیں ہیں۔ یعنی سادہ، پیچیدہ اور مرکب۔ سادہ لفظ آزاد تشکیلیہ یا ایک آزاد مارفیم ہوتا ہے یعنی کوئی ایسی شکل یا فام جس کے مزید یا معنی ٹکڑے نہ کیے جاسکیں؛ جیسے کتاب، قلم اور بھول وغیرہ۔ دوسری قسم میں پیچیدہ الفاظ آتے ہیں جن کی ساخت ایک سادہ تشکیلیہ یا آزاد مارفیم اور ایک یا ایک سے زیادہ پابند تشکیلیہ یا مارفیم یعنی سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے تشکیل پاتی ہے؛ جیسے بدنام = بد نام۔ بے + وفا + ی = بے وفائی، ایمان + داری = ایمان داری وغیرہ۔ تیسری قسم مرکب الفاظ کی ہے جو دو یا تین آزاد مارفیموں یا ان مارفیموں کے ساتھ ایک یا ایک سے زیادہ پابند مارفیموں کا مجموعہ ہوتی ہے؛ جیسے: تاج + محل = تاج محل، کھاتے + رہا = کھاتے رہا۔ ستم + ظریفیت = ستم ظریفیاں وغیرہ۔ اردو کا تمام سرمایۂ الفاظ اپنی ساخت کے اعتبار سے انہی تین خصوصیات کا حامل ہے۔

یہ مقالہ کل ہند سینار مشفقہ اردو ورلبرج اور ٹریننگ سینٹر مکتوں میں پڑھا گیا۔

اردو الفاظ کو تشکیل داتی اور نحوی سطحوں پر مختلف درجوں میں بانٹا جاسکتا ہے اور الفاظ کے یہ درجات اپنی مرکب ساخت کے اعتبار سے بھی الگ کیے جاسکتے ہیں۔ انھیں ایک دوسرے کے مقابلے میں بآسانی پہچانا جاسکتا ہے۔ ان درجات میں بعض مرکب الفاظ ایسے ہیں جو محض دو آزاد تشکیلیوں یا مادہ فیوں سے تشکیل پاتے ہیں؛ جیسے: ظرف، حرف جار، CONJUNCTIVES، INTERJECTION غیرہ۔ انھیں ہم غیر تصریحی مرکبات بھی کہہ سکتے ہیں۔ باقی مرکبات تصریحی ہیں جو دو یا کبھی کبھی تین آزاد مادہ فیوں اور مختلف سالبقوں اور لاحقوں کی مدد سے اپنی ساخت کو مکمل کرتے ہیں۔ ان میں اسماء، افعال، ضمائر، صفات اور فعل امدادی وغیرہ اہم ہیں۔ مجموعی طور پر اردو زبان کے مرکب الفاظ کی اس درجہ بندی کو ذیل کے جدول سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

مرکب الفاظ



ساق + تصریحی عمل + ساق + تصریحی عمل + ساق
(بیٹھا ہوا)

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ مرکب لفظ اور فقرہ دو الگ چیزیں ہیں۔ ان میں ساخت اور عمل دونوں اعتبار سے فرق کیا جاسکتا ہے۔ یہ دونوں بعض اوقات اپنی ساخت کے لحاظ سے اتنے قریب آجاتے ہیں کہ ان میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہاں اردو میں مرکب لفظ PHRASE اور فقرے COMPOUND WORDS : لینا ضروری ہے۔

(الف) مرکب لفظ کے دونوں یونٹوں کے درمیان کسی طرح کی صوتی مداخلت نہیں ہوتی جب کہ فقرہ میں ایسا نہیں ہے۔ وہ اپنے یونٹوں کے درمیان مختلف لسانی عنصروں قبول کرتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر / کمزور / کو لہجے جو ایک لفظ بھی ہے اور فقرہ بھی۔ مرکب لفظ کی صورت میں اسے دو آزاد تشکیلیوں یا مارفیموں پر مشتمل ایک مکمل یونٹ کہیں گے یعنی کم + زور = کم زور۔ ایسی صورت میں اس مرکب لفظ کے دونوں حصے ایک دوسرے میں پیوست ہوں گے۔ / وہ ایک کمزور آدمی ہے /؛ جب کہ ایک فقرے کی حیثیت سے اس میں "کم" اور "زور" کے درمیان ایک خارجی کھلے اتصال EXTERNAL OPEN JUNCTURE کی شمولیت ضروری ہے؛ جیسے ہمارے کچھنے وقت کم زور لگایا /۔ مرکب لفظ اور فقرے کی حیثیت سے یہاں دونوں جملوں میں "کم زور" کے درمیان پائے جانے والے فرق کی وضاحت ہو سکتی ہے۔

اب، مرکب لفظ کی ساخت میں خاص قسم کی لسانی اکائیاں ہی استعمال ہوتی ہیں۔ جب کہ فقرے اس پابندی سے آزاد ہوتے ہیں؛ مثلاً ایک سادہ فارم / دولہا / کو لہجے۔ اس کی مدد سے اردو میں مرکب لفظ بناتے وقت / بھائی / جیسا آزاد مارفیم ہی استعمال کیا جاسکتا ہے؛ جیسے / دولہا بھائی / یہاں "دولہا" کے ساتھ "بھائی" کے بجائے اگر ہم ایسی دوسری اکائی استعمال کریں جس کی مرکب ساخت اجازت نہ دیتی ہو تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ مرکب لفظ کے بجائے کوئی فقرہ بن جائے؛ جیسے / زیادہ دولہا / / خواہجہورت دولہا /، / دولہا دولہن / وغیرہ۔ ایسی ترکیبیں مرکب لفظ نہ کہلا کر فقرے ہی کہلائیں گی۔

۱۔ مرکب لفظ کا دوسرا حصہ اگر تصریفی ہے تو وہ اپنے اس عمل کو ایک مخصوص انداز میں دہرائے گا جب کہ فقروں میں صورت دوسری ہوگی۔ مثال کے طور پر مرکب لفظ /ماں باپ/ کو لیجیے جس کے معنی والدین کے ہیں جس کے لیے اس مرکب کی تصریفی شکل /ماں باپوں/ ہوگی۔ اگر /ماں باپ/ کی ترکیب فقرے کی صورت میں ہے یعنی /ماں/ اور /باپ/ تو تصریفی عمل کے بعد جملے کے لیے یہ /ماؤں/ (اور) /باپوں/ ہوگا۔

۲۔ فقروں میں رابطہ عناصر LINKING ELEMENT اپنی مختلف شکلوں کے ساتھ مرکب الفاظ ہی میں استعمال ہوتے ہیں۔ فقروں میں ان عناصر کا چلن نہیں ہے۔ جیسے اکھٹ + اکھٹ + اکھٹ / اکھٹ اکھٹ / کہنے + اکھٹ + اکھٹ = کہنے پنا سانی وغیرہ

اردو کے مرکب الفاظ کی ساخت اور ان کی درجہ بندی کو حسب ذیل مختلف حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ پہلی قسم ان مرکبات کی ہے جو ہم صوت یونٹوں سے مل کر بنتے ہیں۔ ایسے مرکبات میں سادہ تشکیلیہ یا مارفیم اپنے کو مکمل طور پر دہرا کر مرکب لفظ کو تشکیل دیتا ہے؛ جیسے ساتھ + ساتھ = ساتھ ساتھ، بات + بات = بات بات وغیرہ

۲۔ دوسری قسم کے مرکبات میں سادہ تشکیلیہ یا مارفیم جزوی طور پر اپنے یونٹوں کو دہراتے ہیں۔ اس عمل میں دوسرے یونٹ کی پہلی آواز کو /د/ حصے سے بدل دیتے ہیں؛ جیسے چائے + وائے = چائے وائے، شاعر + واعر = شاعر واعر وغیرہ

۳۔ تیسری قسم میں وہ مرکبات شامل ہیں جو اپنے ہم صوت یا نیم ہم صوت یونٹوں کے درمیان یا آخر میں رابطاتی عناصر رکھتے ہیں۔ جیسے سرد + سرد = سرد سرد، گرم + گرم = گرم گرم، گدھا + گدھا = گدھا گدھا وغیرہ

۴۔ چوتھی قسم ایسے مرکبات کی ہے جو متضاد آزاد تشکیلیوں یا مارفیموں کی مدد سے اپنے کو مکمل کرتے ہیں؛ جیسے لال + قلد = لال قلد، تاج + محل = تاج محل وغیرہ

۵۔ پانچویں اور آخری قسم میں ہم ان مرکبات کو شمار کر سکتے ہیں جو اپنے دوسرے یونٹ میں اشتقاقی لاشعے جوڑ کر ساخت کو مکمل کرتے ہیں؛ جیسے وام + خور = وام خوری، ستم +

ظرافت، ہی، آں۔ ستم طریقیاں وغیرہ۔ یہاں وہ مرکبات بھی شمار کیے جا سکتے ہیں جو اپنے دونوں یونٹوں میں تصیری عمل رکھتے ہوں۔ ایسے مرکب الخافو عام طور پر انعاماں پر مشتمل ہوتے ہیں؛ جیسے جاگت رہا، جاگتے رہے، جاگتی رہی، جاگتی رہی، چلا گیا، چلے گئے، چلی گئی، چلی گئیں وغیرہ۔
اپنی ساخت اور عمل کے اعتبار سے اردو کے جن مرکب الخافو کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ان کی مختصر تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

مرکب اسماء: ساخت کے اعتبار سے اردو کے مرکب اسماء کو دو حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم میں وہ اسماء آتے ہیں جن کے لیے یونٹوں کو مکمل یا جزوی طور پر دہرا کر ارباطی عناصر کے لفظ یا ان کی مدد سے مکمل کیا جاتا ہے؛ جیسے در+در = در در کھٹ کھٹ، کھٹ = کھٹ کھٹ وغیرہ (مکمل دہرائے ہوئے اسماء)؛ کھانا+وانا = کھانا وانا، کتاب+وتاب = کتاب و تاب وغیرہ (جزوی طور پر دہرائے ہوئے اسماء)؛ سر+سر = سر سر، کھل+ام کھل، ام کھل، کھلم کھلا وغیرہ (ارباطی عناصر کے ساتھ دہرائے ہوئے اسماء) وغیرہ۔
مرکب اسماء کی دوسری قسم میں دونوں یونٹ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں؛ جیسے قطب+میںار۔ قطب میںار، ہوا+محل = ہوا محل وغیرہ۔ یہاں ان اسماء کو بھی شمار کیا جا سکتا ہے جو دو آزاد ماضیوں یا تشکیلیوں کے ساتھ اشتقاقی لاحقوں کی مدد سے تشکیل پاتے ہیں۔ جیسے تنگ، انفری = تنگ نفری، دولت، خانہ، بے/اوں = دولت خانے، دولت خانوں وغیرہ۔

اردو میں اپنے یونٹوں سے باہمی تعلق اور عمل کی بنیادوں پر بھی اسماء مرکبات کے تقسیم ہو سکتی ہے۔ اس طرح مزید دو قسمیں سامنے آتی ہیں جنہیں بیرون مرکزی (EXOCENTRIC) اور داخل مرکزی (ENDOCENTRIC) مرکبات کہا جا سکتا ہے۔ یہاں پہلی قسم میں وہ مرکب اسماء آتے ہیں جو اپنے یونٹوں سے متب کر عمل کرتے ہیں؛ جیسے دو دھاری (تکوا) تیس جزوی وغیرہ۔ دوسری قسم کے اسماء میں مرکبات اپنے کسی ایک یونٹ کے مطابق عمل

کہتے ہیں۔ جیسے ڈاک، خانہ، ڈاک خانہ، چڑیا، گھر۔ چڑیا گھر وغیرہ۔ مرکب اسماء کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کے یونٹ اسکا پر ہی مشتمل ہوں، وہ صفت، فعل، ظرف جیسے الفاظ کے مختلف درجوں سے بھی تعلق رکھ سکتے ہیں؛ جیسے خوش نصیب، غیر حاضر، دوبارہ، ہر ایک کم زور وغیرہ

مرکب صفات : اردو میں کم و بیش اسما کی طرح ہی مرکب صفات بھی بنائی جاتی ہیں البتہ مکمل طور پر اور ارتباطی عناصر کے ساتھ ساق کو دہرانے کا عمل ان میں نہیں کے برابر ہے۔ عام طور پر مرکب صفات دو آزاد مارفیموں پر مشتمل ہوتی ہیں؛ جیسے مرزودور۔ مرزودور لاچار۔ لاچار وغیرہ۔ اگر مرکب صفات کے دونوں یونٹ صفتی ہیں تو ایسے مرکبات زور دینے یا شدت پیدا کرنے کے لیے تشکیل پاتے ہیں؛ جیسے نہایت عمدہ، زیادہ اچھا وغیرہ۔ اس کے علاوہ اسم اور فعل پر مشتمل آزاد مارفیموں سے مل کر بھی مرکب صفات بنائی جاتی ہیں؛ جیسے لاوارث، دردناک، کم ظرف وغیرہ۔

مرکب ضمائر : اردو میں مرکب ضمائر کا رواج بہت کم ہے۔ چند ہی ایسی مثالیں ملتی ہیں جنہیں ہم مرکب ضمائر کہہ سکتے ہیں۔ ان میں استعمال ہونے والے یونٹ باتو وغیرہ پر ہوتی ہیں یا ان کا تعلق افعال سے ہوتا ہے۔ یہ تصریفی عمل دہرانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ مرکب ضمائر میں یونٹوں کے درمیان ارتباطی عناصر کی مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ مرکب ضمائر کے نمونے اس طرح ہیں: اپنے آپ، تو ہی تو وغیرہ

مرکب افعال : مرکب افعال غیر فعلی مرکبات سے جن بنیادوں پر الگ کیے جاسکتے ہیں ان میں اندرونی کھلا اتصال INTERNAL OPEN JUNCTURE چند مخصوص لاحقوں کی مدد سے فیشتقاقی یونٹوں کا استعمال اور آخری یونٹوں میں تصریفی عمل کا ہونا جیسی چیزیں اہم ہیں۔ اردو کے مرکب افعال میں دو یا دو سے زیادہ فعلی ساتھی صرف ایک نحوی یونٹ

کو تشکیل دیتی ہیں۔ دو فعلی ساقوں کے خوشوں میں دو خاص قسم کی ساختیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ یعنی ساق + ساق، تصریفی عمل اور ساق + تصریفی عمل + ساق + تصریفی عمل۔ یہاں وضاحتاً ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ساخت کی پہلی قسم میں فعلی ساخت پھر کسی تصریفی عمل کے دوسری ایسی فعلی ساق کے ساتھ جڑ کر آتی ہے جو جنس، تعداد اور ضمیر شخصی کے لیے تصریفی عمل رکھتی ہو؛ جیسے چل دیا، چل دیے، چل دی، چل دیں وغیرہ۔ مرکب افعال کی دوسری ساخت وہ ہے جس میں پہلی ساق کیفیت اور جنس و تعداد کے لاحقوں کے ساتھ فعل کی دوسری ساق کے ہمراہ اس طرح آتی ہے کہ وہ جنس، تعداد اور ضمیر شخصی کے لیے تصریفی عمل دہرا سکے؛ جیسے کرنا پڑا، کرنے پڑے، کرنی پڑی، کرنی پڑیں وغیرہ

فعلی مرکبات کی دوسری قسم محدود ساقیں رکھتی ہے۔ یہ صرف جنس، تعداد اور ضمیر شخصی کے لیے ہی تصریفی عمل دہراتی ہے اور ان کے ساتھ عام طور پر فعل امدادی ہی آتے ہیں۔ انہیں بعض ماہرین لسانیات نے آپریٹر OPERATOR کا نام دیا ہے؛ پڑنا، اٹھنا، رہنا، لگنا، دینا، لینا اور کرنا وغیرہ۔ مثال کے طور پر ان مرکب افعال کو دیکھیے۔ رو پڑنا، رو اٹھنا، رو تے رہنا، رونے لگنا، رو دینا، رو لینا اور رو دیا کرنا وغیرہ۔ ان کے مقابلے میں افعال کی پہلی قسم کی ساقیں ان گنت ہیں۔ لازم INTRANSITIVE... متعدی (TRANSITIVE) اور متعدی متعدی CAUSATIVE فرض باقی تمام افعال یہ جگہ لے سکتے ہیں لیکن یہاں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ان کے اور آپریٹر کی باہم تشکیلیں کے وقت کچھ پابندیاں عاید ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر بول اٹھا، بول پڑا، بول بیٹھا تو اردو میں ممکن ہے لیکن بول چاہا یا بول چلا جیسے فعل مرکبات کی اردو کی ساخت اجازت نہیں دیتی۔

مرکب ظرف : اردو میں مرکب ظرف بھی ملے ہیں جنہیں اسما اور افعال کے مرکبات کے مقابلے میں نسبتاً محدود کہا جاسکتا ہے۔ عام طور پر ان کے مرکبات دو ظرفوں سے مل کر بنتے ہیں کبھی کبھی اسم ضمیر، صفت اور فعل کی مدد سے بھی ان کی مرکب شکلیں دیکھنے کو مل جاتی ہیں۔ یہ اسم اور فعل کی طرح اپنے یونٹوں کو تصریفی عمل کے لیے نہیں دہراتے اسی لیے انہیں غیر تصریفی عمل والے

مرکبات میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ عموماً ایسے مرکبات صوتی اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف یونٹوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جیسے: ہر روز، روزانہ، لگاتار، جی ہاں، دوبارہ اسی طرح نہایت عجیب وغیرہ

فعل امدادی: الفاظ کی کافی محدود قسم ہونے کے باوجود بھی ان کی مرکب شکلیں ملتی ہیں۔ ان کے مرکبات کے دونوں یونٹ تصریفی عمل رکھتے ہیں یعنی ان کی ساخت ساق، تصریفی عمل پر مشتمل ہوتی ہے۔ جہاں تک ان میں تصریفی عمل کا تعلق ہے جنس، تعداد، زمانہ اور حالت کے لیے یہ گردان کرتے ہیں؛ ہوا ہے؛ ہوئی ہے؛ ہوئے ہیں؛ ہوئی ہیں (حال)؛ ہوا تھا؛ ہوئی تھی؛ ہوئے تھے؛ ہوئی تھیں (ماضی)؛ ہوگا؛ ہوں گے؛ ہوگی؛ ہوں گی (مستقبل) وغیرہ۔

اردو الفاظ کی دوسری قسم بھی اپنے اندر مرکب ساخت رکھتی ہیں لیکن اس مختصر تجربے میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔ الفاظ کی ان قسموں کے مرکبات بنانے کے طریقے تقریباً وہی ہیں جن کا ذکر اوپر دوسرے مرکبات کے بیان میں کیا گیا ہے البتہ یہ مرکبات غیر تصریفی ہوتے ہیں اور صوتی اعتبار سے عموماً وہ مختلف یونٹوں سے ترتیب پاتے ہیں۔ نمونے کے طور پر

چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ جار مؤخر POST POSITION میں سے ”پر“ ربطیے CONNECT

INTERJECTION ”اگرچہ“ ”کیوں نہ“ ”پھر بھی“ ”حنیفے“ PARTICLES ”بھی تو“ اور ”خجائیے“

”ایں میں“ ”ایں ہیں“ ”واہ واہ“ ”بھئی واہ“ ”اے خدا“ ”اے بھئی“ وغیرہ

کرخنداری اردو کی صوتی ساخت

کرخنداری اردو کی چند اہم بولیوں میں سے ایک سماجی بولی ہے جو ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی میں جامع مسجد کے اطراف کے علاوہ پرائی فیسل کے اندر کے ان محلوں میں بولی جاتی ہے جہاں مسلمانوں کی زیادہ آبادی ہے۔ بلکہ یہ کی مرہم شہری کے مطابق دہلی میں اردو بولنے والوں کی مجموعی تعداد دو لاکھ اکتیس ہزار ایک سو ستائیس ہے جنہیں دو حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ پہلے گروپ کا تعلق مزدور پیشہ ان لوگوں سے ہے جو نسل و نسل دہلی میں رہتے چلے آ رہے ہیں۔ دوسرے گروہ میں اعلیٰ، پچھلے متوسط اور متوسط طبقے کے لوگ آتے ہیں جو تعلیمی اور سماجی اعتبار سے خوش حال ہیں۔ ان دونوں گروپوں کے لوگ اردو کو اپنی مادری زبان کہتے ہیں۔ کرخنداری اردو بولنے والوں کے ایک مخصوص طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی لیے اردو کی سماجی بولی کہلاتی ہے۔

کر خنداری لفظ / کارخانہ / سے مشتق ہے۔ اس لفظ کی تشکیل دینی تو صحیح کچھ اس طرح ہوگی: کارخانہ (ح کار "کام" + خانہ "جگہ") + دار (لاحقہ) = کارخانے دار۔ ی (لاحقہ) = کارخانے داری = کر خنداری۔ کر خنداری کی اصل اور مستند شکل چالیس سے اوپر کی عمر والوں کے یہاں ملتی ہے۔ اسے بولنے والوں کی نئی نسل مختلف علاقائی زبانوں مثلاً پنجابی اور ہندی وغیرہ سے متاثر نظر آتی ہے اس لیے ان کی بولی کو خالص کر خنداری نہیں کہا جاسکتا۔ اردو کے تاریخی اور لسانیاتی مطالعے کے اعتبار سے کر خنداری کی بڑی اہمیت ہے کیوں کہ اس بولی نے قدیم اردو کے متعدد عناصر کو اپنے یہاں محفوظ رکھا ہے جس کی مدد سے اردو کی ابتدا، ارتقاء اور دوسری زبانوں سے اس کے تعلق کو سمجھا جاسکتا ہے۔

کر خنداری اپنے چاروں طرف ہند آریائی خاندان السنہ کی مختلف زبانوں اور بولیوں سے گھری ہوئی ہے۔ اس کے شمال مغرب میں ہریانی کا علاقہ ہے۔ شمال مشرق میں کھڑی بولی آتی ہے۔ جنوب مشرق میں برہم بھاشا بولی جاتی ہے اور جنوب مغرب میں راجستھانی کا رواج ہے۔ خود کر خنداری کے علاقے میں میاری اردو کے علاوہ جوز بانیں رائج ہیں ان میں پنجابی اور ہندی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ کر خنداری بولنے والے اپنی ثقافتی، معاشرتی اور چند دوسری سماجی ضروریات کی وجہ سے پنجابی اور ہندی بولنے والوں سے کسی نہ کسی طرح متعلق ہیں۔ جس کی وجہ سے کر خنداری پر قابل ذکر حد تک بیرونی لسانی عناصر اثر انداز ہو گئے ہیں اردو کے مقابلے میں کر خنداری کے بعض مصمتوں اور مصوتوں کا تلفظ بدل گیا ہے، جیسے حلقی بند نشی مصمتے، لب وندانی، دندانی، مسوڑی، اتالوی اور حلقی جینہری سے مصمتے جو بخارج اور طریق ادائیگی کے اعتبار سے اردو سے مختلف ہیں۔ مصوتوں کے تلفظ کے وقت زبان کے مختلف حصوں کے عمل، ان کا مختلف ڈگریوں میں اٹھنا اور ہونٹوں کا مدور اور غیر مدور ہونا ایسی چیزیں ہیں جہاں کر خنداری اردو سے فرق کرتی ہے۔ کر خنداری میں عربی و فارسی / ق، خ، غ، ف، ذ، ژ / مصمتوں کا توازن بھی کم ہے۔

اس کے علاوہ ۵/صمت بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ لفظ کی تینوں پوزیشنوں میں ۵/ میں صمت جس کیفیت کے ساتھ آتے ہیں، گرفتاری میں نہیں۔ یہی حال مصمتی خوشوں کا بھی ہے۔ رکضوں کی سافت بھی بڑی حد تک بدلی ہوتی ہے۔ البتہ مصوتوں کے انہی ہونے کا ارتحان گرفتاری میں نسبتاً زیادہ ہے۔

گرفتاری میں اردو الفاظ کے ساتھ تماش (ASSIMILATION) ، تغلیب (MATATHESIS) ، ابتدائی الحاق (PROTHESIS) ، خوشی ترخیل

(ANAPHTHESIS) اور حذف صوت مکرر (HYPOLOGY) جیسے صوتی عمل کا ہونا ایک عام بات ہے؛ مثلاً بد صورت ے بس صورت، لکھنؤ ے لکھنؤ، درد ے درد، شہادت ے شادت وغیرہ۔ ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں رکضوں میں صمت کا اضافہ ہو جاتا ہے؛ جیسے اچانک ے اچانک، صرخی یا مار فیماقی سطح پر بھی متعدد تبدیلیوں کا نشان دہی کی جاسکتی ہے؛ مثلاً غیر فاعلی حالت میں غائب ضمیروں کا واحد اور جمع میں فرق جیسے: اُس ے دس، اُن ے دُن، اُنھوں نے ے دُنوں، مجھ ے تَج، تجھ ے تَج وغیرہ۔ ایسی مثالیں بھی دیکھنے کو مل جاتی ہیں جہاں واحد اور جمع بنانے کے طریقے الگ ہیں؛ جیسے مستقبل کا فعل امدادی "گا" گرفتاری میں "اں" ہو جاتا ہے۔ اس فرق کی نوعیت تکلیفی ہوا رہے کی ہے۔ وقت، جگہ اور سمت کی ضمیروں کے اشتقاقی عمل میں بھی فرق ملتا ہے؛ جیسے جہی ے جدی، کبھی ے کدی، یہاں ے یاں، وہاں ے واں، جہاں ے جاں، کہاں ے کاں، ادھر ے ادر، اُدھر ے اُدھر، یہیں ے یہیں، وہیں ے وہیں وغیرہ۔ لفظی سطح پر دو طرح کا فرق ہے۔ نمبر ایک اردو الفاظ کا صوتی تغیر کے ساتھ استعمال؛ جیسے درخت ے درکت، جگہ ے جنگ، ٹھنڈا ے ٹھنڈا، مسجد ے مسجد، پتھر ے پتھر، سیر ے سیر، کبیل ے کبیل، چاقو ے چقو، کبوتر ے قبوتر، آگے ے اگاڑو، بادام ے بدام وغیرہ۔ نمبر ۲۔ خالص گرفتاری الفاظ؛ جیسے لٹا (لٹکا)، پہلا (تحریک)، اکھنڈک (خلل)، منادگی (منوہ)، رسان (راہستہ)، دھیاری (اجرت)، تڑی (جرات)، ناواں (رقم)۔

خزفہ (مذاق) وغیرہ۔ گزخنداری میں عربی و فارسی الفاظ یا فقرات کا غلط تلفظ یا غلط استعمال بھی
 فتنہ ہے؛ جیسے بے فضول، دراصل میں، انشاء اللہ اگر اللہ نے چاہا، پایادہ پیدل چل کر
 لبِ جننا کے کنارے، ماہِ رمضان کا مہینہ، اللہ کے واسطے، سنگِ مرمر کا پتھر اور خندے
 آبِ چندے، مانتاب وغیرہ۔
 گزخنداری مصمتوں اور مصوتوں کی ذیلی تبدیلیوں کو بیان کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے
 ہیں کہ:

۱۔ جب مصمتی لفظ کے شروع میں رکن کے پہلے جز کی حیثیت سے آئیں یا لفظ کی
 درمیانی نشست میں کسی مصمت کے بعد رکن کے شروع میں آئیں تو وہ قوی (PORTIS)
 ہو جاتے ہیں؛ جیسے پتا، چمٹا وغیرہ۔

۲۔ مصمتی لفظ کے آخر میں یا دو مصوتوں کے درمیان کمزور (LENIS) ہو جاتے
 ہیں۔ ہا کار یا بندشی مصمتے اور جاریے CONTINUANTS بھی لفظ کی درمیانی
 نشست میں رکن کے آخر میں آکر کمزور ہو جاتے ہیں؛ جیسے چٹان، رشتا، مندا وغیرہ۔
 ۳۔ غیر ہا کار یا بندشی مصمتے کسی دوسرے مصمتے سے پہلے آکر غیر کا سی
 UNRELEASED ہو جاتے ہیں بشرطیکہ وہ لفظ کی درمیانی نشست میں رکن کے
 آخر میں آئیں؛ سیپائی، بدنا وغیرہ۔

۴۔ مصمتی انفی اعنر کے ساتھ تلفظ ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ رکن کی ابتدائی پوزیشن
 میں انفی مصوتوں سے پہلے آئیں؛ جیسے بھینس، سانس، باتیں وغیرہ۔

۵۔ مصمتے قدرے دہلی ہو جاتے ہیں اگر وہ پچھلے مصوتوں سے پہلے آکر ایک
 ہی رکن میں تلفظ ہوں؛ جیسے انگوٹھا، ٹھوکر، بھوت وغیرہ۔

۶۔ مسسورے مصمتے قدرے غیر کمزور ہو جاتے ہیں اگر وہ لفظ کے آخر میں آئیں؛
 جیسے دُرُود، ٹھنڈ، دماغ وغیرہ۔

۷۔ غیر مسسورے صلتی بندشی مصمتے اک / با بعد صلتی ہو جاتا ہے اگر وہ رکن کے
 شروع میں اگلے مصوتوں کے علاوہ ہر مصوتے سے پہلے آئے؛ جیسے کبوتر، قبوتر،

محکومین و تقویٰ وغیرہ۔

۸۔ مسکورہ حلقی بندشی صحت / گ / ا قدر سے صیفی ہو جاتا ہے اگر وہ لفظ کے درمیان یا شروع کی نشست میں پچھلے مصوتوں سے پہلے رکن کے شروع میں آئے یا جیسے گودا، غودا، خرگوش، خرغوش وغیرہ۔

۹۔ مسموہ، مسوڑی بخلدار مصمتہ / ان / مسکوہ منکوسہ / کوڑی / بخلدار مصمتے میں بدل جاتا ہے اگر وہ منکوسہ مصمتوں سے پہلے آئے، جیسے پاٹنی (پارنی) ، الٹی وغیرہ۔
۱۰۔ کر خنداری کے تمام مصبوئے انفی ہو جاتے ہیں اگر وہ انفی مصمتوں کے بعد آئیں یا مصوتوں کے خوشوں میں انفی مصوتوں سے پہلے یا بعد میں آئیں۔

۱۱۔ لفظ کے شروع میں تقریباً سبھی مصوٹے قدرے تجزی ہو جاتے ہیں۔

۱۲۔ بندرکنوں میں تقریباً تمام منصوبے نسبتاً تنگ (TENSE) ہو جاتے ہیں۔

۱۳۔ تمام مصوبہ کھلے رگڑوں میں عموماً طویل اور ہند رگڑوں میں نسبتاً مختصر ہوجاتے ہیں۔

۱۳۔ / اے اور مصوئے قدرے نچلے ہو جاتے ہیں اگر وہ لفظ کی آخری نشتر میں رکن کے آخر میں آئیں۔

فونیم تقسیمیات : PHOTOTACTIS کے اعتبار سے گر خنداری کی حب ذیل خصوصیات ہیں۔

الف: رکنوں کی ساخت:

گونداری کا کوئی رکن طویل تھوڑے شروع نہیں ہوتا (اگر لفظ ایک سے زیادہ رکنوں پر مشتمل ہے) لفظ کے شروع میں کوئی رکن /ر/ مصدے کے ساتھ نہیں آتا۔ لفظ کے آخر میں کھلے رکن /زبر، زیر، ہش، /پر ختم نہیں ہوتے۔ ایک سے لے کر چار رکن والے الفاظ گونداری میں ممکن ہیں جن کی ساخت اس طرح ہے۔

۱۔ ایک دکنی ساخت والے الفاظ: آ (v)، آم (ve)، کا (ev) توسی

(cvc) دوست (cvc) کیا (cvc) پیاز (cvc) وغیرہ۔

۲۔ دورگنی ساخت ولے الفاظ: ادا (v-ev) چائے (ev-v) آئے (v-v)، کدی (ev-ev)، لہذا > لڑکا (ev-e-er)، مکان > مکان (ev-e-er) طام > ملائم (ev-ev-e-er)، اخبار (ve-ev-e-er)، اورت (v-ev-e-er) اتنا > اتنا (ve-ev)، انکيا (vee-y-e)، جنتری (ev-e-ee-v)، پنگ (ev-v-e-ee-v)، سنگرا (ev-e-er-ee-v)، سوٹر (ev-v-e-er)، پیالی (ev-y-e-er)، درگت > درخت (ev-ev-e-er) وغیرہ۔

[illegible]

۴۔ چھار دکنی ساخت والے الفاظ :- اٹینائی (cv-cv-cv-cv) ،
بارا بقات ، بارہ وفات (cv-cv-cv-cv) ، دولابھائی ، دولہابھائی
(cv-cv-cv-cv) ، اگر دوارا (cv-cv-cv-cv) ، اگر خنداری (cv-cv-cv-cv) ،
(cv-cv-cv-cv) ، چپا کٹی (cv-cv-cv-cv) ، کبار ڈخانہ (cv-cv-cv-cv) ،
(cv-cv-cv-cv) ، بارا ٹوٹی (cv-cv-cv-cv) وغیرہ ۔

(ب) رکنوں میں مل کا عمل:

STRESS: کوخزاری میں بن
کا بنیادی حیثیت نہیں ہے لیکن یہ رکنوں کے فرق

کو پہچانتے میں مدد دیتا ہے۔ یہ مختلف رکنوں پر مشتمل الفاظ میں کسی ایک (یا دو) کو زیادہ امتیازی بتاتا ہے۔ عموماً بل کسی ایک رکن پر ہی ہوتا ہے لیکن ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں کئی رکنوں والے الفاظ میں دو رکنوں پر / بل / استعمال ہوا ہو۔ گرخنداری میں پہلا رکن بل دار ہوگا۔ اگر دونوں رکن مصوتوں کی پہلی کلاس، یعنی / ا، ی، اے، و، / پر مشتمل ہوں یا پہلا رکن مصوتوں کی پہلی کلاس اور دوسرا رکن دوسری کلاس (زبر، زیر، پیش) رکھتا ہو؛ یا دونوں رکن مصوتوں کی دوسری کلاس رکھتے ہوں یا پہلا رکن / ۷ ۷ ۷ جیسی ساخت میں مصوتوں کی دوسری کلاس رکھتا ہو اور دوسرا رکن پہلی کلاس پر مشتمل ہو۔ گرخنداری کا دوسرا رکن بل دار ہوگا۔ اگر لفظ کا پہلا رکن مصوتوں کی دوسری کلاس رکھتا ہو، جب کہ دوسرے رکن کا مصوتہ پہلی کلاس سے متعلق ہو یا دونوں رکن مصوتوں کی دوسری کلاس کے حامل ہوں بشرطیکہ اس رکن کی ساخت ۷ ۷ ۷ ہو۔

گرخنداری بولی کے الفاظ کی سرکئی ساخت میں پہلا رکن بل دار ہوگا اگر لفظ کا پہلا اور تیسرا رکن مصوتوں کی پہلی اور دوسرا رکن دوسری کلاس رکھتا ہو۔ یا تینوں رکن مصوتوں کی پہلی کلاس سے متعلق ہوں یا بل دار رکن کے بعد والا لفظ رکن مصوتوں کی دوسری اور تیسرا رکن لفظ کے آخر میں پہلی کلاس رکھتا ہو یا لفظ کے پہلے دو رکن مصوتوں کی پہلی اور تیسرا رکن دوسری کلاس رکھتا ہو۔ دوسرا رکن بل دار ہوگا اگر پہلا رکن مصوتوں کی دوسری اور باقی رکن پہلی کلاس پر مشتمل ہوں یا پہلا اور تیسرا رکن مصوتوں کی دوسری اور دوسرا رکن پہلی کلاس رکھتا ہو یا تینوں رکن مصوتوں کی دوسری کلاس رکھتے ہوں یا پہلے دو رکن مصوتوں کی دوسری اور تیسرا رکن پہلی کلاس کے ساتھ لفظ کے آخر میں آئے۔ تیسرا رکن بل دار ہوگا اگر پہلے اور تیسرے رکن کے مصوتے اپنی پہلی اور دوسرا رکن مصوتوں کی دوسری کلاس رکھتا ہو لیکن شرط یہ ہے کہ لفظ میٹھے پر ختم ہو۔ پہلا اور تیسرا رکن بل دار ہوگا اگر پہلے اور آخری رکن میں مصوتوں کی پہلی اور دوسرے رکن

میں دوسری کلاس آئے اور لفظ مصمتے پر ختم ہو یا پہلے دو رکن مصوتوں کی دوسری اور مصمتے پر ختم ہونے والا آخری رکن پہلی کلاس رکھتا ہو۔

چهار رکنی الفاظ میں بل کی نوعیت اس طرح ہے: پہلا رکن بل دار ہوگا اگر پہلا اور آخری رکن مصوتوں کی پہلی اور باقی رکن دوسری کلاس رکھتے ہوں۔ پہلا اور آخری رکن بل دار ہوگا اگر تیسرا رکن مصوتوں کی دوسری اور باقی رکن پہلی کلاس پر مشتمل ہوں۔ پہلا رکن بل دار ہوگا اگر شروع کے تین رکن مصوتوں کی دوسری اور آخری رکن پہلی کلاس رکھتا ہو۔ دوسرا رکن بل دار ہوگا اگر پہلا رکن مصوتوں کی دوسری اور باقی رکن پہلی کلاس رکھتے ہوں یا پہلا اور تیسرا رکن مصوتوں کی دوسری اور دوسرا و چوتھا رکن پہلی کلاس کا حامل ہو۔ تیسرا رکن بل دار ہوگا اگر بل ایسے کھلے رکن کے ساتھ آئے جن میں پہلا رکن مصوتوں کی دوسری اور باقی رکن پہلی کلاس رکھتے ہوں یا تمام رکن مصوتوں کی پہلی کلاس سے تعلق رکھتے ہوں یا پہلے دو رکن مصوتوں کی دوسری اور آخری دو پہلی ذیلی کلاس رکھتے ہوں یا تیسرا رکن مصوتوں کی پہلی اور باقی رکن دوسری کلاس سے تعلق ہوں۔

(ج) کرخنداری فونیموں کی تقسیم

کرخنداری فونیموں کی لفظوں میں تقسیم کا تجزیہ کرنے کے بعد ہم جب ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں۔

۱۔ /ی، ا، آ/ مصوتے لفظ کی تینوں پوزیشنوں میں بلا کسی ردک ٹوک کے آتے ہیں۔

۲۔ /اے، آے، او، آو/ مصوتے بھی لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں آزادانہ طور پر آتے ہیں لیکن لفظ کی آخری نشست میں ان کی مخصوص تقسیم ہے یعنی /اے، او/ مصوتے حسب ترتیب /اے، آو/ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اگر وہ لفظ کے آخر میں کھلے رکنوں کے ساتھ آئیں۔

۳۔ تمام مصوتے بند اور کھلے رکنوں میں آتے ہیں البتہ / ذ بر، زیر، پیش / لفظ کے آخر میں کھلے رکنوں کے ساتھ نہیں آتے۔

۴۔ آخری مصمتے سے پہلے دو مصوتے لفظ کے شروع میں نہیں آتے۔

۵۔ / ڈ / کے علاوہ کو خنداری کے تمام مصمتے لفظ کے شروع میں آ سکتے ہیں۔

۶۔ دو مصمتوں کے خوشے لفظ کے شروع میں نہیں آتے۔ سو اے / پ، ب

ک، گ، س / کے جن کے ساتھ نیم مصوتہ / ی / دوسرے جو کی حیثیت سے

استعمال ہوتا ہے۔

۷۔ / ڈھ / کے علاوہ تمام مصمتے دو مصوتوں کے درمیان آ سکتے ہیں۔

۸۔ کو خنداری کے تمام باکاری مصمتے لفظ کے آخر میں عموماً غیر باکاری ہو

جاتے ہیں۔ دو مصوتوں کے درمیان بھی اکثر مصمتوں کی باکاریت ختم

ہو جاتی ہے۔

۹۔ یکساں شقوں کے دو باکاری مصمتے ایک ساتھ نہیں آتے۔

۱۰۔ / ڈ / مصمتہ کسی دوسرے کو زی مصمتے کے ساتھ نہیں آتا۔

۱۱۔ کوئی مسکور صغیری مصمتہ کسی غیر مسکور صغیری مصمتے کے ساتھ ایک

خوشے میں پہلے یا دوسرے ممبر کی حیثیت سے نہیں آتا۔

۱۲۔ کوئی ہندشی مصمتہ باکاری ہندشی مصمتوں کے بعد نہیں آتا۔

۱۳۔ دو باکاری مصمتے ایک ساتھ نہیں آتے۔ اگر ایسا ہو تو اس میں سے پہلا

غیر باکاری ہو جاتا ہے۔

۱۴۔ مختلف شقوں کے دو مسکوسی (کو زی) مصمتے ایک ساتھ نہیں آتے۔

۱۵۔ کسی خوشے میں نیم مصوتہ پہلے ممبر کی حیثیت سے نہیں آتا۔

۱۶۔ / ڈ / مصمتہ کسی انفی مصمتے کے بعد ہی ممکن ہے۔

۱۷۔ جنبری مصمتہ / ہ / کسی مصمتے کے بعد لفظ کے درمیان یا آخر میں نہیں آتا۔

۱۸۔ مسکور اب ندانی غیر صغیری مصمتہ / د / ایک خوشے میں پہلے ممبر کی حیثیت سے نہیں آتا۔

میں دو مصمتی خوشے اور لفظ کے صرف درمیان میں تین مصمتی خوشے پائے جاتے ہیں۔ ایک سمور بندشی مصمتہ کسی خوشے میں اسی شق کے ایک غیر سمور بندشی مصمتے سے پہلے نہیں آتا۔ آخری خوشوں کی تعداد درمیانی خوشوں کے مقابلے میں بہت کم ہے جو خوشے اخیر میں آتے ہیں ان میں پہلا ممبر / ک، ف، ہس / اور دوسرا ممبر / ت / ہے۔ ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں پہلا ممبر / ن / اور دوسرا ممبر / د، ڈ، ہج، گ / وغیرہ ہیں۔ کرخنداری میں درمیانی خوشے آزلولہ طور پر آتے ہیں۔ درمیانی خوشوں کا پہلا ممبر کھلے مصوتے اور دوسرا ممبر لہجہ میں آنے والے مصوتے کے ساتھ عام طور پر تلفظ ہوتا ہے۔ تین مصمتی خوشوں میں یا تو پہلے دو مصمتے / ن، گ، ل، ت، ن، ڈ / وغیرہ پہلے مصوتے اور تیسرے مصمتے / ت، ف، ب، ر، ڈ / وغیرہ لہجہ میں آنے والے مصوتے کے ساتھ تلفظ ہوتے ہیں یا پہلا مصمتہ / ت، ن، پ، ک / وغیرہ پہلے مصوتے اور باقی کے دو مصمتے / ت، ر، ک، ل / وغیرہ لہجہ میں آنے والے مصوتے کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔

شہر پونا کی اردو کی صوتی ساخت

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں کروڑوں کی تعداد میں بولی پڑھنی اور لکھی جاتی ہے ان میں ایک شہر پونا بھی ہے۔ جو معیاری مراٹھی کا علاقہ ہے اور جسے مراٹھا شہذیب کے اعتبار سے مرکزیت حاصل ہے۔ یہ ایک ثقافتی شہر ہے جہاں اردو بولنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ یہاں اردو بولنے والے اپنی زبان کو دکنی اردو کہتے ہیں۔ یہاں کے مقامی باشندے ذہنی ہیں اور اردو کی طرح مراٹھی بھی بڑی روانی کے ساتھ بولتے اور روزمرہ کی زندگی میں استعمال کرتے ہیں۔

فونیمیاتی نقطہ نظر سے پونا میں اردو بولنے والوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک پڑھنے لکھے لوگوں کا گروپ ہے جو اردو کو اس کے صوتی مزاج کے مطابق بولتا ہے۔ دوسرے میں غیر تعلیم یافتہ اور کم پڑھنے لکھے لوگ آتے ہیں جو

یہ مقدار تعلیم کی غرض سے دکن کا رخ پونا میں قیام کے دوران لکھا گیا۔

اردو کے لیے سے نادائق ہیں اور عربی و فارسی اصوات لیسن / ف، ن، ز، خ، ہ، غ اور ق کا صحیح تلفظ نہیں کر پاتے۔ یہاں دل چسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ قرآن پڑھتے ہوئے ہیں (خصوصاً عورتیں) اور اس کی تلاوت کے وقت مذکورہ بالا اصوات کو صحیح طور پر ادا کرتے ہیں۔ اس مقالے کے لیے صغریٰ بیگم کو بنیاد بنا کر ان کی بول چال سے مواد جمع کیا گیا ہے جو متوسط طبقے کے پڑھنے لکھنے گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ انہوں نے مسلم گھرانوں کی روایتی انداز کی تعلیم حاصل کی ہے اور آج کل دکن کا راج پوتنا میں اپنے شوہر کے ساتھ قیام پذیر ہیں جو شبہہ قدیمیات میں ریڈر کے منصب پر فائز ہیں۔ ان خاتون کا آبائی وطن بھی پوتنا ہی ہے۔

پوتنا کی اردو کے مصنفوں کی درجہ بندی کرتے ہوئے محاراج کے اعتبار سے بندشی، انفی، صغریٰ، بلندار اور لہردار اور طرزِ تلفظ کی بنیاد پر دوہبی، لب و دندان، گوزی، تالوی، جلتی اور حنجری کہہ سکتے ہیں۔ بندشی مصنفوں میں مسور، وغیرہ اور ہاکاری وغیرہاکاری کی تفریق ملتی ہے۔ اردو کی اس بولی میں حنجری بندشی / رق / نہیں ملتا اور نہ ہی بلندار و لہردار مصنفے ہاکاری ہو سکتے ہیں۔ بھنگدار، غیر ہاکاری و ہاکاری / ڈ اور ٹھڈ / بھی نہیں ہیں۔ بولی میں مسور، تالوی بندشی مصنف / ان / مسور، تالوی صغریٰ / ان / کے ساتھ بدلتا رہتا ہے؛ مثلاً دہلیز سے دیچ وغیرہ ہاکاری دوہبی بندشی مصنف / پچر / غیر مسور لب و دندان صغریٰ مصنف / ان / کے ساتھ آزاد تبادلہ رکھتا ہے؛ مثلاً سفید سے سپید، پچا ملک سے فامک۔ لفظ کے شروع میں ہاکاری آوازیں نسبتاً زیادہ ہاکاری ہو جاتی ہیں؛ جیسے پھنٹی (شاخ) گھانا وغیرہ۔ مسور، غیر ہاکاری گوزی بندشی / ڈ / اور مسور، غیر ہاکاری، گوزی تھپک دار / ڈ / مصنفوں کے درمیان تکنیکی تقسیم

COMPLEMENTARY

DISTRIBUTION

ہونے کی وجہ سے ان کی حیثیت ذیلی ہے اس لیے یہ اردو کی طرح الگ فونیم نہیں ہیں؛ جیسے پہاڑ، نہ پہاڑ، کھڑکی نہ کھڑکی، لومڑی نہ لومڑی وغیرہ۔

میاری اردو کی طرح پونائی بولی میں بھی مصمتی خوشے لفظ کے شروع میں نہیں آتے۔ یہ عام طور پر لفظ کے درمیان میں آتے ہیں۔ مرکب الفاظ میں تین مصمتوں پر مشتمل خوشوں کی مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ الفاظ اپنی صوتی ساخت کے اعتبار سے دور کنی اور سر کنی ہوتے ہیں۔ لفظوں کی ایک رکنی ساخت بھی ملتی ہے جہاں لفظ کبھی کبھی محض ایک مبصوتے پر مشتمل ہوتا ہے۔ رکنوں کے اعتبار سے الفاظ کی مختلف قسمیں ذیل میں ملاحظہ کیجیے :

اے (v) آم (ve) ایسا (vev) اصلی (veev) مودمنہ (ev)
 گھاس (evv) کونا > کونا (evv) جنگ > جنگ (veev) اُدے
 > دیک (veev) کرا (veev) دیوال > دیوار (veev)
 انگار > آگ (veev) انگٹھی > انگوٹھی (veev) آگاہ (veev)
 قبلی > اہمیلی (veev) بنگڑی > چوڑی (veev) چنگاری (veev)
 (ev) مگدور > مندر (veev) نند > نند (veev) بیوا کو پیر
 > بیوقوف (veev) سمندر (veev) اندیرا > اندھیرا
 (veev) کھو بصورت > خوبصورت (veev) ٹھٹھا (veev)
 پنکمری > پنکمری (veev) گوندانا > زخم (veev) بابیل
 - (veev)

صوتی عناصر کا تقابلی مطالعہ :

میاری اردو اور پونائیں بولی جانے والی اردو کے صوتی عناصر کا اگر تقابلی مطالعہ کیا جائے تو ہم متعدد ایسے نتائج اخذ کر سکتے جو دل چسپی سے خالی نہیں ہیں۔

۱۔ پونائی اردو میں سوائے اقدار کے تمام بندشی مصمتے ملتے ہیں۔ اقدار

مصمت کبھی اکھ / اور کبھی رک / میں بدل جاتا ہے ؛ مثلاً قندیل ، کندیل
مشرق ، مشرق

۲۔ اردو کے مقابلے میں اس بولی میں صغیری مصمتوں کا زیادہ رواج
نہیں ہے ۔ کچھ بندشی مصمتوں اور نیم مصوتہ / و ؛ w / میں بدل گئے
ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن میں فونیمیاتی امتیاز نہیں ہے ؛ مثال کے طور پر
الف ؛ غیر مصموغ لب دندانہ صغیری مصمتہ / ن / اپنی فونیمی قدر و قیمت
کھو بیٹھا ہے ۔ ن مصمتہ / پچلا کے ساتھ آزاد تبادلہ ؛ FREE
VARIATION میں آنے کی وجہ سے ذیلی فونیم کی حیثیت

رکھتا ہے ؛ جیسے

پھول ~ قول ، پھر ~ فر

ب ؛ اردو کا مصموغ لب دندانہ صغیری مصمتہ / و > v / بدل کر / w /
کی شکل میں استعمال ہوتا ہے ؛ جیسے

دیوال > دیوار ، ویسا > ویسا

ج ؛ مصموغ مسوڑی صغیری مصمتہ / ز / بدل کر مصموغ تالوی بندشی
کی شکل اختیار کر گیا ہے ؛ جیسے ۔

جنگ > زنگ ، جیور > زیور

ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں / ز / کی شکل اس / میں بدل جاتی ہے

؛ جیسے قمیص > قمیض وغیرہ

د ؛ علقی صغیری مصمتہ / خ ، غ / حسب ترتیب اکھ اور گ / مصمتے
میں بدل گئے ہیں ؛ جیسے

آخری > آکھری ، ختم > کھتم ، بیچ > باگیچ ، غصہ > گسہ

۳۔ بلند مصمتہ / ل / ایک امتیازی آواز ہے جو مسوڑی کے بجائے اکثر گونہ
جو باقی ہے جو غائب امر لکھی کا اثر ہے ۔ اس کے علاوہ لہر دار مصمتہ / ر /

سے بھی بدلتا رہتا ہے جو آزاد تبادل کی مثال ہے؛ جیسے
 ہتھیلی، ہتھیلی، اڈی، اڈی، دیوال، دیوار، دلیری، زردی
 ۴۔ کوڑی تھپکدار مصوتہ / ڈ / میاری اردو میں ایک فونیم کی حیثیت رکھتا ہے۔
 پونا کی اردو بولی میں یہ کوڑی بندشی / ڈ / کے ساتھ بدلتا رہتا ہے جس
 سے بولی میں اس کی حیثیت ذیلی فونیم کی ہو گئی ہے؛ جیسے
 بڑا، بڑا، گاڑی، گاڑی

۵۔ دولہی نیم مصوتہ / و / لب دندانہ مسور، میضی مصوتہ / و / کے
 ساتھ آزاد تبادل میں آنے کی وجہ سے ذیلی فونیم کی شکل اختیار کر گیا ہے۔
 جیسے:

دو، دو، چو، واس، چوا (چوہا)

۶۔ سادہ مصوتوں کے مقابلے میں انفی مصوتے میاری اردو میں معنی کا فرق
 پیدا کر دیتے ہیں اس لیے انفی کی فونیمی حیثیت ہے لیکن اس بولی میں
 اول تو مصوتے انفی نہیں ہوتے اور جہاں ایسا ہوتا ہے وہاں معنی
 کا فرق پیدا نہیں ہوتا۔ غالباً یہ مراٹھی کا اثر ہے جہاں انفی مصوتے
 نہیں پائے جاتے؛ مثالیں

پانچ، پانچ، جون، جون، بھیس، بھیس، مود، مود وغیرہ

۷۔ میاری اردو کے مصوتوں کی لفظوں میں تقسیم بولی میں بدل کر نئی نئی
 شکلیں اختیار کر لیتی ہے؛ جیسے

الف: لفظ میں سادہ مصوتہ طویل ہو کر مصوتے کے طول کو ختم کر دیتا

ہے؛ جیسے

آٹا، آٹا، ڈھیلا، ڈھیلا، ہاتھی، ہاتھی

ب: بالائی وسطی اگلا سادہ مصوتہ / اے / کبھی کبھی بدل کر بالائی اگلا،

سادہ مصوتہ / ی / ہو جاتا ہے؛ جیسے

پیشانی ، پیشانی ، پیشانی ، پیشانی ،
ج : بالائی وسطی اگلا سادہ مصوتہ / اے / کبھی کبھی بالائی پچھلا سادہ مصوتہ
ہو جاتا ہے ؛ جیسے

نیچے ، نیچو ، پچھو ، پچھو ،
د : اردو کا وسطی ، درمیانی سادہ مصوتہ جو زبر سے ظاہر کیا جاتا ہے
کبھی کبھی بولی میں بدل کر اگلا مصوتہ / ا / ہو جاتا ہے ؛ جیسے

نمک ، نمک ، پچا ، پچا وغیرہ
ہ : بالائی وسطی پچھلا مصوتہ / و / کبھی کبھی بالائی پچھلا مصوتہ / و / میں بدل
جاتا ہے ؛ جیسے

اوکھلی ، اوکھلی
۸۔ عام طور پر ہا کاری بندھی مصوتے دو مصوتوں کے درمیان اور لفظ کے
آخر میں آ کر اپنی ہا کاریت کھو بیٹھتے ہیں ؛ جیسے

ہتھیلی ، ہتھیلی ، ہاتھیلی ، ہتھیلی ، ابی

ہاتھ ، ہات ، کچھ ، کچھ

۹۔ اردو کے الفاظ کے ساتھ پونائی بولی میں تقلیب ، METATHESIS ، کا
عمل بھی ہوتا ہے ؛ جیسے گزج کا گزج ، ہو جانا وغیرہ

۱۰۔ پونائی اردو میں لفظ کے آخر میں مصمتی خوشوں کا ردواج نہیں ہے اس
لیے مصمتی خوشوں کے درمیان مصوتہ داخل ہو جاتا ہے البتہ مصمتی
خوشوں کا پہلا جز اگر / ن / ہے تو وہ لفظ کے آخر میں آ سکتے ہیں ؛ جیسے
نفسد ، نفسد ، گند ، گند

سکھت ، سمکت ، دُرڈ ، دُرڈ

۱۱۔ اس بولی میں سادہ مصمتوں کو مشدّد کرنے کی طرف عام رجحان پایا جاتا
ہے ؛ جیسے : پکا ہوا ، پکا ہوا ، ادا ، ادا ، آدھا ، آدھا وغیرہ

موجودہ مقالے کے لیے جو مواد جمع کیا گیا ہے اس کے الفاظ کو ہم تین حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ پہلا حصہ ان الفاظ پر مشتمل ہے جو میاری اردو اور پونا اثر کی اردو میں یکساں طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ دوسرے حصے میں وہ الفاظ آتے ہیں جن میں میاری اردو کے مقابلے میں فرق ملتا ہے اور تیسرے حصے کا تعلق ایسے الفاظ سے ہے جو میاری اردو میں استعمال نہیں ہوتے۔ غالباً پونا کی اردو پر یہ علاقائی بولی کا اثر ہے۔ ذیل میں الفاظ کی مذکورہ بالا درجہ بندی کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

۱۔ صوتی اعتبار سے مشترک الفاظ :- بیٹی، بولنا، بتانا، بجلی، باسی، بند، بچھو، بی، بی، بھتیجہ، بھائی، چولا، چنگاری، چٹا، چاول، چار، چالیس، چودھا، چٹاں، مچکا، مسال، کرنا، سایہ، بھیت، دم، دادا، دادی، دو، دس، دو بارہ، دوستی، حمل، حاملہ، دھوا، ڈنٹھل، ڈھال، گوند، گال، گاڑی، گوبر، بھکی، گھر، گھوڑا، گھنگھرو، ہوشیار، ہرا، ہینگ، عید، جنگل، جنوب، جگ، جلدی، جوتنا، جھپٹنا، کرنا، کاجو، کالی، کچا، کٹکی، کان، کون، کیوں، کنبرا، کتا، کرپا، کھانا، لوہار، لمبا، لانا، مکھی، موم، بقی، مالک، میٹھا، ناریل، نوٹس، پتھر، پکنا، پوٹلی، پٹکھا، پھوکن، پھوٹنا، رکابی، رنگ، راستہ، رشتہ، سمدھن، سوکنا، ترچھا، ٹکنا، ٹھہرنا، اٹھانا، یادگار وغیرہ۔

۲۔ صوتی تغیر رکھنے والے الفاظ :- اٹھا (آٹھا)، انگھی (انگوٹھی)، ابی (ابھی)، اڈا (آدھا)، آکھ (آنکھ)، آکھری (آخری)، بچھڑا (پھچھڑا)، چوڑی (بگڑی، چوڑی)، بدبدا (بیل)، بسا (بھوسا)، بھوسے (بھنوس)، بھوت (بہت)، بھامیر (باہر)، چاکو (چاقو)

چنڈا (چڑا)، چوڑا (چوڑا)، چڈھنا (چڑھنا) چھلتا (چھلکا)، دیوال (دیوالا) دھسے
(دھی)، دھیشٹ (دہشت)، تھڈی (تھوڑی)، گسے (غصہ)، ہلک (ھلکا) گھوڑا
(گھوڑا)، کپڈا (کپڑا)، کھنڈ (کھنڈ)، کپہ گیر (کف گیر)، کھنڈیل (کھنڈیل)، کج (کج)
مرگی (مرگنی)، ٹپٹی (ٹپٹی)، ٹٹٹل (ٹٹٹل)، ٹچو (ٹچو)، ٹلاؤ (ٹلاؤ)، ٹالاب (ٹالاب)، بھڑلا!
بھڑا ہوا، چپانی (چاپی) بلیو: میو وغیرہ۔

۲۔ منفرد صوتی بیت رکھنے والے الفاظ:- اُنکار: آگ، استری: آنت،
اکڈی: خمدار، باگ: سر شیر، باجوا:
بسمت، بیداگل: طفیلی، بیڈکا: لہاب دار، بیسی: نان، بندھلی: مینڈک،
بھڑبھڑی: پھوار، کھنے: لوی، دادر: سیرھی، ڈکڑ: سوکر، ڈرلس: لباس،
ڈھنڈی: پیڑوا، ایڈا: دیوانہ، گوم: کھجور، گھاسلیٹ: تیل، گھوہر (التو)،
ہور: چاہنا، جالو: چھینچھ، جوائی: داماد، جاڈا: موٹا، جھرا: جیشہ، کوتی:
پوسٹ، کولی: پھیرا، کھلا: کیل، کھٹیا: پٹنگ، کھنگی: چوٹی، میری: کالی مرچ،
مکلی: جڑ، منگٹ: کلائی، مٹھو: طوطا، مانڈی: بران، لواو: لوسے، ناگنر: ہل
پہنی: پلک، پینڈ: کھل، ٹپلی: لونگ (ناک میں پہننے کی)، پس: حسد، ریڈا:
بھینسا، سال بھولنا، سکے والے: رشتہ دار، مٹار: بڑھی، سرکے: الکانا،
موسا: خرگوش، ٹٹلی: شبیر، آپلی: کندہ، دیرن: چارا۔

ج

ترجمے کے مسائل اور مترجم

توجہ ایک ایسا فن ہے جس کی نور داری قبول کرتے ہی ہیں مختلف پل صراطوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ قدم قدم پر ایسے مسائل سامنے آتے ہیں جنہیں سنبھالنا بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت ہم پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ نازک بھی ہیں اور وقت طلب بھی لیکن باوجود تمام کاوشوں اور الجھنوں کے ہزاروں سالوں سے یہ عمل ہوتا رہا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ ہر مترجم کے لئے ہوں یا شیکسپیر کے ڈرامے یا البو کا کے اشعار ہوں یا خیام کی رباعیاں۔ غالب کی شاعری ہو یا کالی داس کی مشکطہ یا بیگم کی جہانیاں، ابھی تک ہم یہ دعویٰ کرنے سے قاصر رہے ہیں کہ ان مشاہکاروں کو من و عن انہیں خیالات، کیفیات، احساسات اور تاثرات کے ساتھ دوسری زبانوں میں پیش کر دیا گیا ہے۔ یونانی زبانوں میں اسطو کے کھجورے ہوئے خیالات کے بارے میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے۔ ٹالسٹائی، بالزک، موپاساں، فلا بیر، ایچی لی ہر دستے،

وغیرہ کے شہ پاروں اور فاکس، آرٹلڈر، دھڑکس اور ایلیٹ وغیرہ کے تصنیفی کارنامے بھی اس الزام سے بری نہیں ہیں۔ ان کمزوریوں اور کوتاہیوں کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں جن پر ذرا تفصیل سے غور کرنا شاید دل چسپی سے خالی نہ ہو۔

دراصل صحت مند اور کامیاب ترجمہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم لکھنے والے کے ذہن میں سفر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے ہم ان کیفیات اور احساسات سے گزر سکتے ہیں جو تصنیف کا باعث بنی ہیں۔ اس طرح ترجمہ ہونے والے فن پارے کی روح تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ترجمہ محض ایک جسم کو دوسرا لباس پہنانا کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ایک جسم کے مقابلے میں بالکل ویسا ہی جسم تراش کر دوسرے لباس میں اس طرح لے آنا ہے کہ دونوں قابلوں میں ایک ہی روح ہو۔ یہاں لباس کا جسم اور روح سے مراد ترجمے کی زبان، اصل عبارت کا مرکزی خیال اور وہ تاثر ہے جو پڑھنے کے بعد دل و دماغ میں قائم ہوتا ہے۔

ترجمے کے وقت مختلف مسائل سامنے آ سکتے ہیں۔ یہ اس پر منحصر ہے کہ ترجمے کا مواد کیا ہے۔ اگر ترجمہ ادبی شاہکاروں کا ہے تو ہمارے مسائل علمی یا تحلیلی نکل مضامین کے ترجمے کے مقابلے میں بالکل مختلف ہوں گے۔ اول الذکر میں اگر شاعری ہے تو مجموعی تاثر، خیال کی شدت، مرکزی خیال، تخیل کی پرواز، بھری کی نوعیت، الفاظ کی نشست و برخاست، صوتی آہنگ، بھری تناسب، اسلوب اور ہیئت وغیرہ سمجھی کو ساتھ لے کر چلنا پڑے گا۔ ثانی میں مرکزی خیال، مجموعی تاثر، سیاق و سباق اور اصطلاحوں جیسی باتوں پر ہماری خاص توجہ مرکوز ہوگی۔ مرکزی خیال اور مجموعی تاثر کو دونوں جگہ اہمیت حاصل ہے۔ ان پر مترجم کی مضبوط گرفت ہونا ضروری ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ترجمہ کی جانے اور ترجمہ ہونے والی دونوں زبانوں پر مادری زبان کی طرح عبور حاصل ہو۔ شاعری کے مقابلے میں نثر میں ترجمہ کو نسبتاً آسان ہے کیوں کہ اس میں مرکزی خیال اور مجموعی تاثر کو پالنے میں زیادہ وقت نہیں ہوتی۔ شاعری کے ترجمے میں شاعر کے دل و دماغ

میں سفر کرنا پڑتا ہے۔ ان کیفیات اور محسوسات اور کرب سے گزرنا پڑتا ہے جو شعری تخلیق کا باعث بنے ہیں۔ زبان بولنے والوں کے سماجی، تہذیبی اور ماحولاتی اقدار اور رویے مرکزی خیال کو کچھڑنے میں رکاوٹ بنتے ہیں اس لیے ان سے مترجم کی واقفیت ضروری ہے۔ ترجمہ کرتے وقت ہر بات کو اس کے سیاق و سباق میں ہی دیکھنا چاہیے۔ زبان کی ادنیٰ روایت سے ناواقفیت بھی ترجمے کو بھروسہ کر دیتی ہے۔ اس کے علاوہ زبان کے مزاج کو بھی، سمجھنا چاہیے۔ شاعری میں استعمال ہونے والے ان اشاروں، کنائیوں، استعاروں اور علامتوں کی جانکاری ضروری ہے جن میں خیال بن سنور کر سامنے آیا ہے۔ لسانی ساخت کے پچ و خم پر بھی دسترس ہونی چاہیے۔ ان تمام باتوں کے بغیر ہم ترجمہ ہونے والے مولو کے مرکزی خیال اور مجموعی تاثر کو پیش نہیں کر سکتے۔

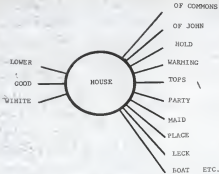
ترجمے میں بڑی وقت اس وقت پیش آتی ہے جب ترجمہ کی جانے والی زبان ان مشابہات و تجربات، تخیل کی پرواز، خیالات، کیفیات اور احساسات کو پیش کرنے سے قاصر رہتی ہے جو ترجمہ ہونے والی زبان میں ملتے ہیں۔ اسی کی کوئی زبان کے مزاج کے مطابق اختراعی عمل یا الفاظ مستعار لے کر پورا کیا جاسکتا ہے۔ پس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس زبان کی توضیحی لسانیات سے پوری طرح واقف ہوں جس میں الفاظ اختراع یا مستعار لیے جا رہے ہیں۔ ترجمہ کی جانے والی زبان سے بھی یہ واقفیت ضروری ہے۔

مرکزی خیال اور مجموعی تاثر کے علاوہ ترجمہ میں تیسری اہم چیز شدت ہے یعنی جس شکل میں فنکار نے اپنے خیالات پیش کیے ہیں، فقرہ بیا و ہی بات ترجمے میں آنی چاہیے۔ ورنہ وہ ترجمہ ناقص ہوگا۔ اس کے لیے الفاظ کا صحیح انتخاب اور استعمال ضروری ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب الفاظ کے معنی کو سیاق و سباق میں جکھڑ دیا جائے۔ اس طرح ترجمے کے الفاظ کے معانی و مطالب اپنے استعمال سے ایسا ہی مفہوم ادا کریں گے جیسا کہ ترجمہ ہونے والی تحریر چاہتی ہے۔ تشبیہات

واستعارات اور علامتوں اور انجیری کا بھی مناسب ترجمہ ہونا چاہیے تاکہ تخلیق اپنی "شدت" کی تمام نزاکتوں اور لطافتوں کے ساتھ سامنے آجائے۔

ترجمے میں الفاظ کا صحیح استعمال بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو مرکزی خیال مجموعی تاثر اور خیال کی شدت تینوں چیزیں متاثر ہو سکتی ہیں۔ اس عمل سے گزرتے وقت خصوصاً شاعری میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ ہر لفظ معنی کے اعتبار سے ایک دائرہ بناتا ہے اس لیے یہ دائرے اصل کے جتنے مطابق ہوں گے، ترجمہ کے لیے اتنے ہی مفید ہوں گے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ زبان میں وہ لفظ نہیں ملتا جنہیں کسی خیال کی ادائیگی کے لیے ہم ڈھونڈنا چاہتے ہیں۔ اس صورت میں زبان کی ساخت سے مطابقت رکھنے والے لفظ کو کسی قریبی زبان سے مستعار لے سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جس زبان سے ترجمہ کیا جا رہا ہے، اس کے کسی لفظ کو اپنائیں۔ بہر حال جو بھی صورت ہو یہاں ہمیں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ترجمہ کی جانے والی زبان کی انفرادیت، مزاج، صولی آہنگ اور گردانوں میں وہ لفظ ساختی خصوصیت کے اعتبار سے اپنی اجنبیت برقرار نہ رکھے۔ یہاں زیادہ مناسب یہ ہوگا کہ سادہ SIMPLE الفاظ ہی مستعار لیے جائیں تاکہ وقت ضرورت ان کے مادوں سے پیچیدہ COMPLEX یا مرکب (COMPOUND) الفاظ وضع کیے جا سکیں۔ یہ ترجمہ کی جانے والی زبان کے عین مطابق ہوگا۔

ترجمے کے وقت سیاق و سباق کے مطابق الفاظ کا انتخاب کرنا زیادہ صحیح ہے کیوں کہ یہی واحد طریقہ ہے جو لفظ کے صحیح معنی ہم تک پہنچاتا ہے۔ انگریزی لفظ ہاؤس (HOUSE) کا اردو میں ترجمہ کرنا بہت آسان ہے یعنی گھر یا مکان۔ لیکن انگریزی میں یہ لفظ انفرادی طور پر یا دوسرے الفاظ کے ساتھ مل کر تحریر میں الگ معنی بھی دیتا ہے۔ اب یہ سیاق و سباق ہی بتائے گا کہ عبارت میں یہ لفظ کس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ انگریزی میں "ہاؤس" کے مختلف استعمال اور معنوں کو ذیل میں دیکھیے :



اسی طرح اردو میں رہنے کی جگہ کے لیے مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ جن میں معنی کے بڑے لطیف فرق موجود ہیں! جیسے / گھر، مکان، بھونپڑی، گمنیا، محل، تھولی، رہائش گاہ، دولت کدہ / وغیرہ۔ اب یہ سیاق و سباق سے ہی طے ہوگا کہ عبارت میں کہا کون سا لفظ آئے گا کیوں کہ ہر لفظ میں رہنے کی جگہ کے معنی عیاں ہیں۔ کہیں کہیں الفاظ کو دار سے منسوب ہوتے ہیں اس لیے یہ ترجمہ کے وقت ہی طے ہوگا کہ کہاں کس لفظ کا کیا ترجمہ کیا جائے۔ مثال کے طور پر ہندی سے اردو میں ترجمہ کرتے وقت اگر کوئی جملہ / سمرٹ اشوک نے پرستھان کا آؤ لیش دیا / ہے تو اس کا مناسب ترجمہ ”شہنشاہ اشوک“ کے بجائے ”سمرٹ اشوک نے کوہِ کاحکم دیا“ ہوگا۔ یہاں اشوک کی رعایت سے شہنشاہ کے بجائے سمرٹ لفظ ہی زیادہ صحیح ہے۔ عام طور پر رسم و رواج، تیوہار، لباس اور مکانات کے نام ترجمہ نہیں ہوتے، بلکہ حاشیوں میں ان کی تشریح کر دی جاتی ہے۔ یہ اسی صورت میں مناسب رہے گا جب دو زبانوں

کے معاشرہ میں بڑا فرق ہو۔ مثال کے طور پر عصمت کے ”جوتھی کا جوڑا“ کا انگریزی میں ترجمہ کرتے وقت ہیں کچھ اسی طرح کی حکمتِ علی سے کام لینا ہوگا۔ تشبیہوں، استعاروں اور علامتوں کا ترجمہ کرتے وقت کوئی خاص وقت نہیں ہوتی سوائے اس وقت کے جب وہ ترجمہ ہونے والی زبان میں نہ لیں۔ ان کا زبان بولنے والوں کے رجحانات، کیفیات اور سوچنے کے انداز سے بہت بڑا تعلق ہوتا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ زبان میں کسی تشبیہ یا استعارے سے جو کام لیا جا رہا ہے، دوسری زبان میں بھی یہ وہی تاثر پیدا کریں۔

شاعری کا ترجمہ کرنا ایک مشکل کام ہے۔ یہاں کئی تفرشیں ہونے کے امکانات رہتے ہیں۔ ایک شاعر اپنے اشعار کی تخلیق میں جتنی محنت کرتا ہے اس سے کہیں زیادہ کاوشیں مترجم کو کرنی پڑتی ہیں۔ شاعر کی آمد کو مترجم ”آورد“ سے اُمد بناتا ہے۔ جس کے لیے دونوں زبانوں پر گرفت کے علاوہ مترجم اپنے دل و دماغ کے گداز پن کو اس ماحول میں ڈھال لیتا ہے جس سے تخلیق وجود میں آئی ہے۔ شاعر اور مترجم دونوں کے (CONFLICT)، (TENSION)

اور (COMPROMISE) تقریباً یکساں ہونے چاہئیں۔ الفاظ کے معانی و مطالب سے صلح کرنے کے لیے مترجم کو جنگ بھی کرنی پڑتی ہے اور صوتی تاثر کے لیے الفاظ کی ایک ایک آواز کو ناپنا اور تولنا پڑتا ہے۔ غرض ایک لمبی تلاش و غرض اور تلاش و کاوش کے بعد روح کو صحیح قالب ملتا ہے۔ شاعری کے ترجمے کے وقت ہیئت یا فارم کا صحیح فیصلہ کرنا بھی اہمیت رکھتا ہے۔ اردو میں غزل، نظم، رباعی، مثنوی، مرثیہ اور قصیدہ وغیرہ مختلف اصنافِ سخن ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی اپنی الگ خصوصیات اور اپنا الگ طرزِ بیان ہے۔ ظاہر ہے ہر ادب میں یہ اصنافِ رائج نہیں ہیں۔ اس لیے ترجمے والی مروج اصناف میں سے کسی ایک صنف کو اپنے مقصد کے لیے اس طرح چننا چاہیے کہ وہ سارے تقاضے پورے کرے۔ شاعری کے ترجمے میں صرف مرکزی خیال کو ہی ظاہر کر دینا کافی نہیں ہے،

ہیں وہ تاثر بھی پیش کرنا چاہیے جو اصل کو پڑھ کر قاری کے ذہن میں قائم ہوتا ہے۔
 "زہر عشق" میں وصیت نامے کے ترجمے کے بعد مرکزی خیال کے ساتھ اگر وہ تاثر
 اور شدت ذہن میں قائم نہیں ہوگی جو اصل میں ہے تو ترجمہ اور اصل دونوں
 کے ساتھ نا انصافی ہوگی۔

ترجمے میں ایک خاص پریشانی محاورات کے ساتھ درپیش آتی ہے۔ ہر زبان کے
 محاورے، بولنے والوں کی روایات اور تہذیبی قدروں کے مطابق اور وہ جو
 مفہوم ادا کرتے ہیں، ان کے پیچھے ایک تاریخی بلوتی ہے۔ ایک خاص محاورے
 کے ذریعے ہم جو کچھ کہنا چاہتے ہیں بہت ممکن ہے دوسری زبان میں اس خیال کو
 ادا کرنے کے لیے کوئی محاورہ سرے سے موجود ہی نہ ہو، ایسی صورت میں برکتی
 عبارت کے حسن کو بگاڑ دیتی ہے اس لیے اعتدال سے کام لیتے ہوئے ہمیں
 محاورے کی جگہ محاورے کی جستجو کے بجائے اپنی ضرورت کے مطابق محاورے
 کے مفہوم کو الفاظ سے اور الفاظ کے معنوں کو محاورے کے ذریعے پیش کرنے
 کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ترجمے والی زبان میں کسی خاص محاورہ
 کا مفہوم ملتا ہے تو اس کے لیے صحیح قالب ڈھونڈ نکالنا یقیناً ایک دشوار کام
 ہو گا۔ انگریزی کے قالب میں اردو محاورہ "بھاگتے بھوت کی نگولی" کی روح
 انارنا یا آڑے بٹھینا، منہ سے بولو، سر سے کھیلو کے لیے صحیح قالب ڈھونڈنا
 مشکل کام ہے۔ اردو میں بیگمات کی زبانوں کے ساتھ بھی تقریباً ہی بات ہے
 جہاں کہتے ہی ایسے الفاظ فقرے اور جملے مل جائیں گے جنہیں روسی،
 فرانسیسی، جرمن یا انگریزی کے قالب میں ڈھالنا تقریباً ناممکن ہے۔ اس کی
 وجہ یہ ہے کہ اردو کے مقابلے میں ان زبانوں کی عورتوں کی حریت زندگی، عادات
 اطوار، سوچنے اور بات کرنے کے انداز قطعی مختلف ہیں۔ اس کے علاوہ مشرق
 میں بعض رسومات، خاندانی روایات اور رشتوں کے اعتبار سے بہت سی
 باتیں اور ان کے بیان کرنے کے انداز ایسے ہیں جو مغرب والوں سے ملنے نہیں سکتے۔

ترجمے کے وقت اگر ان باتوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو بہت ممکن ہے کہ عبارت کے متبائے کمال پر اثر پڑے یا وہ فضا ہی قائم نہ رہے جو اس تحریر کی جان ہے۔ مثال کے طور پر سسرور کی "فساد بھائب" سرشار کی "فساد آزاد" اور عصمت کا "چوگھا کا جوڑا" وغیرہ کو لیجیے، ان نثر پاروں میں اتنی ہندوستانییت ہے کہ انھیں مغرب کی کسی زبان میں لانے کے لیے اس زبان کو اردو "بننا پڑے گا۔"

کسی علمی یا ٹیکنیکل مضمون کے ترجمے میں بنیادی مسئلہ اصطلاحوں کا ہوتا ہے۔ بعض اوقات اصطلاحوں کو ہم بے دریغ مستعار لے کر حاشیوں میں ان کی تشریح کر دیتے ہیں مگر اصطلاحی زبان کے صوتی و صرفی منظر کے مطابق ہیں اور عبارت میں تعلقات کو نہیں بڑھنے دیتیں تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن یہاں ایک مسئلہ یہ کھڑا ہو سکتا ہے کہ اپنی وقتی ضرورت کے تحت ہم جو اصطلاح اپنا لیتے ہیں، اسی قبیل کے مضمون کے لیے جب مختلف اشتقاقی عمل دیکھنے والی اصطلاحیں پیش آئیں تو کیا انھیں بھی جوں کا توں مستعار لیا جائے گا؟ ظاہر ہے یہ ممکن نہیں۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ پوری اصطلاح کے بجائے ہم اس کی ساق (STEM) کو لے لیں اور مستعار لینے والی زبان کے مروجہ سالجے اور لائحے ہی اس میں استعمال کر دیں۔ مثلاً انگریزی میں سیات کی اصطلاح (FORM) کو لے کر ساق میں لاحقوں اور سابقوں کی مدد سے متعدد اصطلاحیں بنائی گئی ہیں؛ جیسے

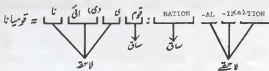
ALLOMORPH : MORPHONE

؛ MORPHOLOGICAL ؛ MORPHOLOGY ؛ MORPHEMICS ؛

MORPHEMIZATION ؛ MORPHOPHONEMICS ؛ MORPHOLOGICALLY

وغیرہ۔ اس طرح اردو میں مارن / مارفیم کو مستعار لے کر اپنے سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے علی الترتیب فوٹلی مارن، علم مارفیم، مارفیمیات، مارفیمیاتی، مارفیمیاتی طور پر، مارن فونیمیات اور مارفیمیات جیسی اصطلاحیں بنائی جاسکتی ہیں۔ اس عمل کے لیے بہتر ہوگا کہ پہلے ایک ساق سے متعلق جتنی بھی ممکن اصطلاحیں ہیں، ایک سیٹ کی شکل میں جمع کر کے انھیں چھوٹی سے چھوٹی

باسنی اکائیوں میں بانٹ لیا جائے اور ان کے متبادل اردو میں تلاش کر کے اصطلاحیں بنائی جائیں مثلاً



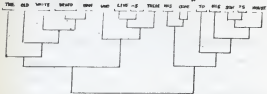
اصطلاحات وضع کرنے میں بعض دوسری قسم کی دشواریوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر لسانیات کی اصطلاحات کو پیچھے۔ اس علم کے کسی مضمون کا ہم ترجمہ کرنے جیٹھیں تو جگہ جگہ ہیں سوچنا پڑے گا کیوں کہ ہماری زبان اس علم سے بڑی حد تک بے بہرہ ہے۔ الفاظ کی ساخت کو زیر بحث لاتے وقت (ROOT) اور (STEM) کے لیے ہم حسب ترتیب مادہ اور ساق کا استعمال کرتے ہیں لیکن NUCLEUS جو مادے اور ساق سے ذرا ہٹی ہوئی چیز ہے، ہمارے پاس کوئی لفظ نہیں ہے۔ اسی طرح صوتیات میں CONCOID اور VOCOID کے لیے اگر مصمتے اور مصوتے کی اصطلاح نہیں رکھ سکتے کیوں کہ یہ دو مفہوم ادا نہیں کرتے جو بائلک نے اختیار کیے ہیں اور اپنی اپنی تحریفوں کے اعتبار سے CONSONANT اور VOWEL سے مختلف ہیں۔ بعض اوقات قواعد کے کچھ ایسے بنیادی عناصر ترجمے کے وقت پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں جو نظر انداز نہیں کیے جاسکتے۔ مثال کے طور پر جرمن سے اردو میں کسی ترجمے کو لپیچے۔ یہاں اس کی تذکرہ و تائید مقرر کرتے وقت یہ مسئلہ کھڑا ہو سکتا ہے کہ جرمن زبان کے مذکور، مؤنث اور NEUTRAL کے فرق اردو اسما میں کس طرح ظاہر کیے جائیں کیوں کہ اردو میں NEUTRAL جنس

کا تصور ہی نہیں ہے۔ اسی طرح زمانوں TENSES میں AORIST والے جملوں کا کیا ہو گا جب کہ اردو میں ماضی حال اور مستقبل ہی ملتے ہیں۔ جرمن زبان میں ہر پہر کے سلام کے لیے الگ الگ الفاظ ہیں۔ تحریر میں کبھی کبھی پہر کا تعین کرنے کے لیے مصنف محض سلام کے الفاظ سے کام لے لیتا ہے۔ اردو میں سلام کے لیے مختلف لفظ ضرور ملتے ہیں لیکن ان سے پہر کا اندازہ نہیں ہوتا۔ ترجمہ کرتے وقت ایسی صورت اگر سامنے آجائے تو ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے سوائے اس کے کہ جب عبارت میں پہر کی ضرورت محسوس ہو تو ہم دقت کے نعین کے لیے کسی جملے کا اضافہ کر دیں۔

کسی ادب پارے کے ترجمے کے وقت متعلقہ زبانوں کی ادبیات پر مترجم کی گہری نظر ہونی چاہیے۔ جس مصنف یا شاعر کی عقلیں زیر نظر ہے اس کے دوسرے شاگردوں سے بھی واقفیت ضروری ہے۔ مصنف کے اسلوب کی مجموعی خصوصیات بھی ذہن میں ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ دونوں زبانوں میں زبان اور بولی کے فرق کی جانکاہی بھی ترجمے میں مفید ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ نثری شہ پارے کے ترجمے کے دوران بہت ممکن ہے کہ مصنف نے اعلیٰ سوسائٹی اور متوسط و دیہاتی لوگوں کی زندگی کو اپنا موضوع بنایا ہو اور اپنی تحریر میں جگہ جگہ سماج کے ان طبقوں سے مکالمے ہوئے ہوں۔ مکالموں کے اس فرق کو زبان اور بولی کے فرق کو سمجھنے کے بعد ہی ترجمے میں صحیح طور پر پیش کیا جاسکتا ہے اور کرداروں کے مکالموں کے ساتھ انصاف کیا جاسکتا ہے۔

ترجمے میں جملہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر جملے کی ساخت کو پوری طرح ذہن میں نہ رکھا جائے تو مفہوم کی روح تو متاثر ہوتی ہی ہے، تحریر میں خیال کا حتمل بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ انجی نثر میں ہر پیرا گراف کا آخری جملہ عام طور پر اس پیرا گراف کا پتھر ہوتا ہے اس لیے خصوصاً اس جملے کے ترجمے کے وقت بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ ایسے موقعوں پر جہاں جملے کا مفہوم سمجھ میں نہ آ رہا ہو، جملے کو چھوڑے

چھوٹے بامنی حصوں میں تقسیم کر کے عمل (FUNCTION) اور ان کی مطابقت (AGREEMENT) کے لحاظ سے جملے کے معنی کو سمجھنا چاہیے۔ عمل اور مطابقت کو مادیہ نموں سے لفظوں میں، لفظوں سے فقروں میں اور فقروں سے کلموں یا نیم جملوں (CLAUSES) میں دیکھنا کارآمد ہو سکتا ہے؛ جیسے:



انگریزی کے اس جملے میں مختلف الفاظ فقرے اور کلمے ملتے ہیں جنہیں پڑے ہوئے مرتبہ قوسین کی مدد سے ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ مرتبہ قوسین پہلے سابق اور لاحقوں کی مدد سے تشکیل پانے والے پیچیدہ الفاظ COMPLEX WORDS کی نشاندہی کرتے ہیں۔ پھر ان الفاظ سے مل کر بننے والے فقروں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ اس بات کا بھی پتہ دیتے ہیں کہ فقروں کی ترتیب نیم جملوں یا کلموں میں کیا ہے۔ انہیں مرتبہ قوسین کی مدد سے جملے کی مجموعی ساخت سامنے آتی ہے۔ یہ مرتبہ قوسین جملے میں ہر یونٹ کی مطابقت کو ظاہر کرتے ہیں جن کے ذریعے ہم بامنی جملے کے صحیح مفہوم تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہی وہ طریق کار ہے جس سے یہ پتا لگایا جاسکتا ہے کہ ترجمے میں اصل یونٹوں کے مطابق مختلف عملوں اور مطالبوں کا صحیح تئیں ہوا ہے یا نہیں۔ اس طریق کار کی روشنی میں انگریزی کے مذکورہ بالا جملے کا اردو ترجمہ ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔

(دیجیے الگ صفحہ پر)

اردو میں علمی اصطلاحات کا ارتقار

اردو ایک اہم ہند آریائی زبان ہے جو بلا تفریق مذہب و ملت برصغیر ہند و پاک کے تقریباً دس کروڑ انسانوں کی مادری زبان کہلاتی ہے۔ یہ ہندوستان کی ہندو زبانوں میں سے ایک ہے جس کے تحفظ کی ضمانت ہندوستان کا آئین دیتا ہے۔ اردو کی عام فہم شکل جسے ہم "ہندوستانی" بھی کہتے آئے ہیں، ہندوستان کے ہر گوشے میں سمجھی جاتی ہے۔ اس زبان کو مادری زبان کی حیثیت سے پکارنے والے ملک کے ہر صوبے میں مختلف ٹکڑوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ جموں و کشمیر میں پہلی اور جہاڑ میں پریش، بہار، مغربی بنگال اور آندھرا پریش کے مختلف اضلاع میں یہ دوسری سرکاری زبان کا درجہ رکھتی ہے۔ اتر پریش، مدھیہ پریش، راجستھان، مہاراشٹر اور کرناٹک وغیرہ کی حکومتوں اور صوبائی اسمبلیوں سے اردو کو دوسری سرکاری زبان کی حیثیت سے تسلیم کیے جانے کی مانگ جاری ہے۔ پاکستان میں اسے ذمرن قومی زبان کا درجہ حاصل ہے بلکہ رابطے کی زبان انگریزی کے علاوہ اردو بھی ہے۔ اردو کی ترویج و اشاعت کی دباں وہی کوششیں ہو رہی ہیں جو ہندوستان میں ہندی کے لیے جاری ہیں۔ بنگلہ دیش میں بھی ایک بڑی تعداد اردو بولتی اور سمجھتی ہے۔

ہندوستان میں ایک رابطے کی زبان کی ضرورت نے سینکڑوں سال پہلے ہی کی گئی تھی
یہ مضمون ٹیکس ایسوسی ایشن (امریکا) میں منعقد ایک بین الاقوامی گول میز کانفرنس میں پیش کیا گیا۔ (انگریزی سے ترجمہ)

بارھویں صدی میں اردو کو جنم دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو برصغیر ہندوپاک کے کسی ایک خطے یا مخصوص علاقے کی زبان نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہی سے اس کا مرکزی کردار رہا ہے۔ ہندوستان کے مشرق، مغرب اور شمال میں اکثر و بیشتر ہندو آریائی زبانیں بولی جاتی ہیں جب کہ جنوبی ہند غالباً دراوڑی خاندان کی زبانوں کا علاقہ ہے لیکن ہندوستان میں اردو واحد ایسی زبان ہے جس کی نشوونما اور تشکیل و ارتقا میں دونوں لسانی خطوں نے حصہ لیا ہے۔ اردو دونوں علاقے خود بھی اس سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ اردو ہمیشہ سے شہروں کی زبان رہا ہے اور بہرہ اقتدار طبقے کی رہنمائی اور سرپرستی میں ہر وان چڑھی ہے اس لیے اس کو ترقی کے خاطر خواہ مواقع ملتے رہے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ دکن کے پہلی دور (میں لکھنؤ شاہی

دور کی زبان تھی اور شمال میں منلیہ سلطنت کے زوال سے لے کر انگریزوں کی حکومت کے خاتمے تک (۱۹۴۷ء) اردو کی تعلیم نہ صرف لازمی تھی بلکہ ۱۸۲۵ء میں فارسی کی جگہ اردو سرکاری زبان بھی بن گئی تھی۔ اردو سیاسی، معاشرتی، تجارتی، کاروباری، ادبی، علمی اور تعلیمی غرض مختلف سماجی ضروریات کے پیش نظر مختلف عہدوں میں مختلف علوم کے ماہرین کی توجہ کا مرکز بنی رہی ہے۔ اس سلسلے میں مقامی عاملوں کے ساتھ ساتھ بعض مغربی اسکالرس کے نام بھی لیے جاسکتے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے طور پر اردو کی قواعد میں لکھیں، لغات مرتب کیں، علمی و ادبی کتابیں تصنیف کیں، درسی نصاب تیار کیے، ترجمے کا کام کیا، سائنس کے مختلف قدیم و جدید علوم کی اصطلاحیں وضع کیں، زبان کو انتظامیہ کی ضرورت کے قابل بنادیا اور ایسے اسکول و کالج قائم کیے جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہو۔

فورٹ ولیم کالج، کلکتہ کے قیام (۱۸۰۰ء) کے بعد اردو زبان و ادب اور اس کی علمی و تعلیمی زندگی میں ایک انقلاب آیا۔ پرانے کہانی قصوں کو لے کر کتابیں لکھی گئیں، ترجمے ہوئے، تاریخ پر بھی کتابیں شکل میں کئی بڑے کام ہوئے۔ اردو زبان و قواعد اور لغت پر خود کارل کے پرنسپل جان گل کرسٹ () نے کام کیا۔ اردو پڑھانے اور اردو کے ذریعے پڑھانے پر بھی خاص توجہ دی گئی۔ اردو میں علمی و تعلیمی سرگرمیوں کے سلسلے میں ایک بڑا کام دہلی کالج (دہلی) (قیام ۱۸۲۵ء) کا بھی ہے۔ جو مدرسہ غازی الدین (قیام ۱۸۶۲ء) سے ترقی کر کے

اور نیشنل کالج دہلی بنا۔ یہاں مشرقی میں شکریت، عربی، فارسی کے علاوہ سماجی علوم اور جدید مغربی سائنس کی تعلیم اردو میں دی جاتی تھی۔ ترجمے کا کام دہلی کالج ورنکو لوٹر انالسٹن سوسائٹی کی سرپرستی میں ہوتا تھا جس کے زیر اہتمام اردو کی تقریباً ۵۰۰ کتابیں لکھی اور ترجمے کی گئیں۔ اس سلسلے میں انسٹی ٹیوٹ آف سائنسی ٹک سوسائٹی، علی گڑھ کا نام بھی لیا جاسکتا ہے جس کا قیام ۱۸۸۷ء میں سرسید احمد خاں () کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ اس کا مقصد بھی مغربی علوم اور ادب سے دنیا کو روشناس کرانا تھا۔ انسٹی ٹیوٹ نے انچرل سائنس، ٹیکنالوجی، پولیٹیکل اکاؤنٹی اور ہندوستان، یونان، جاپان، چین اور مصر و ایران کی تاریخ پر تقریباً ۲۰۰ کتابیں شائع کیں۔ یہاں سائنسی موضوعات پر توضیحی خطبات کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔ بعد میں سرسید احمد خاں نے ۱۸۸۳ء میں سوسائٹی کے مقاصد کو سمیت کر سائنسی علوم کے اردو تراجم تک محدود کر لیا۔ اسی سلسلے کی دو اور کڑیاں سلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ اور علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ہیں جہاں مختلف سائنسی علوم پر کام ہوتے رہے۔ سائنس میں انجمن ترقی اردو، ہند کا قیام عمل میں آیا جس کے مقاصد میں اردو زبان کو فروغ دینا، اردو میں جدید علوم پر تصنیف و تالیف کا کام کرنا، دنیا کی اہم کتابوں کے اردو میں ترجمے کرنا، تحقیق کے سائنسی فنک امو لوں کی مدد سے اردو کے کلاسیکی سرمایے کو ترتیب دینا۔ اردو کی ایک لسانی (MONOLINGUAL) اور دو زبانی (BILINGUAL) لغات مرتب کرنا وغیرہ جیسے اہم مقاصد شامل تھے۔ انجمن نے دو اعلیٰ درجے کے سرمایہ رسالے "اردو" اور "سائنس" بھی جاری کیے۔ اور اپنی شاخیں ملک میں جا بجا قائم کیں۔ کتب خانے اور اردو کے مکتب کھولے جن کی تعداد ۱۹۳۷ء میں سو سے زیادہ تھی۔ انجمن کی سرپرستی میں دہلی میں ایک "اردو کالج" بھی قائم (۱۹۳۰ء) ہوا تھا۔ پاکستان میں موجودہ "ترقی اردو کالج" (کراچی) بھی انجمن ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے جہاں سماجی اور سائنسی علوم کی تعلیم اردو میں دی جاتی

ہے۔ جامد عثمانیہ حیدرآباد وکن کے قیام کے ساتھ ہی دارالترجمہ عثمانیہ کا قیام (۱۹۱۷ء) بھی عمل میں آیا تھا۔ یہاں قدیم و جدید مشرقی و مغربی علوم و فنون کی تعلیم اردو میں دی جاتی تھی۔ اسی بات کے پیش نظر دارالترجمہ میں نصاب کی تیاری کے لیے تصنیف و تالیف کا کام شروع ہوا۔ عربی و فارسی اور خصوصاً انگریزی و غیرہ سے متعدد کتابیں ترجمہ کی گئیں۔ اصطلاحات سازی کے لیے کمیٹی بنائی گئی جس کی سفارشات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہزاروں نئی نئی اصطلاحیں وضع کی گئیں۔ آزادی کے بعد حیدرآباد میں پولس ایکشن کی وجہ سے دارالترجمہ عثمانیہ کا پیش تر سرمایہ ہنس ہنس ہو گیا اور اب جامد عثمانیہ اور دارالترجمہ کی ادبی و علمی خدمات کا مکمل فائل دستیاب نہیں ہے۔ لکھنؤ کی زسند گاہ کے ایک کارکن مولوی کمال الدین نے زسند گاہ کے ناظم کرنل ویکاک کی نگرانی میں کوئی بارہ رسالوں کا ترجمہ کیا جو قرآن، آیہ، ہیئت، حرارت، طبیعیات، بریاضی، منطق، طبیعی کیا، وغیرہ پر مشتمل تھے۔ اس سلسلے میں انجمن پنجاب اور اورینٹل کالج لاہور نے بھی متعدد علمی، ادبی اور سائنسی کتابوں کا ترجمہ کر کے انھیں چھاپا ہے۔ ہندوستان کی مرکزی حکومت کے زیر نگرانی اردو کی ترقی اور بقا کے لیے ۱۹۷۱ء میں ترقی اردو بورڈ

قائم ہوا جو بعد میں بورڈ فار پروموشن آف اردو BUREAU FOR PROMOTION OF URDU کہلایا۔ اس کے مقاصد میں تعلیمی ادب کی فراہمی، سائنس اور دوسرے جدید علوم پر مشتمل کتابوں کی تیاری اور ان کی اشاعت، نصاب کی بنیادی کتابوں کی تصنیف و تالیف اور بچوں کے میاری ادب کے علاوہ REFERENCE WORKS یعنی لغات، انسائیکلو پیڈیا اور مختلف علوم کی فرہنگوں کی ترتیب شامل ہے۔ بورڈ اب تک مختلف موضوعات پر تقریباً آٹھ سو کتابیں شائع کر چکا ہے۔ اور پانچ سو کے قریب زیر اشاعت اور زیر ترتیب ہیں۔ اس ادارے کے زیر نگرانی ملک کے مختلف حصوں میں خطاطی اور شارت ہینڈ کے اردو مرکز بھی چل رہے ہیں۔ نئے پروجیکٹوں میں اردو کی توضیحی کتابیات، اردو کی تعلیم ہندوستان میں خطا و کتابت، اور تعلیم بالغان جیسے کام بھی شامل ہیں۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامد علیہ سلامیہ (نئی دہلی) NCERT نئی دہلی، ہمدرد انسٹی ٹیوٹ (دہلی) مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ دارالمنین

اعظم گڑھ، ساہتیہ اکادمی (دہلی) اور مختلف صوبوں کی اردو اکادمیاں وغیرہ ایسے ادارے ہیں جہاں اردو کے علمی اور سائنسی ادب پر برابر کام ہوتے رہتے ہیں اور ان کا سلسلہ جاری ہے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں قومی زبان ہونے کے ناتے اردو پر کئی گراں قدر کام ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں سائنسی فلک سوسائٹی آف پاکستان (کراچی)، مرکزی اردو بورڈ (لاہور)، انجمن ترقی اردو پاکستان (کراچی)، مجلس ترقی ادب (لاہور)، مغربی پاکستان اردو اکادمی، مقتدرہ قومی زبان (اسلام آباد)، ادارۃ المعارف پنجاب (لاہور) اور ترقی اردو بورڈ (کراچی) ایسے ادارے ہیں جہاں سائنس، ٹیکنالوجی، طب، سماجی علوم، ادبیات، لغت، فزکس، انٹرنیٹ وغیرہ اور توفیقی کتابیات پر کئی بڑے کام سامنے آئے ہیں۔ اردو ذریعہ قیام اور نصاب کی فراہمی پر بھی یہ ادارے برابر کام کر رہے ہیں۔

علمی و علمی سرگرمیاں دوسری زبانوں کی طرح اردو میں بھی علم و وطن (C. KNOWLEDGE) کا آغاز ادبیات سے ہوتا ہے جس میں شاعری ہمیشہ سے حاوی رہی ہے لیکن ۱۸ ویں صدی کے اختتام پر ترجمے اور تصنیف و تالیف کے ذریعے جو علوم اردو میں متعارف ہوئے ان میں تاریخ، تصوف، مذہبیات، فلسفہ، علم نجوم، علم ہیئت، اخلاقیات، جغرافیہ، علم حیات، طب اور زبان و ادب وغیرہ اہم ہیں۔ اردو کا عربی، فارسی، ترکی اور سنسکرت سے کئی اعتبار سے گہرا تعلق رہا ہے اس لیے انہیں راستوں سے یہ مشرقی علوم ہماری زبان میں داخل ہوئے جیسا کہ اوپر کہا گیا کہ سماجی علوم کی دوسری شاخیں اور خالص (PURE) اور نچرل سائنسوں کی ابتدا دہلی کالج اور انسٹی ٹیوٹ آف سائنسز فلک سوسائٹی، علی گڑھ کے قیام کے بعد جوتی ہے جہاں جدید مغربی علوم کی تعلیم سے لے کر مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں لکھی اور ترجمہ کی گئیں۔ دہلی کالج کے پرنسپل اسپرنگ نے ۱۸۴۵ء میں قدیم و جدید سائنسی علوم کو نصاب میں شامل کر کے متعدد کتابیں انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرائیں مثلاً الجبرا، علم مثلث، تحلیلی مستوی، علم ہیئت، ریاضیات، جغرافیہ، علم اقلیدس، معاشیات، طبیعیات، علم جراحی، حرکیات، نباتیات، سکونیات،

علم کیا اور طبیعیات وغیرہ۔ اردو میں سائنس، طب، ٹیکنالوجی، زبان و قواعد لغات و فرہنگیات اور اصطلاح سازی کی تبلیغ و اشاعت پر انجمن ترقی اردو نے بھی زبردست کردار ادا کیا ہے۔ اس سلسلے کو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن)، اور دارالترجمہ عثمانیہ نے انتہا پر پہنچایا یعنی ان اداروں کے وسیلے سے ہی پرانی اور نئی دنیا کے تمام علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم کا بندوبست اردو میں ہوا۔ ان تعلیمی اداروں کے توسل سے اردو میں مغربی علوم پر جو کتا ہیں شائع ہوئیں انھیں باعتبار موضوعات مندرجہ ذیل ناموں سے یاد کیا جاسکتا ہے۔ یعنی الجبرا، علم ہندسہ، ٹکنالوجی، اطلاقی حسابیات، فلکیات، طبیعیات، عمومی طبیعیات، حیوانیات، علم جراثیم، سول انجینئرنگ، طب، طبیعیات، سرجری، آپتھما۔ لوجی، گیاتاکولوجی، تاریخ، قانون، عمرانیات، نفسیات، فلسفہ، مابعد طبیعیات، منطق، اخلاقیات، سیاسیات، علم کیمیا، نظری کیمیا، طبی کیمیا، آرگنائک کیمیا، ارضیات، نباتیات، انسانیات، تصویبیات وغیرہ۔ اردو میں جدید علوم کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جہاں ذریعہ تعلیم تو انگریزی تھا مگر اکثر مشرقی و مغربی علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انجمن ترقی اردو ہند عثمانیہ یونیورسٹی، دارالترجمہ عثمانیہ اور دوسرے اداروں اور سوسائٹوں میں سے ان علوم کی تعلیم و اشاعت پر جو لوگ سرگرم عمل رہے تھے ان میں بیشتر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ہی فارغ التحصیل تھے۔ مغربی علوم کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ اردو میں مغربی اقوام کے رابطہ میں آنے کے بعد ہی شروع ہوتا ہے اس لیے یورپی علما کی خدمات بھی قابل ذکر ہیں جنہوں نے جدید علوم پر متعدد کتا ہیں لکھیں اور ترجمہ کرائی ہیں۔ آزادی کے بعد ہندوستان کے سماجی ڈھانچے میں زبردست تبدیلی آئی ہے ہر چیز کا ازسرنو جائزہ لیا گیا ہے۔ مختلف زبانیں بولنے والوں اور نسلی گروہوں کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرکزی اور صوبائی حکومتیں اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھارہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو میں بھی تعلیم و اشاعت کا کام زور دینا پڑ رہا ہے۔ جس سے اردو دنیا میں نئے نئے علوم و فنون کے اضافے ہو رہے ہیں، سماجی، ماحولی

اور طبی علوم کے علاوہ اپنی نیرنگ، ٹیکنالوجی، کمپیوٹر سائنس کے مختلف موضوعات پر ترویج و اشاعت کا کام صوبائی اکادمیاں اور مرکزی ادارے برابر کر رہے ہیں۔ اردو میں انسائیکلو پیڈیا، لغت، فرہنگ اور زبان و قواعد کے اصول بھی دل جمعی سے کام لے ہوئے ہیں۔

تعلیم بذریعہ اردو: ہندوستان میں ایسے سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعداد اچھی خاصی ہے جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہے البتہ سرکاری تعلیمی اداروں کے مقابلے میں غیر سرکاری یا نیم سرکاری اسکولوں اور کالجوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو اردو ذریعہ تعلیم کے سلسلے میں پہلا اہم نام دہلی کالج، دہلی کا آسمان ہے جہاں ہائی سیکینڈری سطح تک جدید سائنسی علوم کی تعلیم بھی اردو میں دی جاتی تھی۔ سماجی علوم کی تعلیم کا نظام صرف ادنیٰ کلاسوں تک تھا۔ انجمن ترقی اردو کے زیر سرپرستی جو اسکول و کالج قائم ہوئے وہاں اردو ہی ذریعہ تعلیم تھی۔ اس سلسلے میں اردو کالج دہلی (۱۹۳۰ء) اور ترقی اردو کالج، کراچی کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ایک اہم نام شبلی کالج، اعظم گڑھ بھی ہے جہاں اکثر مشرقی اور سماجی علوم کی تعلیم اردو میں دی جاتی تھی۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن ابلا مشبہ ہندوستان کی کسی زبان کو ذریعہ تعلیم بنا کر پڑھانے کے اعتبار سے پہلی یونیورسٹی ہے جہاں تمام انسانی علوم چھوٹی جماعتوں سے لے کر اعلیٰ سطح تک اردو میں پڑھائے جاتے تھے۔ طیبہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور اجمل خاں طیبہ کالج، دہلی دو اہم ایسے تعلیمی ادارے ہیں جو یونانی طب کی تعلیم آج بھی اردو میں دیتے ہیں۔ جامعہ طیبہ اسلامیہ نئی دہلی میں جو انگریزوں کے غلبے سے الگ رکھنے کے لیے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ضد پر ۱۹۲۰ء میں قائم کی گئی تھی، اردو ہی ذریعہ تعلیم ہے۔ یہاں سماجی علوم میں خصوصاً ایجوکیشن، معاشیات، تاریخ وغیرہ کی تعلیم اردو میں ہوتی ہے۔ جامعہ اردو علی گڑھ (قیام مسقط) جو اردو زبان

ادب کی تعلیم و تدریس اور اشاعت کے لیے ایک کھلی یونیورسٹی کی حیثیت رکھتی ہے۔
 میں سماجی علوم مثلاً تاریخ، جغرافیہ، امور خاونداری، زبان و قواعد، عمرانیات اور
 مختلف ادبیات وغیرہ کے امتحانات اردو ہی میں ہوتے ہیں جن کے میاں ہائی سیکنڈری
 سے لے کر پوسٹ گریجویٹ تک کے جا سکتے ہیں۔ عورتوں کی علمی درس گاہ و دین
 پولی ٹیکنک (WOMEN POLYTECHNIC) علی گڑھ میں بھی ذریعہ تعلیم اردو ہے۔ بمبئی
 میں انجنیئر اسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے زیر نگرانی ریسرچ اور ٹیکنک کا کام اردو
 ہی میں ہوتا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک POLYTECHNIC بھی اسی انجنیئر کے
 زیر نگرانی کام کر رہا ہے۔ حیدرآباد دکن میں اردو کالج کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ
 ہے جہاں بی اے اور بی کام کی تعلیم اردو میں ہوتی ہے۔ اساتذہ کی ٹریننگ کے لیے
 بھی وہاں ایک اردو کالج ہے۔ اسی نوعیت کا ایک کالج بمبئی میں بھی ہے۔ نجد عجبہ
 پولی ٹیکنک کے نام سے ناگ پور میں بھی انجینیئرنگ کی تعلیم کے لیے ایک درس گاہ
 ہے۔ اردو اساتذہ کی تربیت اور اردو ریسرچ کے لیے سونی دھلا، پٹیار اور بھنڈو
 میں بھی ایسے ادارے ہیں جو سینٹرل انسٹی ٹیوٹ آف انڈین لینگویجز میسور کی سرپرستی
 میں چل رہے ہیں۔

ایک غیر سرکاری جائزے کے مطابق ہندوستان میں ایسے اردو مدرسے
 اور اسکول لاتعداد ہیں جو اردو اور اسلام کی دینی تعلیم کے لیے وقت ہیں۔ ملک میں مختلف
 صوبوں میں سرکاری، نیم سرکاری اور نجی PRIVATE اردو ذریعہ تعلیم اسکولوں کے اگر
 اعداد و شمار تیار کیے جائیں تو ان کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ صرف
 دارالسلطنت دہلی اردو میڈیم اسکولوں کی تعداد ۳۵ بتائی جاتی ہے۔ صوبہ بہار شہر
 میں دوستو کے قریب سیکیٹری سطح پر ایسے اسکول ہیں جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہے
 کرناٹک میں اردو پڑھانے اور اردو پرائمری و سیکیٹری اسکولوں کی تعداد کا اندازہ
 اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہاں ۶۵ ہزار اردو اساتذہ ہیں۔ بہار اور اتر پردیش
 کے صوبوں میں اردو سیکیٹری اسکولوں کی تعداد ہزاروں میں بیان کی جاتی ہے۔

اور مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی کے زیر۔

اجتہاد تامل ناڈو میں متعدد اردو میڈیم اسکول چل رہے ہیں۔ اسی طرح تمل و کشمیر مدھیہ پردیش، راجستھان، بنگال، اڑیسہ، آندھرا پردیش، گجرات اور آسام وغیرہ صوبے آتے ہیں جہاں بے شمار اردو میڈیم اسکول قائم ہیں۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان اسکولوں میں اکثر و بیشتر اسکول ایسے ہیں جہاں اردو زبان کے علاوہ صرف مذہبی تعلیم دی جاتی ہے اور قرآن کو سنی و مطالب کے بنام صرف مذہبی عقیدے کے تحت پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ ان اسکولوں میں جدید علوم و فنون کی تعلیم و تدریس کا کوئی معقول انتظام نہیں ہے۔ اور ان کا تعلیمی مییار بہت پست ہے۔

وسائل کی کمی کی وجہ سے پاکستان کے بارے میں دلچسپی سے کچھ نہیں کہا جاسکتا لیکن گمان غالب ہے کہ وہاں اردو میڈیم اسکولوں اور کالجوں کی اچھی خاصی تعداد ہوگی۔ قومی زبان ہونے کی وجہ سے اردو اور اردو ذریعہ تعلیم پر وہاں یقیناً بہت کچھ ہو رہا ہوگا۔ اسلام آباد میں البتہ ایک اوپن یونیورسٹی کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہے۔ اور جہاں متعدد سماجی علوم اردو میں پڑھائے جاتے ہیں۔ انہیں ترقی اردو پاکستان کے زیر نگرانی کراچی میں ایک اردو کالج بھی ہے جو کہ گریجوییشن تک مختلف علوم کی تعلیم اردو میں ہی دیتا ہے۔ انجمن کے علاوہ مرکزی اردو بورڈ، ترقی اردو بورڈ اور مغربی پاکستان اردو اکادمی وغیرہ کے زیر نگرانی اردو کی تعلیم و تدریس کے کئی ادارے چل رہے ہیں۔

اردو کی نصابی کتابیں: ہندوستان میں متعدد سرکاری اور نیم سرکاری ادارے ایسے ہیں جہاں مختلف تعلیمی سطحوں کے لیے ٹیکسٹ بکس کی تیاری اور طالب علموں کے لیے ان کی فراہمی کا کام ہوتا رہا ہے۔ مختلف صوبوں کی اردو اکادمیاں اپنے اپنے علاقوں کے لیے بھی یہ کام کرتی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ کئی نجی ادارے اور چھاپہ خانے نصابی کتب تیار کرتے اور چھاپتے ہیں۔ دلچسپیاں یہ تھیں۔ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں

یونیورسٹیاں بورڈز کی گرانٹ کیشن کے مالی تعاون سے اپنے اپنے معیار اور تعلیمی ضرورت کے مطابق نصابی کتب مرتب کرتی رہتی ہیں۔ نجی اداروں اور چھاپ خانوں کے معیار پست ہیں۔ سرکاری اور نیم سرکاری ادارے اپنی علاقائی ضرورتوں کے مطابق ایک ہی کلاس کے لیے الگ الگ نصابی کتب تیار کرتے ہیں۔ ملکی سطح پر ان میں یکسانیت نہیں پائی جاتی البتہ NCERT نیشنل بک ٹرسٹ کسی حد تک اس کی کاپیوں کو پورا کر رہا ہے۔ یہاں ایک کلاس یا اسٹینڈرڈ کے لیے جو کتب تیار ہوتی ہے وہ علاقائی زبانوں میں ترجمہ کر کے اسی اسٹینڈرڈ کے لیے وہاں فراہم کر دی جاتی ہے۔ اردو میں بیورو فار پرموشن آف اردو، NCERT اور نیشنل بک ٹرسٹ کے تعاون سے ہائی سیکنڈری سطح تک کی کلاسوں کے لیے متعدد کتابیں لکھوا کر یا ترجمہ کر کے چھاپ چکا ہے۔ اب تک تقریباً ۵۰ موضوعات پر نصابی کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ۱۳ موضوعات پر زیر ترمیم ہیں بورڈ انجمن ترقی اردو و شاخ آندھرا پردیش کے تعاون سے کالج کی سطح پر بھی اردو کی نصابی کتب کے لیے کام کر رہا ہے۔ یہ کتابیں دو حصے اردو کالجوں کے لیے بھی دستیاب ہوں گی۔ سائنس، ایسوسی ایٹس HUMANITIES اور کامرس کے ۴۵ موضوعات پر اب تک کتابیں تیار ہو چکی ہیں۔ ان میں سے سترہ موضوعات کی کتابوں کی اشاعت ہو چکی ہے اور باقی کتابیں زیر اشاعت ہیں بحیثیت مجموعی درسی یا نصابی کتابوں میں بورڈ زراعت، نباتات، قدیمیات، عمرانیات، علم کیمیا، کامرس، ماسٹریا، ایجوکیشن، ایجنیئرنگ، ٹیکنالوجی، جغرافیہ، ارضیات، تاریخ، قانون، لائبریری سائنس، لسانیات اور ادب میں بنیادی نصابی کتابیں اور تنقید، حیاتیات، شماریات، نفسیات، علم فلسفہ، طببیات، سیاسیات، یونانی، طب، مغربی ادویات، حیوانیات، حیاتی کیمیا وغیرہ پر تقریباً ۱۰۰ کتابیں چھاپ چکا ہے۔ اس کے علاوہ سرکاری، نیم سرکاری اور نجی اداروں یا پبلیکیشن ہاؤسوں میں مکتبہ جامعہ، انجمن ترقی اردو، ایجوکیشنل بک ہاؤس، مہاراشٹر ٹیکسٹ بک بورڈ (مہاراشٹر)، اتر پردیش ٹیکسٹ بک بورڈ (مہاراشٹر)، گجرات ایسٹ بورڈ آف اسکول

ٹیکسٹ بکس (گاندھی نگر)، ودھیابھون (پٹنہ) اور ٹیکسٹ بک بورڈ (سرگرم) وغیرہ کے نام کافی اہم ہیں جو مقامی اسکولوں اور کالجوں کی ضروریات کے چٹا نظر اردو میں ٹیکسٹ بک فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اردو میں نصاب کی کتابوں کی تیاری میں صوبائی اردو کالجوں کا مالی تعاون بھی شامل حال رہتا ہے۔ اردو میں مراسلاتی کو کس شروع کرنے کی بھی ایک تجویز ہے جس کے لیے ترقی اردو بورڈ اردو مراسلاتی نصاب بھی تیار کر رہا ہے جو ہندی اور انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنا کر تیار کیا جائے گا اور بعد میں ہندوستان کی دوسری زبانوں میں اس کی اشاعت ممکن ہوگی۔ اس سلسلے میں اندرا گاندھی کھلی یونیورسٹی کا نام بھی قابل ذکر ہے جو اردو زبان و ادب سکھانے کے لیے مراسلاتی نصاب تیار کر رہی ہے۔

اردو میں حوالہ جاتی کتب : اردو میں لغت، فرهنگ، انسائیکلو پیڈیا، اشتقاقیات محاوروں کی فرهنگ اور کونسی کتابیات وغیرہ پر مستدکام ہو چکے ہیں لیکن خاص زور لغت پر رہا ہے۔ اردو میں کل ملا کر اب تک تقریباً تسو لغات مرتب ہو چکی ہیں۔ ان میں یک زبانی اور دو زبانی چھوٹی بڑی سب لغتیں شامل ہیں۔ لغت پر اردو میں سب سے پہلا کام عبدالواسع ہانسوی کا ہے جنہوں نے فارسی میں غرائب اللغات لکھی جس میں اردو الفاظ کے معنی فارسی میں دیئے گئے ہیں۔ اس لغت کو بنیاد مان کر خان آرتور (۱۹۴۴ء) نے نوادر الالفاظ لکھی جس میں غرائب اللغات کی تصنیف کا مقصد بھی بیان کیا گیا ہے۔ یک زبانی میں تاریخی اعتبار سے ”فرہنگ آصفیہ“ ”فیروز اللغات“، ”فرہنگ عامرہ“، ”جامع اللغات“، ”نور اللغات“، ”کریم اللغات“ ”سرماچہ زبان اردو“ اور ایک بال تصویر لغت ”ریس اللغات“ اہم ہیں۔ دو زبانی لغتوں میں انگریزی، روسی، ترکی، جرمن، عربی، فارسی اور چینی وغیرہ کی لغات تیار ہو چکی ہیں۔ اردو سے انگریزی اور روسی دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوپاک کی مختلف مقامی زبانوں مثلاً ہندی، بنگالی، پنجابی، مراٹھی، کنڑ، سندھی، پشتو، بلوچی وغیرہ کو لے کر

اردو میں لغات مرتب ہو چکی ہیں۔ قدیم اردو کی بھی کئی لغات ترتیب دی جا چکی ہیں۔ حال ہی میں ترقی اردو بورڈ نے پانچ جلدوں میں اردو سے اردو اور پانچ جلدوں میں انگریزی سے اردو لغت تیار کی ہیں۔ اردو انگریزی لغت بھی تیار کی کے مراحل میں ہے۔ یہاں طلبہ کے لیے اردو سے اردو ایک چھوٹی لغت بھی تیار کرائی گئی ہے جو تقریباً چالیس الفاظ پر مشتمل پر مشتمل ہے۔ پاکستان میں ایک کثیر لسانی لغت تیار ہوئی ہے جو سات زبانوں پر مشتمل ہے اور "ہفت زبانی لغت" کے نام سے پکارا جاتی ہے۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں انسائیکلو پیڈیا پر الگ الگ کام ہو رہا ہے۔ ہندوستان میں ترقی اردو بورڈ کے زیر نگرانی ۱۲ جلدوں میں انسائیکلو پیڈیا تیار ہوئی ہے جو زیر اشاعت ہے۔ پاکستان میں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا اردو ترجمہ ۱۲ جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔ توہمینی کتابیات پر بھی ہندو پاک میں کئی کام ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس سلسلے میں "قاموس الکتاب" کے نام سے تین جلدوں میں مذہبیات، عمرانیات اور تاریخ کی توہمینی کتابیات کو انجمن ترقی اردو پاکستان نے ترتیب دے کر چھاپا ہے۔ ایک کتاب الفہرست کے نام سے بھی چھپی ہے جس میں مختلف ملک اردو میں جو کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان کی مکمل فہرست ہے۔ اردو اشتقاقی لغت کی پہلی جلد حرف الف کو لے کر مکمل کر کے چھاپ دی گئی ہے جو ہزاروں الفاظ پر مشتمل ہے۔ مختلف قدیم و جدید علوم پر فرہنگیں بھی تیار ہو چکی ہیں۔ صرف ترقی اردو بورڈ انکی دہلی نے ۱۸ موضوعات پر فرہنگیں تیار کرائی ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔ قدیمیات (۵۵) نباتیات (۵۶۱۱)، علم کیمیا (۵۴۵۹)، کائنات (۸۹۰)، معاشیات (۱۱۴۳)، ایجوکیشن، فلسفہ اور نفسیات (۱۰۸۹۳)، جغرافیہ (۷۳۴۵)، ارضیات (۲۶۰۳) تاریخ اور سیاسیات (۲۹۳۳)، قانون (۱۱۴۳)، لائبریری سائنس (۴۴۳۰)، لسانیات (۵۱۵۰)، حساب (۵۰۰۰)، طبیعیات (۵۸۶۴)، سماجیات (۴۸۹۱)، شماریات (۳۶۰۰) اور حیوانیات (۸۴۵۰)۔ باقی علوم کی فرہنگیں زیر ترتیب ہیں۔ اس سلسلے میں پاکستان میں بھی برابر کام ہو رہا ہے۔ وہاں

بھی جدید علوم کی مختلف فرہنگیں سامنے آچکی ہیں۔

اردو میں پندرہ روزہ، ماہ وار اور سہ ماہی کئی ایسے رسالے اور جریڈے ہیں جن میں اکثر و بیشتر علمی ادب کے مختلف پہلوؤں پر مضامین چھپتے رہتے ہیں۔ لیکن ایسے رسالوں کی کمی ہے جو محض حوالہ جاتی نوعیتوں کی تحریروں کے لیے وقف ہوں یا جن پر باقاعدگی کے ساتھ لکھا جاتا رہا ہو۔ بہر حال بورپو فار پروموشن آف اردو کا رسالہ "اردو دنیا" ایک اہم رسالہ ہے جس میں بورپو کی خود شائع کردہ کتابوں لغات، فرہنگ، انسائیکلو پیڈیا وغیرہ کے اقتباسات یا ان کے اصول و ضوابط پر لکھا ہوا ملتا ہے۔ اردو انسائیکلو پیڈیا کے نام سے ایک رسالہ حیدرآباد سے بھی شائع ہوتا ہے جس کے اکثر صفحات علمی اصطلاحات کے لیے وقف ہوتے ہیں۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سہ ماہی رسالے "تکرر و نظر" میں بھی پابندی سے علمی موضوعات، لغت اور دوسرے حوالہ جاتی کاموں

REFERENCE WORKS

سے متعلق مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اسی سلسلے میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کا "جامعہ" ہے، "بہی" کا "نوائے ادب"، "اعظم گڑھ" کا "المعارف"، "دور پاکستان" کے مختلف رسائل اور ہفتہ وار پرچوں کے نام بھی لیے جاسکتے ہیں۔ مقتدرہ قومی زبان "اردو" کے ایسے ہی کاموں کے لیے وقف ہے جو حوالہ جاتی کاموں

سے متعلق ہوتے ہیں۔ علمی، تعلیمی اور سائنس سے متعلق موضوعات پر چھپنے والے رسالوں میں "سائنس کی دنیا"، "یوجنا" اور "ہمدرد و صحت" وغیرہ کے نام بھی لیے جاسکتے ہیں جن کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے

اردو میں وضع اصطلاحات کے اصول و ضوابط: زبانیں نئی ہوں یا پرانی ہیں انڈیا سماج کی ہوں یا ترقی یافتہ قوموں کی، اصطلاحات وضع کرنے کا مسئلہ سب کے سامنے رہتا ہے البتہ مسئلے کی نوعیتیں قوموں کی سماجی زندگی کے ارتقائی عمل کے مطابق بدلتی رہتی ہیں۔ اردو کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ اردو سماج

کی سیاح سماجی، معاشی، ثقافتی، کاروباری اور علمی بیداری کے ساتھ ساتھ اس میں نئے نئے موضوعات متعارف ہوئے اور ان کے مطابق نئی اصطلاحیں وضع ہوتی رہیں لیکن تعلیم کی طرف رجحان بڑھنے کی وجہ سے جب کلاس روموں میں قدیم و جدید اور مشرقی و مغربی علوم پڑھائے جانے لگے تو اصطلاحات وضع کرنے کا مسئلہ ہماری ایک بڑی ضرورت بن گیا جس کے لیے مختلف کمیٹیاں بنیں۔ نئے نئے چینل قائم ہوئے۔ وضع اصطلاحات پر کتبیں لکھی گئیں، اصول مرتب ہوئے اور ماہرین علوم اور اساتذہ کے مشوروں، ہدایتوں اور سفارشوں کی روشنی میں یہ کام انجام کو پہنچا۔ اردو میں وضع اصطلاحات کے سلسلے میں کئی اداروں، انجمنوں اور سوسائٹیوں کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً دہلی کالج کی SOCIETY OF

KNOWLEDGE IN INDIA THROUGH THE MEDIUM OF VERNACULAR LANGUAGES.

انسٹی ٹیوٹ آف سائنسی ٹک سوسائٹی، علی گڑھ، انجمن ترقی اردو (ہند)، دارالترجمہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن)، یورپی فار پر موشن آف اردو انجمنی دہلی وغیرہ ان کا ذکر پچھلے صفحات میں تفصیل سے آچکا ہے، اردو میں کئی رسلے اور ایسی باقاعدہ کتبیں بھی ملتی ہیں جن میں وضع اصطلاحات کے مختلف مسائل پر بحث ہے۔ ان میں "اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ" عبدالحق، "فرہنگ اصطلاحات علمیہ" انجمن ترقی اردو (ہند)، "اصطلاحات علم جدیدہ" عثمانیہ یونیورسٹی، "اصول وضع اصطلاحات" سید حسن بلگرامی، اور "وضع اصطلاحات" وحید الدین سلیم، خصوصاً قابل ذکر ہیں۔

اصطلاح سازی کافی نازک مسئلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کے مختلف ادیبوں، سوسائٹیاں اور ان کے اراکین اس موضوع پر عرصہ دراز سے غور و خوض کرتے رہے ہیں۔ اردو میں وضع اصطلاحات کے جو اصول و ضوابط بنائے گئے ان میں وقت اور ضرورت کے مطابق ترمیم و اضافے بھی ہوئے ہیں۔ اصطلاح سازی پر سب سے پہلے باقاعدہ کام دہلی کالج میں شروع ہوا۔

کالج کی مجلس ترجمہ کے اراکین نے سماجی علوم اور سائنس کی اصطلاحیں وضع کرتے وقت حسب ذیل اصولوں کو پیش نظر رکھا:

۱۔ سائنس کے کسی ایسے لفظ کا مترادف اردو میں نہ ہو تو سادہ خیال ظاہر کرتا ہے تو وہ بھنساہ انگریزی سے مستعار لے لیا جائے جیسے سو ڈیم، کلورین وغیرہ۔

۲۔ سائنس کے کسی ایسے لفظ کا ہم معنی لفظ جو سادہ خیال ظاہر کرتا ہے،

اردو میں اگر ہے تو اسے استعمال کیا جائے؛ جیسے آکسین کی جگہ لوہا دیفرہ

۳۔ اگر لفظ مرکب ہے اور اس کے دونوں جزا اردو میں نہیں ملتے تو اس

لفظ کو بھنساہ اردو میں استعمال کیا جائے؛ جیسے ہائیڈروجن ایتھم وغیرہ

۴۔ اگر لفظ مرکب ہے اور اس کے دونوں حصوں کے الگ الگ مترادف

اردو میں ملتے ہیں تو انھیں ملا کر انگریزی لفظ کے مترادف اردو میں

استعمال کیا جائے؛ جیسے ایرومین کی جگہ ہوائی جہاز وغیرہ۔

۵۔ مرکب لفظ میں ایک جز کا مترادف اردو میں موجود ہے اور دوسرے

کا نہیں تو انگریزی سے دوسرے جز کو لے کر اس میں اردو لفظ ملا کر

مرکب بنا لیا جائے۔

۶۔ سائنس کا ترجمہ انگریزی سے کیا جا رہا ہے اس لیے دوسری زبانوں

کے بجائے انگریزی سے ہی استفادہ کیا جائے۔

۷۔ اصطلاح کا ترجمہ کرتے وقت لفظی ترجمے کے بجائے مفہوم کو لے کر

ترجمہ کیا جائے۔

۸۔ نباتات کی اصطلاحوں کا ترجمہ بہت مشکل ہے، اس لیے انگریزی سے

استفادہ کیا جائے جس میں درختوں کی انواع کے نام یا تو اس

نوع کے خاندان کے کسی ممتاز فرد کے نام پر رکھے جاتے ہیں یا نوع کی

بعض مشترک خواص کی بنا پر۔ اس قاعدے کی پابندی اردو میں بھی

کی جانی چاہیے۔ CENTRAL ADVISORY BOARD OF EDUCATION کے سامنے جب اصطلاحات کا مسئلہ آیا تو اس نے تجویز کیا کہ سارے ہندوستان کے لیے سائنس کی مشترکہ اصطلاحیں وضع ہوں۔ ان اصطلاحات کا مشترک اور بڑا حصہ انگریزی اصطلاحات ہوں جو بجنسہ اختیار کر لی جائیں۔ اس بورڈ نے یہ بھی تجویز کیا کہ اصطلاحات کے لیے ہر ہندوستانی زبان میں تین خاص درجے ہونے چاہئیں۔
الف: بڑا حصہ انگریزی اصطلاحات پر مشتمل ہو۔

ب: ہر ہندوستانی زبان میں ایک بہت مختصر تعداد اُسی زبان کے ایسے الفاظ کی ہو جو اس زبان سے متعلق ہوں۔

ج: سنسکرتی اور دراوڑی خاندان کی زبانوں کے لیے سنسکرت کی اصطلاحیں اختیار کر لی جائیں۔ اور ہر اگر تک زبانوں یعنی اردو، پشتو، سندھی کے لیے عربی و فارسی، لیکن ایسی اصطلاحوں کی تعداد مختصر ہی ہوگی۔

اسی غرض کے لیے ایڈوائزری بورڈ نے ایک کمیٹی بنائی جس کا جلسہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء میں حیدرآباد میں ہوا۔ اس میں صوبوں کے ڈائریکٹر تعلیمات، یونیورسٹیوں کے بعض وائس چانسلرز اور کچھ سائنس دان شریک تھے۔ کمیٹی کی تجاویز یہ تھیں:

- ۱۔ بین الاقوامی اصطلاحات تمام ہندوستان کی زبانوں میں استعمال ہوں
- ۲۔ عام تعلیم کی خاطر ہر ہندوستانی زبان کی مخصوص اصطلاحات بوجہ مرمت اور مروج ہونے کے قائم رکھا جائے اور اعلیٰ تعلیم کے لیے نئی اصطلاحیں وضع ہوں۔

۳۔ ایسے بورڈ مقرر کیے جائیں جو ہندوستانی اور دیرادری تقسیم کی بنیاد پر زبانوں کے لیے مشترک اصطلاحیں تیار کریں۔

۴۔ یکسانیت کی خاطر نصاب کی کتابوں میں ایک ہی اصطلاح استعمال ہو۔

۵۔ یکسانیت قائم رکھنے کے لیے اردو میں ریاضی کے سوالات اور مسئلہ

ہائیں سے دائیں لکھے جائیں۔

میر حسن بکراچی نے انجمن ترقی اردو کے سکریٹری ڈاکٹر عبدالحق کی درخواست پر اصول وضع اصطلاحات میں اصطلاح سازی کے چند اصول مرتب کیے ہیں جنہیں وضع اصطلاحات کے وقت پیش نظر رکھا گیا جو حسب ذیل ہیں :

- ۱۔ ایسی اصطلاحیں وضع کی جائیں جن سے حافطے پر کم زور پڑے۔
- ۲۔ عربی و فارسی کی مروجہ اصطلاحوں کو قائم رکھا جائے۔
- ۳۔ نئی اصطلاحوں کے لیے حتی الامکان ہندی، فارسی، عربی اور پھر انگریزی سے مدد لی جائے۔
- ۴۔ ثقیل تلفظ والی اور بڑی ترکیبوں والی اصطلاحوں سے گریز کیا جائے۔
- ۵۔ اصطلاح وضع کرتے وقت اضافت اور دایرِ مطلق وغیرہ سے کام لیا جائے۔
- ۶۔ عربی و ہندی کے ٹھیک الفاظ سے پرہیز کیا جائے۔
- ۷۔ جہاں دو یا تین لفظوں کو ملا کر ایک مرکب اصطلاح بنانا مقصود ہو وہاں اس قدر تصرف کیا جائے کہ ہر لفظ کی ایک دو آوازیں حذف ہو سکتی ہیں۔
- ۸۔ اسم سے فعل بنالینا ایک قسم کا تصرف ہے جس سے اصطلاح بناتے وقت کام لیا جاسکتا ہے۔

اصطلاح سازی کے سلسلے میں ایک بڑا اور اہم نام وحید الدین کا بھی ہے۔ جنہوں نے اصطلاحات کے مسائل اور اصول و ضوابط پر ایک مستقل کتاب ”وضع اصطلاحات“ کے نام سے لکھی جو اردو میں اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ اس کتاب میں سادہ اور مرکب اصطلاحوں کے مسائل پر تفصیل سے بحث ہے۔ وحید الدین سلیم کے خیالات سے دارالترجمہ عثمانیہ میں اصطلاح سازی کے وقت کافی مدد لی گئی۔ ان کی بعض تجاویز حسب ذیل ہیں۔

- ۱۔ اصطلاح وضع کرنے میں ایسی تمام زبانوں سے مدد لی جاسکتی ہے جن کے

- الفاظ اردو میں رائج ہیں؛ مثلاً عربی، فارسی، ترکی ہنسکرت اور دیہی زبانیں۔
- ۲۔ رائج الفاظ کی مدد سے اصطلاحیں بنائی جائیں۔
- ۳۔ اصطلاحی معنی کا نمایاں اور ممتاز حصہ اصطلاحی لفظ سے ظاہر ہو۔
- ۴۔ عنصری زبانوں کے مشہور اور رائج الفاظ سے وضع اصطلاحات میں کام لیا جائے۔
- ۵۔ عربی زبان کی قدیم مفرد علمی اصطلاحیں قائم رکھی جائیں۔
- ۶۔ مفرد اصطلاحیں عربی کے ان رائج اور مستقل الفاظ سے بنائی جاسکتی ہیں جو چارے یہاں پہلے سے موجود ہیں۔
- ۷۔ انگریزی کی ایسی اصطلاحوں سے گریز کیا جائے اور ان کی جگہ نئی اصطلاحیں وضع کی جائیں جو روم اور یونان وغیرہ کی نئی تہذیب سے لی گئی ہوں۔
- ۸۔ مفرد اصطلاح کے لیے مفرد اصطلاح ہی وضع کی جائے۔
- ۹۔ انگریزی میں جو اصطلاحیں بہم ہیں ان کی جگہ صحیح معنی والی اصطلاحیں اردو میں وضع کی جائیں۔
- ۱۰۔ جو اصطلاح بننے وہ سادہ اور رواں ہونی چاہیے۔
- ۱۱۔ مرکب اجزاء میں سے صرف حرف علت گرا دینا چاہیے۔ اس طرح مرکب چھوٹے ہو جائیں گے اور آئندہ اشتقاق میں آسانی پیدا ہو سکتی ہے۔
- ۱۲۔ مرکب کے پہلے جز کا آخری اور دوسرے جز کا پہلا حرف ایک ہے تو ان میں سے ایک کو گرا دینا چاہیے۔
- ۱۳۔ اگر مرکب کے پہلے جز کا آخری حرف اور دوسرے کا پہلا حرف قریب المتصروف ہوں (ت و د، س و ش) تو ان میں سے ایک حرف حذف کر دینا چاہیے۔ اس میں سے ایک حرف کو آڑا کر دوسرے کو مشدّد کر دیا جائے تو بھی بہتر ہے
- وحید الدین سلیم انگریزی الفاظ کا اردو میں ترجمہ کرتے وقت انھیں ہجستوں

میں بانٹنے کی سفارش کرتے ہیں جو اس طرح ہیں :

پہلی قسم ان معمولی الفاظ کی ہے جو بطور اصطلاح استعمال ہوتے ہیں۔ ایسے الفاظ کارارد میں ترجمہ ہونا چاہیے۔ دوسری قسم میں ایسے جامد اسماء اور مختلف چیزوں کے لفظی نام آتے ہیں جو نہایت عام فہم ہیں لیکن زیادہ تر ایک خاص فن میں استعمال ہونے کی وجہ سے انھوں نے نیم اصطلاحی شکل اختیار کر لی ہے، ایسے الفاظ کارارد میں ترجمہ کیا جائے یا مناسب ترمیم سے انھیں موزوں بنایا جائے۔ تیسری قسم میں سائنس کی اشیاء کے غیر اشتقاقی نام آتے ہیں۔ ابتدا میں جب ایسے نام وضع کیے گئے تو اکثر حالتوں میں جن چیزوں کے لیے استعمال کیے گئے ان کی وہ خاصیت ظاہر نہیں کرتے تھے لیکن ان میں سے بہت سے الفاظ کے اشتقاقی معنی عرصہ دراز سے مفقود ہو گئے۔ یہ الفاظ دوسرے درجے کے جامد لفظ بن گئے۔ ایسے الفاظ کا ترجمہ نہ کر کے ان کی اطلاق خاص قواعد کی پابندی کے ساتھ لکھی جائے۔ چوتھی قسم میں نباتات و حیوانیات کے مرکب علمی ناموں کو شمار کیا جاسکتا ہے۔ جو ابتدا میں اشتقاقی معنی رکھتے تھے۔ اب یہ کیفیت نہیں رہی۔ لہذا قسم (۱) کی طرح یہ بھی جامد اسماء تصور کیے جائیں اور انھیں اردو میں جوں کا توں رکھا جائے۔ پانچویں قسم میں مفرد الفاظ آتے ہیں جن کے اشتقاقی معنی صاف و صریح ہوتے ہیں اور جی حد تک کارآمد ہیں، جب تک ساری پر اپنے اشتقاقی معنی مجبوری واضح کریں کیوں کہ یہ الفاظ علوم و فنون میں ہی استعمال ہوتے ہیں اس لیے انھیں خاص اصطلاحی سمجھا جائے اور ان الفاظ کا ترجمہ کیا جائے یا مناسب ترمیم سے موزوں بنایا جائے۔ چھٹی اور آخری قسم میں وہ مرکب الفاظ شامل کیے گئے ہیں جو کم از کم ایک اور اکثر حالتوں میں ہر جگہ نہ کچھ اشتقاقی معنی ضرور رکھتا ہے۔ یہی معنی ان اصطلاحوں کی جان ہوتے ہیں، ایسے الفاظ کا ترجمہ کیا جائے لیکن آلات کے ناموں کا صرف اطلاق زبان میں لکھا جائے۔

یہاں آکر اصطلاح سازی کا پہلا باب ختم ہو جاتا ہے۔ آزادی کے بعد

انداز فکر ابھر کر سامنے آتا ہے۔ ہندوستان کی تقسیم کے اثرات اردو زبان پر بھی مرتب ہوئے ہیں جس کی وجہ سے اردو کے معاملات و حصوں میں بٹ جاتے ہیں۔ پاکستان سے قطع نظر ہمارے یہاں اردو کے سلسلے میں جو بڑے کام ہوئے ہیں ان میں ایک اصطلاح سازی بھی ہے۔ بورلیو فار پر و موشن آن اردو کے زیر اہتمام مختلف ماہرین کی ایسی ۱۸ کمیٹیاں ہیں جو قدیم و جدید تمام انسانی علوم کی اصطلاحیں وضع کر چکی ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ مختلف علوم کی اس وقت تک تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار اصطلاحیں یا الفاظ وضع ہو چکے ہیں۔ وضع اصطلاحات کے پرانے اصولوں اور جدید عہد کے تقاضوں اور ضرورتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اصطلاحات وضع کرنے کے سلسلے میں جو اصول و ضوابط پیش نظر رکھے گئے ہیں، یہاں ان کا ذکر دل چسپی سے خالی نہ ہوگا۔

- ۱۔ ایسی اصطلاحوں کو ترجیح دی جائے گی جو مروج یا مقبول ہو چکی ہیں چاہے ان میں کوئی لسانی یا معنوی سقم ہی کیوں نہ ہو۔
- ۲۔ اگر کوئی اصطلاح ایک سے زائد معنوں میں مستعمل ہے تو اس کے مختلف معانی کو علیحدہ علیحدہ الفاظ میں اصطلاح سے واضح کرنا چاہیے۔
- ۳۔ اصطلاح اور عام لفظ میں فرق کیا جانا چاہیے۔ تمام الفاظ کو فرہنگ میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔
- ۴۔ ایک اصطلاح کا ایک ہی اردو متبادل دیا جائے۔ بشرطیکہ وہ اصول نسبہ میں نہ آتا ہو۔
- ۵۔ ہر ممکن اصطلاح ایک لفظی ہونی چاہیے۔ ناگزیر صورتوں میں یہ دو لفظی بھی ہو سکتی ہے مگر ایسی اصطلاحیں کم وضع کی جائیں۔
- ۶۔ ہندی اصطلاحوں کو مرہٹی اصطلاحوں پر ترجیح دی جائے اگر وہ بآسانی

تلفظ اور تحریر کی جاسکیں۔

۷۔ اگر کسی اصطلاح کو ایک سے زائد الفاظ کے ذریعے ادا کرنے کی ضرورت پیش آئے تو حسب ذیل ترکیب کو نیچے دی ہوئی ترتیب کے اعتبار سے مرتب کیا جائے۔

i۔ وہ ترکیبات جن میں اضافی یا حروف ربط و جار کے الفاظ و علامات نہ ہوں

ii۔ وہ ترکیبات جن میں یا ئے نسبتی ہیں۔

iii۔ وہ ترکیبات جن میں اضافت ہو۔ اگر ان میں ایک سے زیادہ اضافتیں ہوں

تو ان میں سے کم از کم ایک کو 'کا' کی جگہ سے بدل دیا جائے۔

iv۔ وہ ترکیبات جن میں 'کا' کی جگہ 'و' وغیرہ استعمال کیے گئے ہوں۔

v۔ اگر کوئی اصطلاح ایک سے زائد علم یا فن میں مشترک ہے اور سب علوم

میں ایک ہی مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے تو اس کا اردو متبادل بھی

ہر جگہ ایک ہی دکھا جائے گا۔

۸۔ الفاظ کو وضع کرنے کے اصولوں میں اتنی کشادگی ہونا چاہیے کہ ہندی

عربی، فارسی اور پراکرت ترکیب بھی قابل قبول ہوں۔

۹۔ اگر انگریزی اصطلاح مروج ہو یا عام فہم ہو تو اسے برقرار رکھا جائے وغیرہ

اصطلاحوں کی ساخت کے چند اہم عناصر: الفاظ کی قسموں کی طرح اصطلاحات

کو بھی ساخت کے اعتبار سے سادہ، پیچیدہ اور مرکب تین حصوں میں بانٹا جاسکتا

ہے۔ اردو میں ایسی اصطلاحیں بھی مروج ہیں جو فقری ساخت رکھتی ہیں۔ اصطلاحات

میں جو مادے استعمال ہوتے ہیں انہیں باعتبار زبان اردو، پراکرت، عربی، فارسی

ترکی اور انگریزی سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ ایسی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں

جہاں عربی و فارسی سابقوں اور لاحقوں کا استعمال ہوا ہے۔ یعنی اصطلاحیں ایسی

ہیں جو براہ راست عربی، فارسی اور انگریزی سے جن کی توں مستعار لے لی گئی ہیں

الہذا ان کے تلفظ اردو صوتی نظام کے مطابق کہے جاسکتے ہیں۔ ہمارے یہاں انگریزی کی بعض اصطلاحیں عربی یا فارسی سے بالواسطہ آئی ہیں اس لیے ان کا تلفظ بھی عربی یا فارسی کی طرح ہی کیا جاتا ہے۔ جو اصطلاحیں عربی یا فارسی سے مستعار لی گئی ہیں وہ عربی یا فارسی کی طرح لکھی بھی جاتی ہیں۔ اضافت اور عطف واؤ کے ترکیب استعمال کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی اصطلاحیں وضع کی گئی ہیں۔ یا نئے نسبتی کا استعمال بھی مرکب اصطلاحوں میں ملتا ہے۔ انگریزی سے مستعار لی ہوئی اصطلاحوں میں اکثر اردو کی ترکیبی ساخت استعمال ہوتی ہے۔ مرکب اصطلاح میں کبھی کبھی پہلے جز کا آخری حرف یا حروف گرا دیا جاتا ہے تاکہ اختصار پیدا ہو سکے۔ دو بالکل الگ الگ خاندانوں کے الفاظ کو ملا کر بھی مرکب اصطلاح میں بنائی گئی ہیں بشرطیکہ تلفظ کی روانی مجروح نہ ہو۔ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ انگریزی کے مادے کو لے کر اس میں عربی یا فارسی کے لاحقے جوڑ دیے جاتے ہیں ایسی اصطلاحوں کا بھی ہمارے یہاں چلن ہے جن کے لفظی معنی کچھ اور ہیں لیکن اصطلاح کے طور پر اس کے دوسرے معنی مراد لیے جاتے ہیں؛ جیسے کیا یعنی سونا بنانے کا علم لیکن اس سے مراد کیمسٹری CHEMISTRY ہے۔

اردو میں اصطلاح سازی و صوتی اصطلاح کی تشریح

کسی علم کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرتے وقت بڑا مسئلہ اصطلاح کا ہوتا ہے۔ اصطلاحوں کو وضع کرنا کسی بھی طرح ترجمے کی ذمہ داریوں سے کم نہیں جہاں یہاں اردو میں ترجمے اور اصطلاحات وضع کرنے کی روایت صدیوں پرانی ہے، ہمدرد غازی الدین (۱۹۳۷ء)، فورٹ ولیم کالج (۱۸۰۰ء)، دہلی کالج (دھ ۱۸۲۷ء)، سائنسی ہنگ سوسائٹی، علی گڑھ (۱۸۶۷ء)، انجمن ترقی اردو ہند (۱۹۰۳ء)، دارالترجمہ عثمانیہ (۱۹۱۷ء) اور بور بور فار پریڈیویشن آف اردو (۱۹۷۱ء) وغیرہ کہتے ہیں ایسے تعلیمی اور علمی اداروں کے نام ملتے ہیں جنہوں نے مختلف علوم کے ترجموں اور اصطلاح سازی کے میدان میں گراں قدر خدمات کیے ہیں۔ اس سلسلے میں مسلم یونیورسٹی، جامعہ علیہ اسلام، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، دارالمصنفین، این، سی، ای، آر، ٹی، ہمدرد انسٹی ٹیوٹ اور سائنس اکادمی کی خدمات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اصطلاح سازی کا فی نازک مسئلہ ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں مختلف سوسائٹیاں اور ادارے اس موضوع پر وقتاً فوقتاً غور کرتے رہے ہیں اور

جنہوں نے وقت ضرورت اصطلاحات وضع کرنے کے اصول و ضوابط میں ترمیم و اضافہ بھی کیے ہیں۔ اردو میں اصطلاح سازی پر باقاعدہ کام دہلی کالج میں شروع ہوا۔ جس کی مجلس ترجمہ کے اراکین نے سماجی اور سائنسی علوم کی اصطلاحات وضع کرنے کے اصول مرتب کیے۔ میر حسن بلگرامی نے انجمن ترقی اردو ہند کے سکریٹری ڈاکٹر عبدالحق کی درخواست پر اپنی تصنیف "اصول وضع اصطلاحات" میں اصطلاح سازی کے متعدد اصول پیش کیے۔ دارالترجمہ عثمانیہ میں وحید الدین سلیم کی مستقل کتاب "وضع اصطلاحات" سے کافی مدد لی گئی۔ اس دوران اردو میں اصطلاحیں وضع کرتے وقت بحیثیت مجموعی جن اصولوں کو مد نظر رکھا گیا ان میں سے چند اہم حسبِ ذیل ہیں۔

- ۱۔ سادہ خیال ظاہر کرنے والے لفظ کا مترادف اگر اردو میں نہ ہو تو وہ اصطلاح پھر انگریزی سے مستعار لی جائے۔

- ۲۔ مرکب اصطلاح کے اگر دونوں جز اردو میں نہیں ہیں تو اس اصطلاح کو پھر استعمال کیا جائے۔

- ۳۔ مرکب لفظ کے دونوں جز کے مترادف اگر اردو میں الگ الگ ملتے ہیں تو انھیں ملا کر انگریزی اصطلاح کے مترادف استعمال کیا جائے۔

- ۴۔ مرکب اصطلاح میں ایک جز کا مترادف اردو میں ہے اور دوسرے کا نہیں تو دوسرے جز کو انگریزی سے لے کر اس میں اردو لفظ ملا کر مرکب بنایا جائے۔

- ۵۔ ترجمہ انگریزی سے کیا جا رہا ہے اس لیے دوسری زبانوں کے بجائے انگریزی سے ہی استفادہ کیا جائے۔

- ۶۔ اصطلاح کا ترجمہ مفہوم کو لے کر کرنا چاہیے۔

- ۷۔ جن اصطلاحوں کی حیثیت بین الاقوامی ہے انھیں جوں کا توں استعمال کیا جائے۔

- ۸۔ ایسی اصطلاحیں اختراع کی جائیں جن سے حافطے پر کم زور پڑے۔

- ۹۔ عربی و فارسی کی مروج اصطلاحوں کو قائم رکھا جائے۔

۱۰۔ نئی اصطلاحوں کے لیے حتی الامکان ہندی، فارسی، عربی اور پھر انگریزی سے

مدد لی جائے۔
۱۱۔ ثقیل اور بڑی ترکیبوں والی اصطلاحوں سے گریز کیا جائے۔

۱۲۔ اصطلاحیں وضع کرتے وقت اضافت اور حلقہ واؤ سے کام لیا جائے۔

۱۳۔ جہاں دو یا تین لفظوں کو ملا کر ایک مرکب اصطلاح بنانا مقصود ہو جہاں اس قدر تصرف کیا جاسکتا ہے کہ دو ایک آوازیں حذف ہوں۔

۱۴۔ اصطلاحیں وضع کرتے وقت ایسی تمام زبانوں سے مدد لی جاسکتی ہے جن کے الفاظ اردو میں رائج ہیں؛ مثلاً سنسکرت، فارسی، عربی، ترکی

اور دیہی زبانیں۔

۱۵۔ اصطلاحیں رائج الفاظ کی مدد سے بنائی جائیں۔

۱۶۔ اصطلاحی معنی کا نمایاں اور مشاہدہ اصطلاحی لفظ سے ظاہر ہو۔

۱۷۔ مفرد اصطلاحیں عربی کے ان رائج اور مستقل الفاظ سے بنائی جاسکتی ہیں جو ہمارے یہاں پہلے سے موجود ہیں۔

۱۸۔ مرکب اصطلاح کے پہلے جز کا آخری اور دوسرے جز کا پہلا حرف ایک ہے تو ان میں سے ایک کو گرا دینا چاہیے۔

۱۹۔ اگر مرکب اصطلاح کے پہلے جز کا آخری اور دوسرے کا پہلا حرف قرینہ ہوں تو ان میں سے ایک کو گرا دینا چاہیے۔

۲۰۔ عصری زبانوں کے مشہور اور رائج الفاظ سے وضع اصطلاحات میں کام لیا جائے۔

پچھلی دو دہائیوں سے بور یو فار پر دو مشن آف اردو نئی دہلی نے اصطلاح سازی کے سلسلے میں کئی بڑے اہم اور نمایاں کام انجام دیئے ہیں۔ اس ادارے کے زیر اہتمام مختلف ماہرین کی ایسی ۸ کمیٹیاں ہیں جو قدیم و جدید تمام انسانی علوم کی اصطلاحیں وضع کرنے میں مصروف ہیں۔ اس وقت تک مختلف علوم کی تقریباً ایک لاکھ

پچاس ہزار اصطلاحیں وضع ہو چکی ہیں۔ اس سلسلے میں جدید عہد کے تقاضوں و ضرورتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو اصول و ضوابط پیش نظر رکھے گئے ہیں وہ اس طرح ہیں۔

۱۔ ایسی اصطلاحوں کو ترجیح دی جائے گی جو مروج یا مقبول ہو چکی ہیں چاہے ان میں کوئی لسانی یا مصنوعی سقم ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ اگر کوئی اصطلاح ایک سے زیادہ معنوں میں مستعمل ہے تو اس کے مختلف معانی کو ملاحدہ علاحدہ الفاظ میں اصطلاح سے واضح کیا جائے۔

۳۔ اصطلاح اور عام لفظ میں فرق کیا جانا چاہیے۔ عام الفاظ کو فرہنگ میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔

۴۔ ایک اصطلاح کا ایک ہی اردو متبادل دیا جائے بشرطیکہ وہ اصول نمبر ۱ میں نہ آتا ہو۔

۵۔ ہر ممکن اصطلاح یک لفظی ہونی چاہیے۔ ناگزیر صورتوں میں یہ دو لفظی بھی ہو سکتی ہے۔ مگر ایسی اصطلاحیں کم وضع کی جائیں۔

۶۔ ہندی اصطلاحوں کو عربی اصطلاحوں پر ترجیح دی جائے اگر وہ بآسانی تلفظ اور تحریر کی جا سکیں۔

۷۔ اگر کوئی اصطلاح ایک سے علم یا فن میں مشترک ہے اور سب علوم میں ایک ہی مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے تو اس کا اردو متبادل بھی ہر جگہ ایک ہی رکھا جائے۔

۸۔ الفاظ کو وضع کرنے کے اصولوں میں اتنی کشادگی ہو کہ ہندی، عربی، فارسی اور پراکرت ترکیب بھی قابل قبول ہوں۔

۹۔ اگر انگریزی اصطلاح مروج ہو یا عام فہم ہو تو اسے برقرار رکھا جائے۔

۱۰۔ اگر کسی اصطلاح کو ایک سے زائد الفاظ کے ذریعے ادا کرنے کی ضرورت پیش آئے تو ان ترکیبات کو نیچے دی ہوئی ترکیب کے اعتبار سے ترتیب دیا جائے۔

الف : وہ ترکیبات جن میں اضافی یا حروف ربط و جار کے الفاظ و علامات

نہ ہوں۔

ب : وہ ترکیبات جن میں یائے نسبتی ہیں۔

ج : وہ ترکیبات جن میں اضافت ہو۔ اگر ان میں ایک سے زیادہ اضافتیں ہوں تو ان میں سے کم سے کم ایک کو کاکی، کے سے بدل دیا جائے۔

د : وہ ترکیبات جن میں 'کا کی' کے، وغیرہ استعمال کے گئے ہوں۔

حسب بالا اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے بور یو کی اصطلاح ساز کمیٹی نے دوسرے

علوم کی طرح لسانیات کی بھی تقریباً پانچ ہزار اصطلاحیں وضع کی ہیں۔ اس کام کی اہمیت

اور قدر و قیمت سے انکار ممکن نہیں، اگر ان اصطلاحات کی تشریح بھی پیش کردہ جی

جاتی تو جہاں تک طالب علموں کی ضرورت کا سوال ہے، ایک بڑا کام ہو سکتا تھا

لسانیات کی اس فرہنگ اصطلاحات میں بعض ایسی غلطیاں ملتی ہیں جن سے ذہن

الغبت ہے۔ مثلاً زبان کی چھوٹی سے چھوٹی اکائی کے لیے انگریزی کی اصطلاح فونیم کو

بجائے قائم رکھا ہے۔ لیکن ZERO MORPHEME کے لیے صفر آواز استعمال کیا ہے

یہاں صفر فونیم زیادہ مناسب تھا۔ اسی طرح ZERO PHONEME کے لیے صفر

مارنیم ہونا چاہیے تھا ACUSTIC اور AUDITORY کے لیے سمعی یا

سمیاتی اصطلاح وضع کی ہے جب کہ یہ GENERAL PHONETICS (عام

فونیاتیات) کی دو الگ شاخیں ہیں

ACOUSTIC PHONETICS میں بولنے والے کے ہونٹوں سے سننے والے

کے کانوں کے درمیان پھیلی ہوئی آواز کی لہروں کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور

AUDITORY PHONETICS میں کان کے اندر کا نظام جس طرح آواز کو سن کر اسے

پہچناتا ہے اس سے بحث کی جاتی ہے۔ زیر بحث فرہنگ میں ACCENT کے

لیے تکی اور لہجہ دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن PRIMARY ACCENT کے لیے

خاص تکی اور لہجہ STRESS ACUENT کے لیے تکی اور لہجہ اور TONIC ACCENT

کے لیے لہجہ اور لہجہ استعمال کیا گیا ہے جس سے اصطلاحوں کے درمیان سقم پیدا ہو گیا ہے۔

کے لیے بھی بن کا استعمال کیا گیا ہے جب کہ فونمیاٹ کی اصطلاح میں **STRESS** اور **ACCENT** بالکل اسی طرح الگ ہیں جیسے دو الگ الگ معنی رکھنے والے لفظ یعنی بن اور لہجہ۔ پالنگ نے اپنی کتاب **PHONEMICS** میں دو اصطلاحیں **VOCOID** اور **CONCOID** استعمال کی ہیں۔ **VOCOID** سے مراد ہے ایسے مصوتے جو مصمتے کے طور پر بھی بولے جاتے ہوں۔ اسی طرح **CONCOID** یعنی ایسے مصمتے جو مصوتوں کی طرح بھی استعمال ہوتے ہوں **VOCOID** کے لیے مصوتہ نما اور **CONCOID** کے لیے مصمتہ نما اس لیے غلط ہے کہ ان سے اصل مفہوم فوت ہو جاتا ہے۔ مارفمیاٹ کی اصطلاح میں **ASPECT** اور **MOOD** دو بالکل الگ چیزیں ہیں لیکن فرہنگ میں دونوں کے لیے ایک لفظ کیفیت ہی مخصوص کیا گیا ہے۔ اگر ہم لسانیات کی فرہنگ اصطلاحات پر ذرا تفصیل سے غور کریں تو اس طرح کے اعتراضات کی متعدد مثالیں کتاب میں مل سکتی ہیں۔

در اصل ہمارے یہاں لسانیات کی عمر زیادہ نہیں ہے۔ اس علم کو ابھی ہمیں اپنے مزاج کا حصہ بنانا ہے۔ ہمیں زیادہ سنجیدہ ہو کر اس موضوع پر سوچنے کی ضرورت ہے لسانیات کو اردو میں باقاعدہ متعارف کرانے کے لیے جو بات سب سے پہلے ہمارے سامنے آتی ہے وہ لسانیات کی اصطلاحوں کا ہی مسئلہ ہے اب تک اردو میں جو اصطلاحات وضع کی گئی ہیں ان میں اختراع کے وقت مادوں کا صحیح انتخاب نہیں کیا گیا ہے اس لیے ایک ہی مفہوم سے متعلق اصطلاحوں کے لیے دوسرے مادوں کا سہارا لینا پڑا ہے جس سے ان میں ثقالت اور ابہام پیدا ہو گیا ہے۔ اگر مادوں کے اعتبار سے ہم اصطلاحوں کو مختلف سیٹوں میں بانٹ لیں ضرورت پڑنے پر ہم انگریزی کے مادے بھی لے سکتے ہیں، تو ایک اصطلاح سے متعلق مختلف معنوں کے لیے ہم مردج، سابقوں، لاحقوں یا مرکب اصطلاح کی صورت میں دوسرے لفظوں کو اس اصطلاح سے ملا کر پورا

سیٹ مکس کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ذیل میں ایک سیٹ ملاحظہ فرمائیے جس میں مادہ انگریزی سے ماخوذ ہے۔ اس طرح ہم اس سلسلے کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔

| | |
|----------------|----------------|
| PHONE | فون |
| PHONEME | فونیم |
| ALLOPHONE | ذیلی فونیم |
| PHONETICS | فونیات |
| PHONETICS | علم فونیم |
| PHONOLOGY | فونیات |
| PHONOLOGICAL | فونیاتی |
| PHONOLOGICALLY | فونیاتی طور پر |
| PHONETIC | فونی |
| PHONETICAL | فونیاتی |

و غیرہ و غیرہ و غیرہ

ذیل میں انگریزی کی فونی PHONETIC اصطلاحوں کو ان کی تشریح کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جو علم لسانیات سے متعلق ہمارے مسائل کی ایک کڑی ہے۔ یہاں میں نے مروجہ اصطلاحوں سے بھی استفادہ کیا ہے اور مختلف حضرات سے مشوروں اور غورو فکر کے بعد خود بھی مناسب اصطلاحات اختیار کی ہیں۔ ہر اصطلاح کے پے میں نے اس کا تعارف ضروری سمجھا ہے تاکہ اس کا مفہوم آسانی سے سمجھا جاسکے اور دو اصطلاحوں کے نازک فرق کو بھی محسوس کیا جاسکے (اگر کوئی ہے) اور یہ کہ لسانیات سے دلچسپی رکھنے والے طالب علم اپنے مطالعے کے وقت جس کی کوئی محسوس کرتے ہیں وہ دور ہو سکے۔ بجائے اس کے کہ خود تعارف پیش کرتا میں نے یہی سب سمجھا کہ مغربی ماہرین لسانیات کے یہاں ان اصطلاحات کی جو تعریفیں ملتی ہیں، ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ گو کہ ان کی تلاش اور پھر انتخاب میں خاصی ورق گردانی رہی

لیکن اس طرح اتنا ضرور ہوا کہ اصطلاحات کی وہ تعریفیں سامنے آگئیں جن کے خود لسانیات کی بحث میں حوالے دیئے جاتے ہیں، البتہ انھیں اردو کے قالب میں ڈھانے کی جسارت میری اپنی ہے۔

۱۔ ACOUSTICS سمعیات

بولی جانے والی آواز کی تین بنیادی کیفیتوں میں سے ایک طبعی کیفیت جو ہوا کے ارتعاش پر منحصر ہے۔ منہ سے خارج ہونے والی آواز جو منکلم سے سننے والوں کے کانوں کے پردوں تک لہروں کی شکل میں ہوا میں پھیلی ہوتی ہے۔ اس بحث کا موضوع ہے (۵.۲)

۲۔ ACOUSTIC PHONETICS سمعی فونیات

آواز کی ان لہروں کا مطالعہ جو ادائیگی کے وقت پیدا ہوتی ہیں۔ (۴.۶)

۳۔ AFFRICATES نیم صیفیری

وہ آواز جو بندش کے مقابلے میں نسبتاً کم ہلکی ہوتی ہے یعنی ادائیگی کے وقت بندشی کے علاوہ صیفیری آواز کی حرکت کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے او کی جانے والی آواز نیم صیفیری کہلاتی ہے۔ (۵)

۴۔ AIR CHAMBER ہوا خانہ

کوئی نلی یا نلی کا وہ حصہ جو کسی رکاوٹ یا بندش کی بنا پر خود بخود بند نہایاں ہو کر سامنے آجائے، ایک ہوا خانے کی تشکیل کرتا ہے (۴)

۵۔ APEX نوک زباناں

زبان کا وہ حصہ جو نچلے ہونٹ کے بالکل پیچھے لگا رہتا ہے (۵)

۷. ASPIRATION ہا کاریت
وہ منہ سے آواز کو ہا کاری بناتا ہے۔ (۱۴)

۸. ASPIRATED ہا کاری

کسی آواز کی ادائیگی کے وقت اندر سے آنے والی ہوا ایک تھوٹکے کی صورت میں باہر نکلے وہ آواز ہا کاری کہلاتی ہے؛ جیسے بھ، تھ، کھ، دھ وغیرہ (۱۵)

۹. APICAL نوکی

نوکی زبان سے متعلق جسے زبان کے اگلے حصے سے مخصوص نہ کیا جاسکے: (۱۶)

۱۰. ARTICULATION تلفظ

آواز کی عضو یا قی ادائیگی: (۱۷)۔ یعنی آواز کی پیدائش کے وقت صوتی عضو کا ہر عمل اس عضو کا ایک تلفظ ہوتا ہے۔ (۱۸)۔

۱۱. ARTICULATOR = تلفظ کار یا عضو تلفظ

وہ عضو جو ہم ہمیشہ آواز حرکت کر کے یعنی آواز کی ادائیگی کے وقت اپنی جگہ سے حرکت کرنے والا ہر ایک عضو تلفظ کار ہوتا ہے۔ جیسے پٹلا، ہونٹ، زبان، گوا وغیرہ (۱۹)

۱۲. ARTICULATORY PHONETICS تلفظی فونیات

وہ علم جو عضو یا قی صوتی کے مختلف عمل سے پیدا ہونے والے مختلف اقسام کی آوازوں سے بحث کرتا ہے۔ (۲۰)

گوشی

AUDITORY

-۱۳

مبولی جانے والی آواز کی تین بنیادی کیفیتوں میں سے ایک طبی کیفیت جس کا تعلق کان میں پیدا ہونے والے ارتعاش سے ہے یعنی کان کے اندرونی نظام کے سمعی اجزاء پر ایک آواز کے محسوسات اس بحث کا موضوع ہیں۔ (B.T.)

پچھلا مصوٰ

BACK OR DUREGUM

-۱۳

”زبان کا وہ حصہ جو غشایا نرم تالو کے بالکل سامنے واقع ہے۔ (G.)

دو لبی

BILABIAL

-۱۴

”وہ آواز جو دونوں ہونٹوں کو حرکت دے کر ادا کی جاتی ہے۔ (G.)

پچھلا مصوٰ

BACK VOWEL

-۱۵

”وہ مصوٰ جو تعلق کے اعتبار سے زبان کے کھلے حصے سے متعلق ہو، عام اصطلاح میں پچھلا مصوٰ کہلاتا ہے۔ (B.T.)

زبان کا پھل یا پتی

BLADE

-۱۶

”زبان کا وہ حصہ جو نوک زبان سے قدرے پیچھے واقع ہے۔ (B.T.)

بنیادی مصوٰ

CARDINAL VOWEL

-۱۷

”بنیادی مصوٰ آواز جس کے حوالے سے دوسری ذیلی مصوٰ آواز یا آوازوں کی تشریح کی جاسکے۔ (J.)، مصوٰ آوازوں کی ایک ایسی جماعت جو سمعی خصوصیات کے لحاظ زبان اور ہونٹوں کی حرکتوں کی مکمل اور واضح تشریح کر سکتی ہوں۔

جوف

CAVITY

-۱۸

”صوتی اجزاء کے ضمن میں پانچ قسم کے جوف شمار ہوتے ہیں۔ ذہنی، النقی، بالہومی

الوی اور مٹھتی“ (ص)

چٹکار آوازیں

CLICKS

-۱۹

”منہ کے اگلے اور پچھلے حصے کو بند کر کے، ازبان کو نیچے کی طرف کھینچ کر، ایک

غبار پیدا کر کے ہوا کو خارج کرنے کے لیے پہلے اگلے حصے کو کھول کر جو آوازیں پیدا کی جاتی ہیں، انہیں چٹکار آوازیں کہتے ہیں“ (ص)

ہم تلفظیت

COARTICULATION

-۲۰

”آواز کی ہوائیگی کے وقت بنیادی صوتی عضویات اور دوسرے عضویات

کے بیک وقت مل کو ہم تلفظیت کہتے ہیں“ (۵۳)

مددی

CONTINUANT

-۲۱

”وہ آواز جسے ادا کرتے وقت منہ سے خارج ہونے والے ہوا کے جھونکے کا

دکاس قدرے رگڑ کے ساتھ دیر تک ملن ہوا جیسے خ، س، ز، ف وغیرہ (ص)

کنتو بند

CONCISED

-۲۲

”کوئی بھی غیر دو کو بند نہ، تمام کنتو بند اس صورت میں رکنی کنتو بند ہوتے ہیں جب

وہ رکنی چوٹیاں بنائیں ورنہ وہ کنتو بند غیر رکنی ہونے کی وجہ سے مصیبت کہلائیں گے (۵۴)

دندان

DENTAL

-۲۳

”اوپری دانت کے کسی پچھلے حصے سے مل کر ادا کی جانے والی آواز دندان

کہلاتی ہے“ (۵۳)

طواں صوتیہ

DIPHTHONG

-۲۴

”ایک رکنی اور غیر رکنی مصوتوں کے مجموعے کو طواں صوتیہ کہتے ہیں“ (۵۳)

کوزی

DORSAL

۲۵

”جب نوک زبان سوڑے کے کسی پچھلے حصے سے مل کر کوئی آواز ادا کرے تو وہ کوزی کہلاتی ہے۔ (۲۵)

غشائی

DORSAL

۲۶

”مٹھے جو نرم تالو کے ساتھ مل کر ادا ہوں، عام اصطلاح میں غشائی مٹھے کہلاتے ہیں۔ (۲۶)

پشت

DORSUM

۲۷

”زبان کی پشت یا جہ جو نوک زبان سے اندر کی طرف تقریباً تین انچ کے فاصلے پر واقع ہے۔“ (۲۷)

خروجی

EGRESSIVE

۲۸

”جب منہ کے خانے میں اپنے مرکز کی طرف حرکت ہو تو وہ چھوٹا ہو جاتا ہے اور اس خانے کے اندر کی ہوا میں دباؤ پیدا ہونے لگتا ہے۔ اس عالم میں ناک یا منہ کے کسی راستے سے ہوا کا نکاس ہو تو ہوا کا جھونکا طاقت کے ساتھ باہر کی طرف نکلتا ہے۔ وہ تمام آوازیں جن میں یہ عمل ممکن ہو، خروجی کہلاتی ہیں۔ (۲۸)

مزمارہ

EPIGLOTTIS

۲۹

”وہ ڈھلکا جو کوئی چیز نکلنے وقت ہوائی نلی کو بند کر دیتا ہے، مزمارہ کہلاتا ہے۔ اعضائے صوتی کی بحث میں اسے خارج کیا جا سکتا ہے کیوں کہ آواز کی ہوائی نلی میں اس کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔“ (۲۹)

کھنٹی

FAUCAL

۳۰

”بالحموی حلقی GLOTTAL اور حنجری

LARYNGEAL آوازوں کے لیے ایک مجموعی اصطلاح۔“ (۳۰)

تھپک دار

FLAPED

۳۱

”جب صوتی عضو (زبان) تلفظ کے وقت ایک فوری تھپک کے کسی آواز کو ادا

کے وہ ٹھیکہ دار آواز کہلاتی ہے۔ (ج. ۵)

صیغری

FRICATIVE - ۳۲

" وہ آواز جو منہ کے راستے کو تنگ کر کے ایک معمولی رگڑ کے ساتھ ادا کی جاتی ہو

صیغری کہلاتی ہے۔ (ج. ۵)

دیکھیے صیغری

FRICATIONAL - ۳۳

اگلا

FRONT - ۳۴

" زبان کا وہ حصہ جو زبان کے پھل سے تقریباً ۱۰/۱۱ انچ پیچھے تک پھیلا ہوا ہے۔

(ج. ۵)۔ نوک زبان کے بعد کا وہ حصہ جو تالو کے اگلے حصے کے مقابل واقع

ہوا ہے۔ (ج. ۵)۔

جلوی

FRONTAL - ۳۵

زبان کے اگلے حصے یا سخت تالو سے ادا ہونے والی آوازیں جلوی کہلاتی

ہیں۔ (ج. ۵)

عمومی فونیٹکس

GENERAL PHONETICS - ۳۶

" ان صوتی اجزاء کے اقسام کی تصریح و تعین کا مطالعہ جو کسی زبان میں علاحدہ

اور جدا جدا حقیقتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ (ج. ۵)

انتقال لسانی

GLIDE - ۳۷

" اتنا غلط طور پر ظاہر ہونے والی وہ ذیلی آواز جو ادائیگی کے وقت عضویات

صوتی کے ایک آواز سے دوسری آواز کی طرف منتقل ہونے سے پیدا ہو جاتی

ہے۔ عموماً انتقال لسانی ایک خاص مشق کے باوجود بھی مشکل سے سنائی

دیتی ہے یا سنائی ہی نہیں دیتی۔ (ج. ۵)

حلقی رگڑ

GLOTTAL FRICTION - ۳۸

صوتی پروں کو کافی حد تک قریب لاکر ہوا کے سفر کو روکنے سے جو آواز

پیدا ہوتی ہے اسے حلقی رگڑ کہتے ہیں۔ یہ مسموع نہیں ہوتی کیوں کہ بنیادی

زور PITCH نہ ہونے کی وجہ سے رگڑ مسومیت سے لگ رہی جاتی ہے۔
 مسومہ ہونے کی صورت میں یہ "سرگوشی" کہلائے گی۔ (۵)

۳۹۔ GLOTTAL STOP حلقی بندش

"صوتی پردوں کے بند ہونے، اکٹھے، یا بند ہونے اور کھلنے کے عمل سے یہ
 آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔" (۶)

۴۰۔ GLOTTALIC حلقیائی

"حلق کی اندرونی بندش کے عمل سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے حلقیائی
 کہتے ہیں۔" (B.T.)

۴۱۔ GLOTTALIZATION حلقبانا

"حلقیائی دباؤ والا تلفظ۔" (J.H.)۔ اگر ہوا کا تھونکا صوتی پردوں
 کے پورے طور پر بند ہونے کے ساتھ ساتھ زبان یا لبوں میں سے کسی ایک
 جگہ پر رکے تو اس طرح پیدا ہونے والی آواز حلقبانا بندش کہلاتی
 ہے۔" (H.O.)

۴۲۔ GLOTTIDS حلق

"وہ جگہ جو صوتی پردوں کے درمیان واقع ہے۔" (B.T.)

۴۳۔ INGESTIVE داخلی

"وہ مسومہ بندشی آوازیں جن کی ادائیگی کے وقت پورا حلق نیچے کی طرف
 حرکت کر کے رقت سی پیدا کرے۔ اسی طرح منہ کے راستے کی بندش
 اچانک تیز ہوا کے تھونکنے کے ساتھ باہر کی طرف ہوتی ہے۔" (H.)

۴۴۔ IMPLOSIVE درکشیدہ

"اسے حلقیائی کشیدہ بندشی آواز بھی کہتے ہیں۔ حنجرہ نیچے ہو سکتا ہے
 اس طرح منہ کے خانے کے اس حصے میں کم ہوتی ہوئی ہوا کو در آمدی ہوا
 سے بھر کر پُر کر دیا جائے تو اس عمل کے ساتھ پیدا ہونے والی بندشی آواز

ورکشیدہ آواز کہلاتی ہے؟ (۴)

ورآمدی

INGRESSIVE

۴۵۔

”اگر ہوا کے اپنے خانے کے مرکز سے کوئی پیش قدمی ہو تو وہ خانے کو بڑھا دیتی ہے۔ اس طرح ایک ادھورا خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر خانے میں کھولنے کا عمل یا منہ یا ناک کے راستے پر ہو تو ہوا کا جھوکا اندر کی طرف کھینچ جاتا ہے اس طرح پیدا ہونے والی آواز وراآمدی کہلاتی ہے۔ (۴)

بین دندانہ

INTERDENTAL

۴۶۔

”زبان کے اگلے حصے کو دانتوں کے بیچ میں لاکر اس طرح کرمز کا راستہ بند نہ ہو، ادا کی جانے والی آواز بین دندانہ کہلاتی ہے؟ (B.T.)

لب دندانہ

LABIODENTAL

۴۷۔

”پچھلے ہونٹ کو دانتوں کے درمیان لاکر جو آواز ادا کی جاتی ہے اسے لب دندانہ کہتے ہیں؟ (B.T.)

لب تالوی

LABIO PALATAL

۴۸۔

”یہ آواز لمبی آواز سے معتدل ہے۔ یہ لب دندانہ قسم جیسی اصطلاح کے بجائے ایک غیر مبہم اصطلاح ہے جس سے مراد وہ آوازیں ہیں جو لب تالوی کہلاتی ہیں؟ (B.T.)

جھجری

LARYNGEAL

۴۹۔

”حلقی اصطلاح کے مترادف یا ہم معنی ایک اصطلاح؟ (B.) جس سے مراد وہ آواز ہے جو جھجری کے ممکن کھنپاؤ سے پیدا ہوتی ہے؟

جھجری

LARYNX

۵۰۔

”ایک مخرداتی شکل جو ہوا کی تالی کے اوپر واقع ہے؟ (B.T.)

ضلعی گلدرد

LATERAL RESONANCE

۵۱۔

”جب نوک زبان مسوڑے سے مل کر مز کے درمیانی راستے کو بند

کر دے اور ہوا زبان کے دائیں بائیں یا دائیں دونوں پہلوؤں سے خارج ہو تو اس طرح ادا ہونے والی آواز منطقی گملدار یا پہلوی گملدار کہلاتی ہے۔" (B.T.)

۵۲. MIDIO-PALATAL وسط تالوی

"وہ آواز جو ادائیگی کے وقت سخت تالو کے درمیانی حصے سے متعلق ہو، وسط تالوی کہلاتی ہے۔" (B.T.)

۵۳. MEDIUM RESONANCE درمیانی گملدار

"وہ آواز جس کی ادائیگی کے وقت منہ کے راستے کا درمیانی حصہ وا ہو جاتا ہے۔" (B)

۵۴. MODIFICATION ترمیم

"ادائیگی کے وقت آوازوں کے بنیادی عناصر میں وقت کی طوالت، نئے کا زور، اعصار کی اپنے خصوصی مقام سے لغزش یا ان کے اپنے بنیادی حرکات میں تضاد وغیرہ کے اضافے سے واقع ہونے والی تبدیلی صوتی ترمیم کہلاتی ہے۔" (B)

۵۵. MUTTER منمنناہٹ

"ہزوی طور پر حلق کو کھول کر یہ آواز پیدا کی جاتی ہے۔" (B)۔ "حلق کو جزوی طور پر کھول کر صوتی پردوں میں ارتعاش کی کمی کے بموجب اگر زیادہ سے زیادہ ہوا کو باکسی رکاوٹ کے باہر نکالنے کی کوشش کی جائے تو اس طرح ادا ہونے والی نیم مسموع آواز "منمنناہٹ" آواز کہلاتی ہے۔" (B.T.)

۵۶. NASAL RESONANCE انفی گملدار

"وہ آواز جو منہ کے راستے کو کہیں نہ کہیں مکمل طور پر بند کر کے ہوا کو ناک کے راستے خارج کرتے ہوئے ادا کی جائے، وہ آواز انفی گملدار کہلاتی

عمومی تلفظ

NORMAL ARTICULATION

۵۷

”آوازوں کے تلفظ میں منارن اور طریقہ ادائیگی کا صحیح اور مکمل تناسب عمومی تلفظ کہلاتا ہے۔“ (P)

اعضائے صوت

ORGAN OF SPEECH

۵۸

”آواز کی ادائیگی کے عمل پر اہونے والے منہ کے تمام حصے اعضائے صوت کہلاتے ہیں؛ جیسے ہرنٹ، زبان، تالو، غشائی پردے وغیرہ۔“ (H)

تالو یا سخت تالو

PLATE OR HARD PLATE

۵۹

”منہ میں بالائی ہڈی کا پلیٹ نما حصہ سخت حصہ جو سورتوں کے بعد شروع ہوتا ہے، اور آوازوں کی ادائیگی کے وقت حرکت نہیں کرتا۔“ (Q)

گل مکھی یا بلعوی

PHARYNGEAL

۶۰

”وہ آواز جو گل مکھی یا بلعوی کے تلفظ سے ادا کی جائے بلعوی کہلاتی ہے۔“ (R)

تقویت (صوت کی ادائیگی)

PHONETIC

۶۱

”آواز کی ادائیگی۔“ (W)۔ مجموعی طور پر تمام اعضائے صوت کے تلفظ کو تقویت کہتے ہیں۔

صوتی ابجد

PHONETIC ALPHABET

۶۲

”منارن اور طریقہ ادائیگی کی مناسبت سے ہر آواز کے لیے جامع اور واضح علامت یعنی جس میں ادا ہونے والی ہر آواز کے لیے ایک الگ علامت ہو اور غونیم کی طرح ایک الگ علامت سے منفرد ہو۔“ (B.T)

صوتی توضیح

PHONETIC DESCRIPTION

۶۳

”صوتی تلفظ کی مکمل جامع اور سائنسی شک شناخت کو صوتی توضیح کہتے ہیں۔“ (C)

صوتی عنصر

PHONETIC ELEMENT

۶۴

”آواز کے کلی تلفظ میں ایک قابل بیان حقیقت۔“ (D)

صوتی علامت

PHONETIC SYMBOL

۶۵

”منفرد آوازوں کے بجائے ایک آواز کے زمرہ کو ظاہر کرنے والی علامت“ (B.3)

فونیات PHONETICS

۴۶

”آوازوں کا ایک سائنٹی فک مطالعہ جس میں معنی کے بجائے آواز کے تلفظ سے بحث ہو۔ اس کو تجرباتی فونیات، عمل فونیات بھی کہتے ہیں۔ عمل صوتیات ہیں آوازوں کا خالص سماعتی یا عضویاتی تجزیہ کراتی ہے۔“ (B.3)

صوتی نقل تلفظ

PHONETIC TRANSCRIPTION ۴۷

”ایک ایسا غیر مبہم نظام جس کی علامتوں کے ذریعے تلفظ کو صحیح طور سے ضبط تحریر میں لایا جاسکے۔ اس کے بنیادی اصولوں کے تحت کسی زبان کی صوت کے لیے ایک اور صرف ایک ہی حرف یا علامت مخصوص ہوتی ہے۔“ (B.4)

عضویاتی

PHYSIOLOGICAL

۴۸

”بولی جانے والی آواز کی تین بنیادی بحثوں میں سے ایک جو مادی پہلو سے تعلق رکھتی ہے یعنی اصوات کے تخریج اور ادائیگی کے وقت مختلف اعضاء کی حرکات و سکنات اس بحث کا موضوع ہیں۔“ (P)

عضویاتی فونیات

PHYSIOLOGICAL PHONETICS

۴۹

”آوازوں کی ادائیگی کے وقت اعضاء صوت کی نقل و حرکت کے مطالعے کو عضویاتی فونیات کہتے ہیں۔“ (B.5)

بند

PLOSIVE

۵۰

”دیکھیے“

نوک

POINT

۵۱

”نوک زبان کا سب سے اگلا حصہ۔“ (B.6)

تخریج

POINT OF ARTICULATION

۵۲

”اعضائے صوت کے حرکت نہ کرنے والے اعضاء کا وہ حصہ جہاں حرکی اعضاء پہنچ کر یا انھیں چھو کر آوازیں پیدا کرتے ہیں، تخریج کہلاتے ہیں۔“ (B.7)

”آوازوں کی ادائیگی کے وقت مسوڑے، تالو اور حلق کے وہ حصے جن سے مل کر بنیادی اعضائے صوت آوازیں پیدا کرتے ہیں“ (H)

مابعد دندانی POST DENTAL - ۷۳

”وہ آواز جو اوپری دانت کے آخری حصے سے کسی دوسرے عضو کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے“ (G)

مابعد تالوی POST PALATAL - ۷۴

”سخت تالو کے بالکل آخری حصے سے مل کر جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ مابعد تالوی کہلاتی ہے“ (B.T.)

ما قبل تالوی PREPALATAL - ۷۵

”سخت تالو کے ابتدائی حصے سے مل کر پیدا ہونے والی آواز ما قبل تالوی کہلاتی ہے“ (B.F.)

بنیادی اعضاء PRIMARY ORGANS - ۷۶

”چلے ہوٹ اور زبان کے ایسے حصے جو آزاد طور پر تلفظ کریں (P)

بنیادی تنگی PRIMARY STRICTURE - ۷۷

”اس کے ذیل میں وہ تمام تلفظی تنگیوں شمار کی جاتی ہیں جو منہ کی نلی میں واقع ہوں“

شش Pulmonic - ۷۸

”پھیپھڑوں کی سطح پر اندرونی بندش کے ساتھ جو بخشی آوازیں آواہوں وہ

شش کہلاتی ہیں“ (B)

گلدرد RESONANCE - ۷۹

”جزہ میں ادا ہونے والی وہ آواز جو منہ اور ناک کے استعمال سے بدل جاتی

ہے، گلدرد کہلاتی ہے۔ اس کی ادائیگی کے وقت منہ میں رگڑ یا دوسری

کوئی کیفیت پیدا کرنے کے لیے کھینچاؤ پیدا نہیں کرنا پڑتا۔“ (G)

کوزیا نا RETROFLACTION - ۸۰

ہوتا ہے، اور اپنی جگہ سے بڑھ کر انہی راستے کو بند کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔
(۴)

9۰. SONANTS جہری یا صدادار آوازیں

”آوازوں کا ایک ایسا گروہ جو رکنی اور غیر رکنی دونوں حیثیتیں رکھتا ہو جیسے ر، ل، م، ن، ر، د وغیرہ۔“ (۵، ۶)

تشبیہی تلفظ

9۱. SPONSODIC ARTICULATION

”آواز کی ایک ایسی قسم جو غیر اختیاری حرکت سے اچانک پیدا ہو جائے۔ ادائیگی کے لحاظ سے کھانسی، چھینک، ہچک، آدوغ، قبقر، ڈکار جیسی آوازیں اس ضمن میں شمار کی جاسکتی ہیں۔۔۔ کھٹک دار آوازیں بھی ایک خود کار تکراری عنصر رکھتی ہیں لیکن ان کا آغاز تشبیہی نہیں ہوتا۔“ (۷)

تکلی صوت

9۲. SPEECH SOUND

”ایک صوت کو تکلم (آواز) سے الگ کرنے کے لیے کوئی مروجہ اصول نہیں ہے لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ صوت ایک سے کم قطع (۱) سے وجود میں نہیں آتا اور ذہنی وہ زبانوں میں تصویروں یا ان کی ذیلی شکلوں میں ترتیب پانے والی آوازوں سے جدا کوئی چیز ہوتا ہے۔“ (۸)

9۳. SQUARE BRACKET مربع قوسین ([])

”مربع قوسوں کے گرد اس کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔“ (۹)

بندشی

9۴

”ایسی تمام تکلی آوازیں جن کی ادائیگی کے وقت حلق اور غیر حلقی بندش پورے طور پر عمل پذیر ہو بندشی آوازیں کہلاتی ہیں۔“ (۱۰)

تسبیہی

9۵. STRICTURE

”ہوا کے راستے کی جزوی یا مکمل بندش کو تسبیہی کہتے ہیں۔“ (۱۱)

رکنی

9۶. SYLLABIC

”پڑصدائی چوٹیاں بنانے والی آوازوں کو رکنی کہتے ہیں۔“ (۱۲، ۱۳)

وہ قطع

جو تلفظ کے وقت رکن میں زیادہ پر صدائی ہو گئی کہلاتا ہے۔ دوسری صورت میں رکن کے مزید قطعے غیر رکنی کہلاتے ہیں: (۴)

رکن

۹۷

”آوازوں کے ایک سلسلے میں جتنی رکنی آوازیں ہوتی ہیں اسنے ہی رکن شمار کیے جاتے ہیں۔“

SYMBOL علامت

۹۸

”نشانات یا نشانات کے وہ گروپ جو صوتی آوازوں کو ظاہر کرنے کے لیے استعمالات کیے جاتے ہوں۔“ (B. F.)

TEETHRIDGE مسوڑے

۹۹

”منہ کی پھٹ کا بالکل اگلا حصہ جو زبان کے اگلے حصے کے مقابل قدرے اوپر واقع ہے اور جو اوپری دانت کی پشت سے منہ کے مقعر شروع ہونے تک پھیلا ہوا ہے۔“ (۴)

TENSE کشیدہ

۱۰۰

”پیشوں کے کھینچا دے سے منہ کی دیواروں کی اکڑن اس کا باعث ہوتی ہے اس میں انگریزی کے /ای، اے، او، او/ مصوتے شمار کیے جاسکتے ہیں (B. F.)۔“

TERTIARY ARTICULATION سوکھی تلفظ

۱۰۱

”موضع نشانی پر دوں کے حلق میں کوئی بھی تلفظ جس میں کوئی اضافہ نہ ہو۔“ (۴)

TONGUE FLAP زبان ہچکی

۱۰۲

”زبان کی تیزی سے صرف ایک بار حرکت کرنے کو زبان ہچکی کہتے ہیں۔“ (B. F.)

TERTIARY STRUCTURE سوکھی تنگی

۱۰۳

”جو صحیحی علی میں ممکن ہوتی ہے۔“ (۴)

TRANSLITERATION نقل الفاظ

۱۰۴

”دوسرے خطوں میں لکھی ہوئی زبانوں کے رومن خط میں لکھے جانے کے عمل کو نقل الفاظ کہتے ہیں۔ آج کل نقل تلفظ کے بجائے نقل الفاظ کا عام رواج ہے۔ جہاں آوازوں کے صحیح تلفظ کے لیے کوئی مقررہ علامتیں نہیں ہوتیں۔“ (B. F.)

۱۰۵۔ TRILL لہر دار
"تلفظ کی ایک قسم جس کے ذریعے آواز کی ادائیگی کے وقت منہ میں ہوا کے گزرتے ہوئے جھونکے کے ساتھ لپک دار عضویں تیزی سے ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے۔"
(B.T.)

۱۰۶۔ UVULA کوآ یا لہات
"ایک چھوٹا کافی لپک دار عضو جو نرم تالو کے بالکل آخر میں نیچے کی طرف نکلا ہوا ہے۔" (B.T.)

۱۰۷۔ VELARIC غشائی
"اندر ونی بندش والی آوازیں جو نرم تالو اور زبان کی جڑ کے عمل سے پیدا ہوتی ہیں۔" (B.T.)

۱۰۸۔ VELARIZATION غشائیاں
"زبان کی جڑ سے غشائی طرف اٹھنے کے عمل کو غشائیاں کہتے ہیں (B.T.)"

۱۰۹۔ VOCAL ORGAN اعضاء صوتی
"صوت مانے میں عضویات کا ہر ایک حصہ یا ان میں سے کوئی ایک حصہ جو ادائیگی کے وقت آواز ادا عمل میں رہے۔ عضو صوتی کہلاتا ہے۔" (B.T.)

۱۱۰۔ VOCAL APPRATUS صوت مانے
"مجموعی طور پر اعضاء صوت اور ان کے تمام حصے۔" (B.T.)

۱۱۱۔ VOCOID وو کوئڈ
"ایک آواز جس کی ادائیگی کے وقت ہوا زبان کے درمیان سے اس طرح گزرتے کہ منہ میں کوئی رگڑ پیدا نہ ہو۔ ایسی تمام آوازیں اسی صورت میں مصوتے ہو سکتی ہیں جب وہ رکنی چوٹیاں بنائیں۔ دوسری صورت میں وہ فیر رکنی یا فیر مصوتی کہلائیں گی یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ کسٹوئڈ، وو کوئڈ تقسیم کا تمام آوازوں پر اطلاق ہو ہو سکتا ہے مگر مصوتہ مصوتہ تقسیم کا اطلاق ممکن نہیں ہے جب تک کہ مصوتوں اور مصوتوں کو رکنی کسٹوئڈ یا فیر رکنی وو کوئڈ میں شامل نہ کیا جائے۔" (B.T.)

صوتی پردے یا غشائی پردے۔

VOCAL CORDS - ۱۱۲

”یہ دو لچک دار باریک پردوں کی شکل میں حنجرہ میں واقع ہیں۔ بہت سی خوبیوں میں سے ان کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ اپنے عمل کو سبک سے سبک تر بن سکتے ہیں۔ ان کو صوتی پٹیاں بھی کہتے ہیں۔ (۵)

مسیحیت

VOICEING - ۱۱۳

”ایک ارتعاشی لہر جو صوتی پردوں میں پیدا ہو کر آواز کو مسورہ بناتی ہے۔ (۵)

- B.T. Block and Treger "An out line to Linguistic Analysis"
 B.F. Bloomfield "Language"
 G. . Gleason "An Introduction to Descriptive Linguistics"
 H.R. Heffener "General Phonetics"
 J. Joon "Reading in Linguistics"
 P. Pike "Phonetics"
 T. Treger "General Phonetics"
 H. Hockett "A course to Modern Linguistics"
 W. Ward "English Phonetics"
 B. Block "Phonetics"
-

اُردو تعلیم و تدوین کے مسائل

اُردو ہندوستان کی چند اہم زبانوں میں سے ایک ہے۔ اسے دوسری زبانوں پر اس لیے بھی فوقیت حاصل ہے کہ یہ ہندوستان کے تقریباً ہر لسانی خطے میں کسی نہ کسی شکل میں بولی اور پڑھی جاتی ہے۔ بحیثیتِ مجموعی اُردو سے متعلق ہندوستان کی آبادی کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے گروہ میں وہ لوگ آتے ہیں جو اردو کو مادری زبان کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی تعداد کروڑوں میں ہے، جو ہندوستان کے شمالی، جنوبی، مشرقی اور مغربی ریاستوں میں خصوصاً اتر پردیش، بہار، بنگال، مدھیہ پردیش، راجستھان، مہاراشٹر، آندھرا پردیش، ہریانہ، کرناٹک اور گجرات کے بیشتر علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جن کی مادری زبان تو کچھ اور ہے لیکن پہلی یا دوسری سرکاری زبان کی حیثیت سے وہ اُردو سے جڑے ہوئے ہیں، مثلاً جموں و کشمیر، ہماچل پردیش، بہار، پنجاب، ہریانہ، بنگال اور آندھرا پردیش کے لوگ۔ تیسرے گروپ میں ان لوگوں کو شمار کیا جاسکتا ہے جو اپنی خاندانی روایت کی بنا پر شوقیہ یا پیشے کی خاطر یا اپنی کسی علمی ضرورت کی وجہ سے اُردو زبان و ادب سے متعلق ہیں۔

اردو تعلیم و تدریس کی کمزوریاں اور خامیاں

اس پس منظر میں اردو زبان کی تعلیم و تدریس کے مسائل کو دیکھنا چاہیے، اردو تعلیم و تدریس کا مسئلہ کمزوروں ہندوستانیوں کا مسئلہ ہے جسے کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہندوستان میں ہزاروں مڈرز سے اوپر سکڑوں اسکول و کالج ایسے ہیں جہاں کسی نہ کسی شکل میں اردو سکھائی اور پڑھائی جاتی ہے۔ ان مڈرز میں اسکولوں اور کالجوں میں پست کم ایسے ہیں جن کی حیثیت سرکاری یا نیم سرکاری ہے اور زیادہ تر ذاتی ہیں۔ ان میں اکثریت ایسی درس گاہوں کی ہے جہاں اردو کی تعلیم و تدریس کا کوئی مستقل انتظام نہیں ہے۔ اردو کے اساتذہ جدید ٹیک سے نادان ہیں بلکہ زبان سکھانے کی تربیت تک سے محروم ہیں جو زبان کی خصوصیات ابتدائی تعلیم کے لیے بے حد ضروری ہے۔ طالب علموں کے زبان سیکھنے کے مقاصد اور دلچسپیوں کو مد نظر رکھ کر کلاس کی درجہ بندی نہیں کی جاتی۔ یہاں تلفظ کی مشقوں کے لیے صوتی غل گاہوں کا استعمال اور رسمی و بصری امداد کا ہمارے یہاں کوئی تصور نہیں ہے۔ ہم نے حسب ضرورت اردو کی بنیادی لغات مرتب نہیں کی ہیں۔ جو زبان کے طالب علموں کی بیساکھیاں ہوتی ہیں۔ زبان سیکھنے اور سکھانے کے جدید اور سائنسی طریقہ کاروں سے ہم لاعلم ہیں۔ زبان کی تعلیم و تدریس میں ہمارے یہاں سب سے بڑی کمی غیر معیاری، نامکمل اور روایتی نصابوں کا ہونا ہے۔ دوسری زبان کی حیثیت سے اردو پڑھانے اور پڑھنے کے نصاب تو ہمارے ہاتھ ہی نہیں، تاہم پہلی زبان یا مادری زبان والوں کے لیے جو نصاب ہیں ان کی ترتیب و تقسیم غیر سائنسی ٹیک ہے۔ صحت مند نصاب کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ ایک مخصوص وقفے میں ہم طالب علم کو زبان سے متعلق جو کچھ دینا چاہتے ہیں وہ اس تک صحیح سلامت پہنچ جائے۔ لیکن ہمارے یہاں صورت یہ ہے کہ زبان سیکھنے کے بجائے طالب علم بچے اور تلفظ کی غلطیاں دیکھتا ہے۔ قواعد اور لغت کے استعمال کا شعور اس میں پیدا نہیں ہو پاتا۔ اس کی ذمہ داری استاد اور اس کے پڑھانے کے طریقہ کار سے زیادہ نصابوں پر ہے۔ نصاب

جتنا صحت مند اور معیاری ہوگا ہم اتنے ہی معیاری اور صحت مند زبان طالب علم تک پہنچا سکیں گے۔

اردو تعلیم و تدریس کے مسائل کا حل

اردو زبان کی تعلیم و تدریس کے مسائل اردو سیکھنے والے اُن تین گروپوں سے جڑے ہوئے ہیں جن کا ذکر ابھی اوپر ہوا ہے یعنی ماوری زبان اور دوسری یا تیسری زبان کی حیثیت سے اردو کی تعلیم و تدریس۔ ماوری زبان کی حیثیت سے تمام اردو سیکھنے والوں کے مسائل تقریباً یکساں ہوتے ہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ایسے معیاری نصاب ترتیب دیے جائیں جن میں بڑی حد تک یکسانیت ہو۔ اردو کے استادوں کو زبان پڑھانے کی باقاعدہ تربیت دلانی چائے۔ زبان سکھاتے وقت ایسے طریق کاروں کو بروئے کار لای جائے جو زبان کی تمام نزاکتوں اور لطافتوں کو کم سے کم وقفے میں سیکھنے والوں تک پہنچا دیں۔ اردو تعلیم و تدریس میں سمعی و بصری امداد کا بھی استعمال کیا جانا چاہیے۔ ماوری زبان والوں کے سامنے بنیادی مسئلہ اپنی زبان لکھنے اور پڑھنے کا ہوتا ہے۔ اس لیے رسم خط سکھانے کے لیے سائنٹی فلک اصول وضع ہونے چاہئیں جن کی مدد سے اعلیٰ غلطیوں پر قابو پایا جاسکے۔ اگر بات تعلیم بالغان کی ہے تو زبان سکھانے کے مسائل کی نوعیت تھوڑی مختلف ہوگی۔ فرق یہیں ملحوظ رکھنا چاہیے کیوں کہ بچوں اور بڑوں کے سیکھنے کے عمل میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ تعلیم بالغان کے لیے ہمارے نصاب الگ ہوں گے۔ زبان سکھانے کے طریق کار مختلف ہوں گے اور اساتذہ کی تربیت میں فرق ہوگا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ طالب علم کیا اور کتنا سیکھنا چاہتا ہے۔ اس کے پاس زبان سیکھنے کے لیے وقت کتنا ہے کیوں کہ انہی کے مطابق تعلیم و تدریس کے پروگرام ترتیب دینے ہوں گے۔ کوئرس تیار کرنے ہوں گے۔ اور زبان سکھاتے وقت ان چیزوں پر توجہ دینی ہوگی جو طالب علم سیکھنا چاہتا ہے۔

دوسری یا تیسری زبان کی حیثیت سے اردو زبان کی تعلیم و تدریس کے وقت ہماری ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ یہاں دو اہم سوال اٹھتے ہیں یعنی زبان کون سکھا رہا ہے ؟

اور کیوں سیکھ رہا ہے۔ ان "کون" اور "کیوں" کے گرد ہماری تعلیم و تدریس کے مسائل گھومتے ہیں جن کا حل ان سوالوں میں ہی ڈھونڈا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر "کون" کو لیجیے۔ اگر اردو سیکھنے والے کی مادری زبان بنگالی ہے تو اس کے مسائل ہندی مادری زبان والے سے مختلف ہوں گے۔ یہی صورت ایک یورپائی اور کشمیری اردو سیکھنے والے کے درمیان میں ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اردو سیکھنے والا تسلیم یافتہ ہے یا جاہل؟ اور اس کی عمر کیا ہے؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کے جواب اردو کی تعلیم و تدریس سے پہلے بھی معلوم ہونا چاہیے۔ کیوں کہ یہی وہ چیزیں ہیں جن کے مطابق ہمیں کلاس کی درجہ بندی کرنی ہوگی، ایسے نصاب فراہم کرنا ہوں گے جو ان فرق کو ملحوظ رکھ کر مرتب کیے گئے ہوں۔ اس طرح کلاس روم کی بہت سی پریشانیوں پر قابو پایا جاسکتا ہے مثلاً اگر ہم ہندی، ملیالم اور روسی بولنے والوں کو یہ سوچ کر ایک ہی کلاس میں بٹھا دیں کہ یہ طالب علم دوسری یا تیسری زبان کی حیثیت سے اردو سیکھنا چاہتے ہیں تو کلاس کا تناسب بگڑ جائے گا کیوں کہ ساخت کے اعتبار سے اردو اور ہندی ایک دوسرے کے قریب ہونے کی وجہ سے ہندی مادری زبان والے کا اردو سیکھنے وقت بنیادی مسئلہ زبان پڑھنے اور لکھنے کا ہوتا ہے جب کہ ملیالم اور روسی طالب علموں کو پڑھنا، بولنا، لکھنا، سمجھنا، اردو میں اظہار خیال کرنا وغیرہ سب ہی کچھ سیکھنا ہوتا ہے۔ زبان سیکھتے وقت سیکھنے والے کی مادری زبان کی مدد بھی ایک مسئلہ ہوتی ہے جس کے لیے زبان کے استاد کو ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔

زبان کی تعلیم و تدریس میں "کیوں" سوال کا حل بھی نہیں ڈھونڈنا چاہیے۔ یعنی زبان سیکھنے کا خواہش مند اردو کیوں سیکھ رہا ہے۔ اکثر طالب علموں کے زبان سیکھنے کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ محض بول چال کی حد تک زبان سیکھنا چاہتے ہیں، بعض صرف اخبار پڑھ لینے کے لیے زبان سیکھتے ہیں۔ ایسے امیدوار بھی ہوتے ہیں جو کاروباری معاملات کے لیے زبان جانتا چاہتے ہیں۔ طالب علم کی زبان داؤب پر دست رس حاصل کرنے کی خواہش ہو سکتی ہے۔ بعض لوگ شاید ایسے بھی مل جائیں جو مستقبل میں زبان کے استاد بننے کا پروگرام بنائے بیٹھے ہوں۔ ظاہر ہے ان مختلف مقاصد کو لے کر

اردو پڑھنے والوں کو ایک کلاس میں نہیں بٹھایا جاسکتا اور نہ ہی کسی ایک نصاب سے ان کی ضرورت کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے ان مقاصد کی روشنی میں ہیں اردو کی تعلیم و تدریس کے الگ الگ نصاب تیار کرنا ہوں گے۔ زبان سکھانے کے جدید سائنسی فنک طریق کاروں کو مناسب ضرورت الگ الگ استعمال کرنا ہوگا۔ تلفظ، قواعد، لفظ و معنی اور اسلوب کو الگ الگ مشقیں تیار کرنی ہوں گی جن کی مدد سے طالب علم زبان کی ساخت و اسلوب سے متعلق اپنی کمزوریاں دور کر سکیں۔ اگر ہم طالب علم کی مادری زبان میں اردو پڑھانا اور سکھانا چاہتے ہیں جو برا موثر طریقہ ہے تو تعلیم و تدریس کے تمام لوازمات کو اس کی زبان میں منتقل کرنا ہوگا۔ دوسری صورت میں کم سے کم سیکھنے والے کی مادری زبان میں اردو کے بنیادی الفاظ کی ذوق لسانی نکت اسے ضرور مہیا کرنی چاہیے۔ سمعی و بصری امداد کی غرض سے ایسے سلائیڈس، کیسٹ، تصاویر اور ویڈیو فلم ہمارے پاس ہونی چاہیے جسے زبان سکھانے میں برصغیر کار لایا جاسکے۔ آج کے عہد میں زبان کی تعلیم و تدریس میں ان چیزوں کا استعمال ناگزیر ہو گیا۔

اردو تعلیم و تدریس کو میاری بنانے سے متعلق چند اہم تجاویز

زبان کی تعلیم و تدریس کے اس وقت اردو کے سامنے متعدد ایسے بنیادی مسائل ہیں، جن پر تنقید کی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا کہ ہمارے پاس اردو اساتذہ کی تربیت کا کوئی مستقل انتظام نہیں ہے۔ ہم ایسے جدید آٹوں (Model) سے ناواقف ہیں جن کی مدد سے زیادہ موثر اور سائنسی فنک طریقے سے زبان سکھائی جاسکتی ہے۔ ہم جدید اور میاری نصابوں کی کمی کو بھی محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے پاس اسے بنیادی وسائل کی جو زبان سیکھنے اور سکھانے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں انکی ہے۔ سون، پٹیل، میسور اور بعض دوسرے اداروں اور یونیورسٹیوں نے اپنی اپنی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان باتوں کی طرف توجہ دی ہے۔ اس طرح چند اہم چیزیں سامنے آئی ہیں لیکن وہ نا کافی ہیں۔ اردو کی تعلیم و تدریس میں باقاعدگی لانے اور اسے موثر بنانے کے لیے

ضروری ہے کہ پڑھانے کے طریق کاروں، موجودہ نصابوں اور مختلف کتابوں کا ہوں ہیں جن کو رسوں کی سہولتیں مہیا ہیں، ان کا از سر نو جائزہ لیا جائے اور ہماری تعلیم و تدریس میں جو خامیاں اور کمزوریاں ہیں ان کو جدید اور سامنی فکر، اصولوں، ضابطوں، معیاروں اور طریق کاروں کی روشنی میں درست کیا جائے۔ اس سلسلے میں چند تجاویز ذیل میں پیش کی جاتی ہیں، جن پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ اردو کے میاری نصابوں کی تیاری: اردو، ہندی اور انگریزی کے ذریعے

اردو کی تعلیم و تدریس کے ایسے نصاب مرتب کیے جائیں جن میں "کون" اور "کیوں" کی تمام نواکتوں اور لطافتوں کو ملحوظ رکھا جائے وہاں "کون" اور "کیوں" کی بحث تفصیل سے گزشتہ سطروں میں آچکی ہے، تعلیم بالغان اور خط و کتابت کے ذریعے اردو کی تعلیم کے نصاب بھی مرتب ہونے چاہیے۔ یہ ایسی ضرورت ہے جسے آج کے زمانے میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ رسم خط لکھنے کے موثر طریقے لکھا ہونے چاہیے جو حروف، الفظوں میں ان کی بدلتی ہوئی شکلوں اور جوڑوں کی زحمت و وضاحت کو سیکس بلکہ مختلف آوازوں کے لیے ایک حرف اور ایک آواز کے لیے کئی حرفوں کے مسائل بھی حل کر سکیں۔

۲۔ اردو اساتذہ کی تربیت: اردو کے استاد جو ذمہ داریاں نبھار رہے ہوں، انہی

کے مطابق ان کی تربیت ہونی چاہیے، مادری زبان والوں کے مقابلے میں دوسری زبان کی حیثیت سے اردو پڑھانے کی ذمہ داریاں مختلف ہوتی ہیں۔ اس فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے کب کہاں اور کیا پڑھانا ہے اور کیسے پڑھانا ہے، اس کی ٹریننگ بے حد ضروری ہے۔ ٹریننگ کے سلسلے میں کچھ نئی دھوا ریاں سامنے آسکتی ہیں مثلاً مستقبل قریب میں اردو کا استاد بننے والے کے پاس وقت کا کوئی مسئلہ نہیں لیکن اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اردو اساتذہ کا ٹریننگ کے لئے وقت نکالنا ایک مسئلہ بن سکتا ہے۔ جو اساتذہ باقاعدہ ٹریننگ لینے کی حالت میں نہیں ہیں انہیں ٹریننگ بڑے خط و کتابت کی مدد سے دہرایا جاسکتا ہے۔ بعد میں پارتھ ہفتے کے لیے

انہیں DEMONSTRATION کے لیے کسی ایک جگہ اکٹھا کیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں ان کے اخراجات کی سہولتیں مہیا ہونی چاہئیں۔

۳۔ زبان کی تعلیم و تدریس کے بنیادی وسائل:

زبان کی تعلیم و تدریس کے لیے ضرورت ہے کہ استاد زبان کی ساخت اور اس کی تمام باتچیں اور جملہ گولوں سے واقف ہو۔ بد قسمتی سے ہمارے پاس کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو اس ضرورت کو پورا کر سکے۔ اس لیے اردو کی توضیحی قواعد مرتب ہونی چاہیے۔ اردو کے تلفظ پر بھی کوئی کام نہیں ہوا ہے جو زبان سیکھنے سکھانے میں ایک اہم مسئلہ ہوتا ہے۔ صوتی لغت تخریب دے کر اس کی کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ اردو کی روزمرہ کی بول چال اور عام فہم الفاظ کی مدد سے دنیا کی اہم زبانوں کو لے کر ایسی ذولسانی لغات مرتب ہونی چاہئیں جنہیں ہم حسب ضرورت اردو سیکھنے والے طالب علموں کو مہیا کر سکیں۔ اردو کی بنیادی فرہنگ بھی تیار ہونی چاہیے جو زبان سیکھنے والوں کے لیے معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ ایسے ماہ واری اور سہ ماہی جریدے کی بھی ضرورت ہے جو مکمل طور پر اردو تعلیم و تدریس کے مسائل پر مشتمل ہو اس طرح زبان سیکھنے اور سکھانے کے جدید اور نئے تجزیوں، تجزیوں اور تحقیقات وغیرہ کو ہم اپنے اردو کے استادوں تک پہنچا سکتے ہیں۔

۴۔ سمعی و بصری امداد:

نصابی کتابوں اور ذولسانی لغات کی طرح سمعی و بصری امداد بھی تعلیم و تدریس کا اہم حصہ ہوتی ہیں۔ ایک حد تک یہ بھی صحیح ہے کہ جہاں نصاب اور لغت کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں۔ وہاں سمعی و بصری وسائل سے زبان سکھانے میں مدد لی جاسکتی ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ نقشے، تصاویر، چارٹس، سلائیڈس، کیسیٹس اور ویڈیو فلم وغیرہ کو استعمال میں لایا جائے۔ اس طرح ہم تلفظ، لہجہ، الفاظ کے معانی و مطالب، اسلوب، بات کرنے میں چہرے کے امار چڑھاؤ اور بول چال کو زبان کی فطری عادتوں اور دوسری نزاکتوں کو بخوبی سیکھنے والے تک پہنچا سکتے ہیں۔

۵۔ صوتی عمل گاہ کا قیام : دوسری زبان کی حیثیت سے اردو کی تعلیم و تدریس میں

صوتی عمل گاہ کا تصور ناگزیر ہے، اس کی مدد سے تلفظ اور لہجے کے نازک سے نازک فرق کو طالب علم تک پہنچایا جاسکتا ہے اور وہ مادری زبان والوں کی طرح زبان پر قدرت حاصل کر لیتا ہے۔ اس لیے اردو کی صوتی عمل گاہوں کے قیام کی طرف بھی ہمیں توجہ دینی چاہیے۔

ان تجاویز پر عمل درآمد مشکل ضرور ہے لیکن اردو تعلیم و تدریس کی جدید کاری اور اسے سائنسی فنک بنانے کے لیے ہمیں یہ چیلنج قبول کرنا ہوگا۔ اس کے لیے مختلف بورڈوں اور کمیٹیوں کی سفارشات، اردو درسیں اور ٹریننگ انسٹی ٹیوشن کے قیام اور زبان سکھانے کی نئی ٹیک نیکیوں کو بروئے کار لا کر ہم اپنی ان ذمہ داریاں بخوبی نبھاسکتے ہیں۔

اُردو سیکھانے کا طریق کار

(دوسری زبان کی حیثیت سے)

موجودہ بحث کا مقصد اُن مسائل پر روشنی ڈالنا ہے جو دوسری زبان کی حیثیت سے اُردو سیکھاتے وقت ہمارے سامنے آسکتے ہیں۔ اس موضوع پر اگر غور کیا جائے تو کتنی ہی ایسی باتیں سامنے آئیں گی جن پر اب تک باقاعدہ سوچنے اور عمل کرنے سے ہم قاصر رہے ہیں۔ آج جبکہ زبان سیکھانے کے نئے نئے طریقے کار سامنے آ رہے ہیں اور پڑھانے کے عمل کو زیادہ سے زیادہ سہل، موثر اور سائنٹیفک بنانے کی کوششیں ہو رہی ہیں، ہمارے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم بھی اس طرف توجہ دیں اور زبان سیکھانے کی نئی ٹیکنیکوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اس مضمون میں جن باتوں کا ذکر ہے وہ اُردو سیکھنے والوں اور سیکھانے والوں دونوں سے متعلق ہیں۔ یہاں اُن مسائل کو بھی چھیڑا گیا ہے جو زبان سیکھانے کے طریق کار کے گرد بکھرے ہوئے ہیں ساتھ ہی وہ وسائل بھی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں جن کے بغیر ہم اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ آخر میں مشق کرانے اور طالب علموں کی صلاحیتوں کو جانچنے کے موثر طریقوں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

موجودہ بحث کو اردو سیکھنے والوں سے شروع کیا جاسکتا ہے۔ یہاں پہلی ضرورت اس بات کی ہے کہ سیکھنے والوں سے متعلق ان کی سماجی سیاسی، معاشی، علمی، ادبی یا اخلاقی کسی بھی ایسی فرض کو سمجھ لینا چاہیے جس کے تحت وہ زبان سیکھ رہے ہیں کیوں کہ اس بنیاد پر ہی کلاس کی صحیح درجہ ممکن ہے۔ اس طرح یہ طے کرنے میں بھی مدد مل سکتی ہے کہ کس کو کیا اگت، اور کیسے پڑھانا ہے دوسری اہم چیز طالب علم کی عمر، استعداد، مزاج، نفسیات، ارجمان اور لسانی و تہذیبی پس منظر سے واقف ہونا ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جن کو سامنے رکھ کر استاد اپنی ذمہ داریوں کو پہچان سکتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ طالب علم کی مادری زبان کیا ہے؟ اس سے ذمہ صرف سیکھائی جانے والی زبان کی ساخت سمجھانے میں مدد ملتی ہے بلکہ ”مداخلت“ جیسے اہم مسئلے کو بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ دوسری زبان سیکھتے وقت اکثر طالب علم شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنی مادری زبان کے اثرات کو قبول کرنے لگتا ہے۔

زبان سکھاتے وقت بڑے مسائل ”کیا“، ”کتنی“، ”کب“ اور ”کیسے“ جیسے سوالوں کے گرد گھومتے ہیں۔ یعنی طالب علم کو کیا پڑھانا ہے؟ کب پڑھانا ہے؟ اور کیسے پڑھانا ہے؟ اگر طالب علم ادب پر دسترس حاصل کرنے کے لیے زبان سیکھ رہا ہے تو یہ ضروری ہے کہ اردو زبان کی ساخت، اسلوب، مزاج اور تہذیبی پس منظر کے علاوہ اس کی فرہنگ، محاورے، اشعار کی زبان وغیرہ جیسی ادب سے متعلق تمام بنیادی باتوں پر اس طرح روشنی ڈالنی ہوگی کہ اردو ادب کی مجموعی تصویر سامنے آجائے۔ ظاہر ہے کہ ہم پورے ادب کو لفظ بہ لفظ نہیں پڑھا سکتے اس لیے ہیں زبان کی ان نمائندہ تحریروں کو لینا ہوگا جو ان تمام باتوں کا احاطہ کر سکیں۔ اس طرح ہم کہتے ”کا جو آ پائیں گے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پڑھانے کے لیے جو مواد انصافی شکل میں ہم نے تیار کیا ہے اسے کب یعنی کس ترتیب سے پڑھایا جائے؟ یہاں پڑھائے جانے والے مواد کو باقاعدہ تقسیم کرنا ہوگا اور یہ خیال رکھنا ہوگا کہ ہر صورت میں طالب علم کی دلچسپی برقرار رہے۔ آخری مسئلہ ”کیسے“ یعنی طریق کار کا ہے۔ ہمارے پاس کتنے ہی طریق کار ہیں لیکن ہم اپنی کچھ روش کی بنیاد پر طریق کار کا انتخاب کرنا ہوگا اور اس بات کا

رکھنا ہوگا کہ اس طریق کار کے ذریعے کم سے کم مدت میں طالب علم کی زیادہ سے زیادہ ضرورت

پوری کی جاسکے۔

جہاں تک اردو کے استاد کا تعلق ہے، اسے ہر اعتبار سے مکمل ہونا چاہیئے۔ اگر وہ اردو کے بچائے کسی اور زبان کا بولنے والا ہے، تو اسے مادری زبان کی طرح اردو پر بھی عبور ہونا چاہیئے۔ اردو سیکھنے والے کی مادری زبان سے بھی اس کی کسی قدر واقفیت ضروری ہے۔ غرض اپنے پیشے سے متعلق بہت سی زبانیں ہیں، ان کا صحیح تلفظ، ساختوں پر نگہری نظر، فرنگوں پر قدرت اور نثر و شاعری کے اسلوب کی نزاکتوں سے اس کی واقفیت ناگزیر ہے۔ یہ بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ زبان کے استاد کو لسانیات کے علم سے بھی واقف ہونا چاہیئے تاکہ وہ نہ صرف خود زبان کی ساخت کی پیچیدگیوں کو سمجھ سکے بلکہ ان مسائل پر بھی غور کر سکے جو زبان سیکھنے والے طالب علموں کے سامنے آ سکتے ہیں۔ لسانیات میںاری اردو اور اس کی بولیوں کے فرق کو سمجھانے میں بھی بڑی مدد دیتی ہے۔ اس علم کے بغیر زبان کی ابتدا و ارتقا اور دوسری زبانوں سے اس کے رشتوں کو نہ تو صحیح طور پر سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی سمجھایا جاسکتا ہے۔ استاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اردو بولنے والوں کے تہذیبی رشتوں سے بھی واقف ہوتا کہ اردو دنیا کے عقائد، خیالات، نفسیات، روایات اور دوسری قدرتی کو طالب علموں تک پہنچا کر زبان کے مزاج کو سمجھایا جاسکے۔ استاد کا تجربے کا رہنا بھی شرط ہے۔ کیوں کہ زبان پڑھانے وقت ذاتی تجربوں کا خاصا دخل رہتا ہے۔

(اردو سکھاتے وقت اگر ہم بعض اصولوں کو مدنظر رکھیں تو ہم اپنے مقصد میں زیادہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ہمیں "سنولنے"، "بولنے"، "پڑھوانے" اور "تھکھوانے" کے تحت کام کرنا چاہیئے۔ دوسرے جہاں تک ممکن ہو طالب علموں کو مکالمے کی شکل میں زبان کے بنیادی جملے یاد کرانے چاہئیں۔ بنیادی جملوں کا انتخاب عام فہم مصرعوں، سوال و جواب یا گزارش پر مبنی کلموں سے ہونا چاہیئے۔ بعد میں قواعدی عناصر جیسے اجزائے ترکیبی، الفاظ کی مختلف ساختوں وغیرہ کو الگ پیکر کر مکمل جملوں کے ساتھ متعارف کرانا چاہیئے۔ پھر ان میں مزید ذیلی عناصر جوڑ کر کام کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔ زبان ہمیشہ ویسی ہی سکھائی جائے جیسی وہ ہے نہ کہ جیسا اسے ہونا چاہیئے۔ اردو کا صوتی نظام قدرے پیچیدہ ہے اس لیے اس

کی وضاحت نقل، تضاد اور کڑی مشق کے ذریعے ہو تو زیادہ مناسب ہوگا۔ اس ضمن میں یہ بھی ضروری ہے کہ طالب علم جب آوازوں کے مخارج اور طریقے اور لہجے کو سمجھ رہا ہو تو اس پر الفاظ اور ساخت و دونوں کا بار کم سے کم ڈالا جائے۔ ساخت سکھاتے وقت طالب علم کو محاسن اور نقوش مشق کے لیے تیار رکھنا چاہیے کیوں کہ ماہری اور دوسری زبان کے درمیان تفریق کی بنیاد پڑتے ہی ”مداخلت“ کے مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔ رسم خط سکھانے کی شروعات پہلے صوت کے ان نمائندہ حروف سے کرنا چاہیے جو دوسروں کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ آسان ہوں۔ زبان سکھاتے وقت مشق پر خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں فراموش نہ کرنا کہ زبان سکھانے کا وہ فی صد وقت مشقوں پر صرف ہونا چاہیے اور باقی دوسرے کاموں پر۔ الفاظ کے معنی سمجھاتے وقت سیاق و سباق کو ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ زبان سکھانے کے لیے سب سے سازگار جگہ وہ مقام ہے جہاں زبان بولی جاتی ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ فضا اور ماحول تصویروں، تحریروں، نقشوں اور خاکوں کی مدد سے کلاس میں پیدا کیا جکتا ہے لیکن تلفظ اور بے پرکھا حاصل کرنے کے لیے یہ صورت اردو والوں کے رابط میں طالب علم کو رہنا ہی پڑے گا۔ سکھانے کے عمل میں اگر صوتی رسم خط کو پیش نظر رکھا جائے تو غلطیوں کی بہت کم گنجائش رہتی ہے۔ اس صورت میں اردو رسم خط بعد میں سکھایا جاسکتا ہے۔

مواد سے متعلق ایک بات یہ اور بھی جاسکتی ہے کہ اسے صحت مند اور کارآمد بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اسے چھوٹے چھوٹے سہل حصوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔ ان حصوں کو یکے بعد دیگرے اس طرح طالب علم کے سامنے لانا چاہیے کہ وہ کم سے کم غلطیاں کرے اور اس کی دلچسپیاں ہر قدر رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ پڑھایا جا رہا ہے، مفید نہیں ہوگا اگر اس کی مناسب تقسیم نہیں ہوگی۔ مواد کو دلچسپ بنانے کے لیے ہماری اور سماجی اعداد کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔ اُستاد کو اپنے پروگرام کے لیے ہر طالب علم پر الگ الگ توجہ دینی چاہیے اور باقاعدگی سے زبان کے غلطانے کا استعمال کرنا چاہیے۔ پروگرام کے اطلاق کے وقت فوراً کلمت پہنچانے کی بھی ضرورت ہوتی ہے یعنی طالب علم اگر کہیں غلطی کر رہا ہے تو صحیح جواب دے کر اسے درست کر دینا چاہیے۔ پھر وہی جواب پوری کلاس سے دہرانا چاہیے گویا پڑھانے اور صحیح کرنے دونوں کا ایک

ساتھ ہونا ضروری ہے۔

زبان سکھانے کے لوازمات میں جو چیزیں شامل ہیں ان میں ایک اہم چیز طریق کار ہے۔ یعنی زبان کو کس طرح سکھایا جائے۔ یوں تو طریق کار کی کئی قسم ہیں جن پر کچھلی چند باتوں سے بحث ہوتی ہیں اور یہ کہ ایک پر دوسرے کو فوقیت دی جاتی رہی ہے لیکن ان میں کچھ ہی اہم ہیں جیسے براہ راست طریق کار، قطری طریق کار، انفسیاتی طریق کار، صوتی طریق کار، قواعدی طریق کار، زبان گرفتاری طریق کار اور برقی طریق کار وغیرہ۔ دراصل ان تمام طریق کاروں کا بنیادی مقصد مواد کے انتخاب، مواد کی تقسیم اور اس کے پیش کرنے اور دہرانے کے عمل پر ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے مقابلے میں محض مواد کو استعمال کرنے مختلف طریقوں سے پہچانا جاتا ہے ہم اپنے لیے کسی بھی طریق کار کو اپنائیں لیکن چند باتوں کو ذہن میں ضرور رکھنا چاہیے۔ یعنی ہر روز ساخت اور الفاظ کے استعمال کو سمجھانا، ماحول کے مطابق قواعد کھانا، ساخت کے مختلف عناصر کو یکے بعد دیگرے متعارف کرانا، بات چیت کے انداز کو فروغ دینا، تصویروں، خاکوں اور دیگر بھری لوازمات کی مدد سے قواعد کی وضاحت کرنا، ذہن نشین ہونے تک سننے اور دہرانے کے عمل کو جاری رکھنا اور الفاظ کے جملے جملوں سے شروعات کرنا وغیرہ۔ ان کے علاوہ کلاس کے اوقات بڑھے ہونے چاہئیں ابتداء کے چند منٹے اگر تلفظ کے لیے وقف ہوں تو اچھا ہے۔

مشقوں کا باقاعدہ ذکر کرنے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ طالب علموں کو ترجمے کی مشق سے جہاں تک ممکن ہو الگ رکھا جائے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ زبانوں میں قطعی ہم معنی الفاظ بہت کم ملتے ہیں اس لیے غلطی کا امکان رہتا ہے۔ اکثر طالب علم اپنی دانست میں جو لفظ استعمال کرتا ہے اسے اس کے ہم معنی سمجھتا ہے جس کا وہ ترجمہ کر رہا ہے۔ اس طرح جملہ نہ صرف اپنی ساخت بلکہ اصل معنی بھی کھو جیتا ہے۔ دراصل ترجمہ اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب متعلقہ زبانوں پر برابر کا عبور حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ترجمے کو الگ مشق کے طور پر شمار کیا جاتا ہے جو نسبتاً زبان سیکھنے والوں کے لیے بہت بعد کی منزل ہے۔

مشقوں کو ہم تکن جیسے حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ان میں سے ہر مشق دو ذیلی شکلیں

بھی رکھتی ہے۔ یہ اس طرح ہیں:

- ۱۔ مشقِ مستند : (الف) بولنا (ب) کہنا
- ۲۔ مشقِ بے مزاحمت : (الف) سنانا (ب) پڑھنا
- ۳۔ مشقِ پیداواری : (الف) دہرائنا (ب) پڑھنا کرنا

مشق کے سلسلے میں ڈی۔ ویس نے اپنے مضمون **THE FOUR LANGUAGE SKILLS**

میں چار مشقوں کا ذکر کیا ہے۔ یعنی سنانا، بولنا، پڑھنا اور کہنا۔ ان میں سے پہلی دو کا تعلق مستند سے ہے اور مشقِ بے مزاحمت میں آخری دو مشقیں آسکتی ہیں۔ ہمیں انھیں مثال بنا کر مشق کے پروگرام کو مرتب کرنا چاہیے۔ پروگرام میں اہم چیز نہ بانی تیز رفتار حریت ہے جس کے تحت استاد کے کہے ہوئے لفظ کو جیسے ہی طالب علم کو چاہیے کہ اس لفظ کی بنیاد پر معیاری تلفظ کے ساتھ جملے بنائے۔ کلاس یا فرد واحد ایک منٹ میں پانچ سے دس جملے ادا کر سکتا ہے۔ مشق کے دوران ایک وقت میں ایک ہی جیسے مسائل سنانے لائے چاہیے۔ ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ زبانی سہل تبدیلیاں:

اس کے تحت استاد کی طرف سے کہا گیا جملہ یا فقرہ کلاس دہرائے۔ پھر استاد کسی نئے لفظ کو ادا کرے اور کلاس پہلے جملے میں اسے استعمال کرے۔ جیسے:

استاد - کیا یہ آم ہے؟

کلاس - کیا یہ آم ہے؟

استاد - کتاب

کلاس - کیا یہ کتاب ہے؟

استاد - خط

کلاس - کیا یہ خط ہے؟

۲۔ قصاویر کا استعمال :

چند جاذب نظر تصویروں جیسے ریل گاڑی، جہاز، کار وغیرہ کی مدد سے بنیادی جملوں کی مشق کرائی جاسکتی ہے۔ یہاں طالب علموں کو ان تصویروں سے پہلے روشناس ہونا ضروری ہے مثلاً: کیا تم ریل گاڑی دیکھتے ہو؟ " اسی طرح تصویروں کی طرف اشارہ کر کے استاد کہے " کیا تم کار دیکھتے ہو؟ " سب کلاس صحیح طور پر ان جملوں کو دہرانے لگے تو استاد کو چاہیے کہ تصویروں کی ترتیب بدل کر پھر انہیں جملوں کو کلاس سے دہرائے۔

۳۔ مرکب تغیرات :

اس کے ذیل میں جملے میں مرکب تغیرات لاکر مشق کرائی جاتی ہے۔ جیسے :

(لفظ اور استاد کی طرف سے اس کا استعمال)

تم (کار کی طرف اشارہ کر کے)

تم کار پسند کرتے ہو۔

وہ (جہاز کی طرف اشارہ)

وہ جہاز پسند کرتا ہے۔

(استاد کی طرف سے لفظ اور کلاس کی طرف سے استعمال)

تم (کتاب کی طرف استاد کا اشارہ)

کلاس۔ تم کتاب پسند کرتے ہو۔

وہ (قلم کی طرف استاد کا اشارہ)

کلاس۔ وہ قلم پسند کرتا ہے۔

۴۔ تغیر شکل :

تغیر شکل سے مراد پڑھنے والے جملے کو چند اضافوں کے ساتھ دوسرے معنی میں بدل دینا جیسے "اگر باقی دیکھتا ہے" اور "کیا اکر باقی دیکھتا ہے؟" یہاں "کیا" کے اضافے کے بعد پڑھنے والے جملے

کے معنی بدل گئے ہیں۔ ایسے امثالوں کے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ کیا طالب علم سادہ جملوں سے سوال یہ جملے بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر نہیں تو پہلے سوال یہ جملے بنانے کے طریقے کو سکھانا چاہیے۔

والفقا اور استاد کی طرف سے اس کا استعمال
استاد - اسلم نے ریل گاڑی دیکھی۔ سدر۔ کار۔
کیا سدر نے کار دیکھی؟
زاہد آم پسند کرتا ہے۔ اختر۔ کتاب۔
کیا اختر کتاب پسند کرتا ہے؟
(سادہ جملے اور الفاظ استاد کی طرف سے اور سوالیہ جملے کلاس کی طرف سے)
استاد - اختر عام کھاتا ہے۔ سلیم۔ اتار۔
کلاس - کیا سلیم اتار کھاتا ہے؟
استاد - حمید پٹنگ اڑاتا ہے۔ زاہد۔ کبوتر۔
کلاس - کیا زاہد کبوتر اڑاتا ہے؟

۵۔ مکالمے بذریعہ تصاویر :

اس سے مطلب مکالمے کے انداز اختیار کرنا ہے۔ مکالموں کا عمل تصاویر دیکھ کر شروع کیا جاسکتا ہے۔ یہاں اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو تھوڑے جملے اختیار کیے جائیں۔
(استاد تصویر کی طرف اشارہ کرے یا اسے چھپا کر سوال کرے اور خود ہی جواب دے)
استاد - کیا تم کار دیکھتے ہو؟ (کار کی طرف اشارہ)
(خود ہی جواب دیتے ہوئے) ہاں میں کار دیکھتا ہوں۔
(ہاتھی کو چھپاتے ہوئے) کیا تم ہاتھی دیکھتے ہو؟
(خود ہی جواب دیتے ہوئے) جی نہیں، میں ہاتھی نہیں دیکھتا ہوں۔
(استاد تصویر کی طرف اشارہ کرے یا اسے چھپا کر سوال کرے اور کلاس جواب دے)

اُستاد۔ (ریل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کیا تم ریل گاڑی دیکھتے ہو؟
 کلاس۔ ہاں میں ریل گاڑی دیکھتا ہوں۔
 استاد۔ (جہاز کو چھپاتے ہوئے) کیا تم جہاز دیکھتے ہو؟
 کلاس۔ جی نہیں، میں جہاز نہیں دیکھتا ہوں۔

۶۔ جوڑنا :

اس مشق کے ذریعے جملے میں کچھ نہ کچھ جوڑ کر اس میں توجہ کی جاتی ہے جیسے۔
 زاہد کو اسکول جانا ہے۔

آٹھ بجے صبح (اضافہ)

زاہد کو آٹھ بجے صبح اسکول جانا ہے۔

سائیکل سے (اضافہ)

زاہد کو آٹھ بجے صبح سائیکل سے اسکول جانا ہے۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔

یہاں بات اور مصوری رہ جائے گی اگر زبان سکھانے کی بحث میں سہمی و بصری امداد کا ذکر نہ کیا جائے۔ زبان سکھاتے وقت ایک طرف اگر صوتی تجربہ گاہ کی اہمیت ہے تو دوسری طرف سہمی و بصری امداد کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لاڈو اپنی کتاب 'LANGUAGE LEARNING' میں جس جدول کے ساتھ سہمی و بصری امداد سے بحث کرتا ہے، اسے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے :

۔ جدول اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

| مشقیں | سمعی اعداد | لہری اعداد | | سمعی ولہری اعداد |
|---|---|--|---|-------------------------------|
| | | حروف | تصادیر | |
| ۱۔ سُننا: کانوں کی مشق سمجھانے کی مشق | مادری زبان کے بولنے والے گراموں فون | کتا میں دیوار کے نقشے دکٹا میں اور نقشے | کتا بول کے خاکے کشیہ شکلیں و خاکے | سلائڈ ٹیپ ریکارڈ غالبیں |
| ۲۔ بولنا: صوتی مشق قوت گویائی | ریکارڈ ٹیپ ریکارڈ ریڈیو وغیرہ | دونوں روایتی دھوتی رسم شطوں میں ہونے چاہیے | متحرک تصاویر کھلونے کلاس کے فرنیچر وغیرہ | ٹیلی ویژن وغیرہ |
| ۳۔ پڑھنا: پہچانتا ادراک | | | | |
| ۴۔ تحریر: باہمی عبور زور بیان | | | | |

جہاں تک طالب علم کی صلاحیت اور استعداد کو جانچنے و پرکھنے کا تعلق ہے اس سلسلے میں اردو قواعد کا تجزیہ کرنا، ساخت کے اعتبار سے الفاظ کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنا خالی جگہ بھروانا، اِلا، بول چال، سماعت، مکالمہ، تلفظ اور تحریر جیسی چیزوں سے مدد لی جاسکتی ہے۔ قواعد کا تجزیہ کراتے وقت اسے مختلف حصوں میں تقسیم کر دینا چاہیے۔ جیسے اجزائے کلام، قواعدی عناصر کی تشریح اور قواعد کے اصول وغیرہ پر لکھنے یا جانچنے کا یہ آخری طریقہ وقت طلب ضرور ہے لیکن اس طرح طالب علم کی دلچسپی اور زبان پر اس

کی دسترس کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔

اچھے استاد اپنے اثر طریقہ کار اور لہری وسیع امداد کی فراہمی جیسی چیزوں کی طرح زبان سکھانے میں نصاب کی اہمیت بھی اپنی جگہ مسلم ہے۔ جامع اور مثالی نصاب کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اچھے نصاب کے لیے کوئی قطعی اصول مرتب کیے جاسکے ہیں البتہ ان کو تاہیوں اور خامیوں پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے جو نصابی کتب مرتب کرتے وقت ہمہ الجس کرتے آئے ہیں۔ نصابی کتب میں ذریعہ اظہار کی بنیاد سیکھنے یا سکھانے والے کی کسی بھی ایک زبان پر ہو سکتی ہے۔ ایسی کوششیں فضول ہیں کہ ایک سال کے کورس کے لیے دو سو صفحات ہی کی کتاب ہو۔ ضخامت کی یہاں کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ البتہ جہاں تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ صفحات مشق پر صرف کیے جانے چاہیے۔ اگر استاد اچھا ہے تو چند صفحات کی کتاب سے بھی کام چل سکتا ہے جس میں وہ وقت مزدت قریم و املانے کرتا ہے۔ نصابی کتابوں میں جملوں، خاکوں اور لہری امداد سے متعلق موادوں کا ہونا ضروری ہے۔ یہاں یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ کتابوں میں ثقیل الفاظ سے گریز کیا جائے۔ نصاب میں قواعد کی تشریح جامع اور واضح طور پر کی جانی چاہیے۔

۷

اُردو آوازیں، حروف اور اُن کی ذیلی شکلیں

فرمان اور رسم خط جسم اور لباس کا سلب ہے۔ زبان کے جسم پر اس لباس کی موزونیت کا انحصار آوازوں اور حروف کے رشتوں پر ہے۔ یہ رشتے جتنے استوار ہوں گے، جسم پر لباس کی حافیت اتنی ہی بڑھے گی۔ اس لیے آوازوں اور حروف کے درمیان ایک منطقی تعلق کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی ایک حرف کا ایک آواز کے لیے مخصوص ہونا، اس خصوصیت کو نہ صرف رسم خطوں کی خوبی کہا جاتا ہے بلکہ یہ زبان کا صحیح تلفظ ادا کرنے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے۔ اگر دنیا کی زبانوں کے لیے اُن کے مخصوص رسم خطوں کا جائزہ لیا جائے تو دو ایک کو تھوڑا کر غائب ہر زبان اس خصوصیت سے محروم ہے۔ ہسپانوی اور یونانی زبانیں بڑی حد تک اس الزام سے بری ہیں۔ دُردِ عام طور پر محسوس حال یہ ہے کہ کہیں آوازیں کم ہیں تو حروف زیادہ اور کہیں آوازیں کافی ہیں تو حروف نا کافی۔ اس کی ایک مثال اردو اور انگریزی کے رسم خط ہیں، البتہ ایک بین الاقوامی رسم خط ایسا بھی ہے جو چند نقطوں اور علامتوں کی مدد سے دنیا جہاں کی زبانوں کا صحیح تلفظ پیش کر سکتا ہے۔ ایسے رسم خطوں کی ضروریوں اور خامیوں کے علاوہ زبانوں کے لسانیاتی مطالبے کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے فرانس میں ماہرین لسانیات کی ایک ایسی کمیٹی کے تعاون سے

یہ مختصر ہند اردو سینارہنما لکچر پبلیشرز پٹنار میں چھپائی۔

پیش کیا گیا جس کے ممبران دنیا کے متعدد ملکوں سے تعلق رکھتے تھے۔

اردو شاید واحد ایسی زبان ہے جس کا دنیا کی زبانوں کے کئی بڑے خاندانوں سے ہر طور پرانا تعلق ہے۔ یہ رشتے جملوں، فقروں، لفظوں کی ساخت اور لغت کے اعتبار سے تو ہیں ہی مزید انہیں آوازوں کی سطحوں پر بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اردو اپنے جملوں، فقروں اور لفظوں کی ساخت کے لحاظ سے خاص ہند آریائی زبان ہے۔ فقروں اور لفظوں کی حد تک ایرانی (افاگہ) سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی لغت کی سرحدیں سانی خاندان السنہ (عربی) سے بھی جا کر ملتی ہیں۔ اور آوازوں پر تبصرے کے وقت اردو کو کسی طرح بھی دراوڑی خاندان سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ بہر حال موجودہ بحث میں جو چیز اہم ہے وہ اردو کی آوازیں ہیں۔ اردو زبان کا صوتی نظام دنیا کے چار بڑے خاندان السنہ یعنی ہند آریائی، ہند ایرانی، سانی اور دراوڑی زبانوں سے تعلق رکھتا ہے

رسم خط کے تجربے کے وقت کسی طرح آوازوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ رسم خط مختلف حروف سے ترتیب پاتا ہے۔ یہ حروف آوازوں کی تصویریں ہوتے ہیں۔ اس لیے انہیں پہچاننے اور ان پر بحث کرنے کے لیے آوازوں کا سمجھنا ضروری ہے۔ کسی زبان کی آوازوں پر بحث کرتے وقت پہلے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ زبان میں کون کون سی آوازیں پائی جاتی ہیں۔ ان کے مخارج اور طریقہ ادائیگی کیا ہیں؟ انہیں ایک دوسرے کے مقابلے میں کس طرح پہچانا جاسکتا ہے؟ اس طرح آوازوں کی مکمل ہیئت کشی کے بعد ان حروف کی بحث شروع ہوتی ہے جن کی مدد سے ہم آوازوں کو تحریر میں لاتے ہیں۔ حروف کیسے ہیں؟ ان کے تعداد کیا ہے؟ وہ تحریروں میں کن حیثیتوں کے حامل ہیں؟ لفظ کے شروع اور میان اور آخر میں وہ کن شکلوں کے ساتھ آتے ہیں اور یہ کہ ان کی اصل اور ذیلی شکلوں میں کیا فرق ہے۔ اس طرح برآمد ہونے والے نتائج کی روشنی میں آوازوں، حروف اور ان کی ذیلی شکلوں کا واضح اور مکمل خاکہ پیش کیا جاسکتا ہے اور یہی ہماری موجودہ بحث کا موضوع ہے۔

اردو کے صوتی نظام میں ان گنت آوازیں ہیں لیکن جن آوازوں کا باسانی صوتی تجربہ ممکن ہے ان کی تعداد بھی اتنی زیادہ نہیں ہے۔ اس تعداد میں وہ آوازیں بھی شامل ہیں جو اپنے

الگ الگ عمل کرنے اور ان کے مختلف ڈگریوں کے ساتھ اٹھنے اور اٹھ کر بیٹھنے سے ہوتا ہے۔ اس طرح پیدا ہونے والی آوازیں مصوتے کہلاتی ہیں۔ یہ عمل ہونٹوں کو دائرے کی شکل میں لاکر یا انھیں پھیلا کر بھی دہرائے جاسکتے ہیں جس سے صورتوں میں گولائی دار اور غیر گولائی دار کی تفریق پیدا ہوتی ہے۔ اگر ان تمام صداکتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہوا من کے بجائے ناک سے خارج کی جائے تو اس صحر میں انہی مصوتے وجود میں آتے ہیں

اردو مصوتوں کو مختار ج کے اعتبار سے دولبی، لب دندانی، وندانی، ش ہی، کوزی، تالوی غشائی، بہاتی اور حلقی اور طریقہ ادائیگی کے لحاظ سے بندشی، انفی، صفیری، بھلی، ہر دار اور تھپک دار کہا جاسکتا ہے۔ اگر مختار ج اور طریقہ ادائیگی دونوں نقطہ نظر سے ان آوازوں کے اعداد و شمار جمع کیے جائیں تو باعتبار مختار ج پانچ دولبی، دو لب دندانی، چار وندانی، سات لٹا ہی، دو مابعد لٹا ہی، آٹھ کوزی، پانچ تالوی، سات غشائی، ایک بہاتی اور ایک حلقی آواز ملتی ہے اور ملحوظ طریقہ ادائیگی بھی آوازیں اکیس بندشی، چھ انفی، آٹھ صفیری، ایک غیر صفیری تین بھلی، ایک ہر دار اور دو تھپک دار مصوتوں میں منقسم ہو جاتی ہیں۔ اگر دو مصوتوں میں باکاری غیر باکاری اور مسوع، غیر مسوع کی تفریق بھی ملتی ہے۔ جس کا اعتبار سے اردو میں انہیں غیر باکاری، تیز باکاری، سولہ غیر مسوع اور چھ بیس مسوع سمیت ہیں۔ اردو کے صوتی نظام میں محض دو نیم مصوتے ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ دس مصوتے اور دو طواں مصوتے ہیں۔ دس سادہ مصوتوں میں چار اگلے، پانچ پچھلے اور ایک وسطی ہے۔ ان میں چھ غیر گولائی دار اور چار گولائی دار ہیں۔ ان مصوتوں کو انھیں خصوصیات کے ساتھ انہی مصوتوں کی شکل میں بھی پہچاننا جاسکتا ہے۔ اردو میں طواں مصوتوں کی انہی شکلیں نہیں ملتی۔ اس طرح اردو میں باقاعدہ پہچانی جانے والی آوازوں کی کل تعداد چونتیس ہے جو مصوتوں اور نیم مصوتوں کی صورت میں چوبیس اور سادہ و انفی مصوتوں کی حیثیت سے بیس ہیں۔ ان میں دو طواں مصوتے الگ سے شامل ہیں۔

ہمارے اعضاء صوت میں مختلف اندازوں میں عمل پیرا ہو کر اردو آوازوں کا تلفظ کرتے ہیں۔ انہیں ذیل میں اختصار کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔

مصوتوں کے ذیل میں پہلے اردو کی بندشی آوازیں آتی ہیں۔ ان کی ادائیگی کے وقت دونوں

ہونٹوں کو ایک دوسرے سے ملا کر نوک زبان کو اندر کی طرف کے پچھلے حصے سے ملا کر نوک زبان کو اندر کی طرف موڑ کر اوپری سوٹے کے پچھلے حصے سے ملا کر زبان کے وسطی حصے کو سخت تالو سے ملا کر زبان کے پچھلے حصے کو نرم تالو سے ملا کر یا زبان کی جڑ کو منہ سے ملا کر ہوا کے خروج میں تھوڑی دیر کے لیے رکھا دے پیدا کر کے جو آواز میں پیدا کی جاتی ہیں انہیں حسب ترتیب دولہی، دندانلی، کونوی، تالوی، حلقی، اور غشائی بندشی آوازیں کہتے ہیں۔ ساتھ ہی اپنے اپنے طور پر ہا کاریت اور مسومیت کے عمل و ہر اکراں آوازوں میں ہا کاری، غیر ہا کاری اور مسوم و غیر مسوم کی تفریق پیدا کی جاتی ہے دولہی، کونوی، تالوی اور حلقی آوازوں کے بندشی عمل کے ساتھ ہوا کو منہ کے بجائے ناک سے خارج کر کے انہی صحتوں کو ادا کیا جاتا ہے۔ مزید برآں زبان کے اگلے حصے کو سوڑے سے ملا کر ہر کوناک سے خارج کرتے ہوئے شہابی انہی آواز تلفظ کی جاتی ہے۔ اس عمل میں ہا کاری عمل کو شامل کر کے ایک اور انہی صحت ادا کیا جاسکتا ہے جسے اردو میں شہابی ہا کاری انہی صحت کہہ سکتے ہیں۔ اردو میں صغیری آوازیں تلفظ کرتے وقت نچلے ہونٹ کو اوپری دانت سے، زبان کے اگلے حصے کو اوپری شہابی سوڑے کے پچھلے حصے سے، زبان کے پچھلے حصے کو نرم تالو کے پچھلے حصے سے اور زبان کی جڑ کو کونے سے قریب تر کر کے ہوا کو خارج کر کے رگڑ پیدا کی جاتی ہے۔ ان عملوں کے ساتھ سطر زبان کا درمیانی حصہ نیچے کی طرف کچھ اس طرح دبا ہوا ہوتا ہے کہ ایک اختلی نی کی شکل سامنے آجاتی ہے۔ اس طرح لب و دندان، شہابی تالوی، غشائی اور دو کی ہاتی آوازیں ادا کی جاتی ہیں اسی طرح زبان کے اگلے حصے کو اوپری سوٹے کے آخری پچھلے حصے سے قریب لاکر اگر سطر زبان پر ایک نالی بناتے ہوئے وہاں سے ہوا کو رگڑ کے ساتھ خارج کیا جائے تو اردو کی ماہد شہابی آوازیں تلفظ ہوں گی غشائی پڑوؤں کے دونوں عملوں کی مدد سے ان میں مسوم اور غیر مسوم کا فرق پیدا کیا جاسکتا ہے۔ الباقی کے علاوہ جس میں خود ہا کاری عنصر شامل ہے باقی صغیری صحتوں میں ہا کاریت کا ہوتا لیکن نہیں ہے۔ اردو میں انہی آوازیں مسومیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے زبان کے اگلے حصے کو اوپری سوڑے کے پچھلے حصے کے وسط سے ملا کر زبان کی ہنٹوں سے ہوا خارج کرتے ہوئے ادا کی جاتی ہیں۔ نوک زبان کو پچھلے کی طرف موڑ کر اس عمل کے ساتھ کونوی، حلقی، صغیری بھی ادا کیا جاتا ہے۔ شہابی ہنڈار کی ادا بھی اردو میں ہا کاری عنصر کے ساتھ بھی ممکن ہے۔ شہابی ہنڈار کو ادا

کرتے وقت نوک زبان کو اوپری سوڑے کے پچھلے حصے کے قریب لاکر ایک ہر کے ساتھ ہر حلق کی جاتی ہے۔ غشائی پردے یہاں مسویت کی حالت میں رہتے ہیں۔ نوک زبان کو کوئی آواز کے مختلفہ کی شکل میں لاکر پچھلے حصے سے ملا کر ایک قہیک کے ساتھ اگر ہوا کو منہ سے خارج کیا جائے تو اردو کی قہیک دار آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس عمل میں اگر باکاریت کے عمل کو شامل کر لیا جائے تو کوئی ہا کاری قہیک دار مصوتہ ادا کیا جائے گا۔ ان کی ادائیگی میں مسویت کے عمل کو برقرار رکھا جاتا ہے۔

سطح زبان کے وسط حصے کو سخت تالو کے مقابل اٹھاتے ہوئے رگڑ پیدا کیے بغیر اگر ہوا کا خروج منہ کے راستے سے ممکن بنایا جائے تو اس طرح اردو کا تالوی نیم مصوتہ ادا ہوگا۔ سطح زبان کے اگلے حصے کو اوپری سوڑے کے مقابل اٹھاتے ہوئے رگڑ پیدا کیے بغیر اگر ہوا کا خروج ہونٹوں کو گول کرتے ہوئے منہ کے راستے سے ہو تو اس طرح اردو دوہلی نیم مصوتہ ادا ہوگا۔ اردو کے مصوتوں کی طریقہ ادائیگی سطح زبان کے اگلے، وسطی اور پچھلے تینوں حصوں کے الگ الگ عمل کرنے اور ان حصوں کے مختلف ڈگریوں میں اٹھنے اور اٹھ کر بیٹھنے کے علاوہ ہونٹوں کے گولائی اور ہونے یا ان کے پھیلنے کی شکلوں پر منحصر ہے۔ اردو کے تمام مصوتے مسوع ہیں۔ اگر زبان کے اگلے حصے کو اوپچا کر کے بنا کسی خلل کے ہوا کو منہ کے راستے سے خارج کیا جائے تو اس طرح جو مصوتہ تلفظ ہوگا اسے اردو کا بالائی مصوتہ کہیں گے۔ زبان کے اگلے حصے کو اونچے کے مقابلے میں نسبتاً نیچا اور نیچا اور مزید نیچا کرنے کے بعد جو مصوتے ادا ہوں گے، انہیں علی الترتیب پھلا، بالائی، درمیانی اور پھلا، درمیانی مصوتے کہیں گے۔ اردو کے ان اگلے مصوتوں کی ادائیگی کے وقت ہونٹوں کی شکل پھیل ہوئی ہوتی ہے۔ اگر کم و بیش یہی عمل زبان کے پچھلے حصے کے ساتھ وہائے جائیں اور ہونٹ دائرے کی شکل میں ہوں تو اس طرح تلفظ کیے جانے والے بالائی، پھلا، بالائی، درمیانی، اور پھلا، درمیانی پچھلے مصوتے کہلائیں گے۔ سطح زبان کو اپنی اصلی حالت میں رکھ کر اس کے وسطی حصے پر ہکا سا باؤ ڈالتے ہوئے اگر ہونٹ دائرے کی شکل میں نہ ہوں تو اس طرح ادا ہونے والا مصوتہ اردو کا نیچا، درمیانی وسطی مصوتہ کہلائے گا۔ اردو کا پھلا، پچھلا، غیر گولائی دار ایک اور مصوتہ ہے جس کی ادائیگی کے وقت سطح زبان کے پچھلے حصے کو زیادہ سے زیادہ نیچے لاکر

ہوا کو منہ سے اس طرح خارج کیا جاتا ہے کہ ہونٹ گول نہ ہونے پائیں۔ ان تمام مصوتوں کی تمام باریکیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر ہوا کو منہ کے بجائے ناک سے خارج کیا جائے تو یہ مصوتے انہی مصوتے کہلاتے ہیں۔

طواں مصوتوں کی ادائیگی میں دو مصوتوں کی ادائیگی کے عمل اس طرح ایک ساتھ دہرائے جاتے ہیں کہ وہ تلفظ کے وقت ایک ہی چوٹی بنائیں (ان چوٹیوں کی مدد سے ہی مصوتے پہچانے جاتے ہیں) اگر درمیانی وسطی مصوتے کے تلفظ سے شروع کر کے بالائی اعلیٰ مصوتے کے تلفظ پر ختم کر کے کوئی آواز اس طرح تلفظ کی جائے کہ ہونٹ پھیلے ہوئے ہوں تو وہ آواز اگلا طواں مصوتہ کہلائے گی۔ اسی طرح درمیانی وسطی مصوتے سے شروع کر کے بالائی پچھلے مصوتے پر ختم کرتے ہوئے او کی جانے والی آواز اردو کا پچھلا طواں مصوتہ کہلائے گی۔ اس کی ادائیگی میں ہونٹ دائرے کی شکل میں رہتے ہیں۔ ان طواں مصوتوں کی انہی شکلیں اردو میں نہیں ملتیں۔

تخارج اور طریقہ ادائیگی کے لحاظ سے اردو کے جن مصوتوں، نیم مصوتوں، مصوتوں اور مصلوٹوں مصوتوں کا ادبہ جائزہ لیا گیا ہے ان کی صوتی تشریح ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

| مشائیں | | | صوتی تشریح | | دھرت : [|
|--------|-------|------|-------------------------------------|--|----------|
| شائیں | | | | | پ] : |
| ساٹ | کیاٹس | پانی | دولبی، غیر مسومع، غیر ہا کاری، بندش | | [پھ] : |
| — | اچھان | چھوک | دولبی، غیر مسومع، ہا کاری، بندش | | [ب] : |
| خشب | جج | بات | دولبی، مسومع، غیر ہا کاری، بندش | | [بھ] : |
| کھنہ | کھن | بھوک | دولبی، مسومع، ہا کاری، بندش | | |

لے جن آوازوں کی اوپر تشریح پیش کی گئی ہے یہ وہ آواز ہیں جو صرف لفظوں میں آتی ہیں، فقروں اور جملوں یعنی مطالبہ گفتگو میں آوازوں کے تلفظ میں تقریباً بہت تبدیلیاں ممکن ہیں جنہیں یہاں مضمون کی طوالت کی وجہ سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ آوازوں کی تشریح کے وقت راقم العرف نے اپنے تلفظ کو پیش نظر رکھا ہے۔

| | | | | |
|------|--------|--------|-------------------------------------|--------|
| شرط | قتل | تقاضا | دندانی، غیر مسوع، غیر باکاری، بندشی | (ست): |
| نقد | دستی | تصویر | دندانی، غیر مسوع، باکاری، بندشی | (تقد): |
| شبهه | مدا | دامن | دندانی، مسوع، غیر باکاری، بندشی | (دو): |
| گنجه | سیدها | دعان | دندانی، مسوع، باکاری، بندشی | (دعه): |
| هوت | پشائی | تال | کوزی، غیر مسوع، غیر باکاری، بندشی | (ث): |
| کافه | مشائی | تقویتی | کوزی، غیر مسوع، باکاری، بندشی | (کف): |
| جهت | میتدک | طالی | کوزی، مسوع، غیر باکاری، بندشی | (و): |
| — | موندھا | وصول | کوزی، مسوع، باکاری، بندشی | (دھ): |
| ناچ | سپائی | پمن | تالوی، غیر مسوع، غیر باکاری، بندشی | (چ): |
| کچھ | مچھر | چھیک | تالوی، غیر مسوع، باکاری، بندشی | (چھ): |
| تج | جلس | جسم | تالوی، مسوع، غیر باکاری، بندشی | (ج): |
| بھ | سکھا | تھیل | تالوی، مسوع، باکاری، بندشی | (بھ): |
| یک | دکان | کری | غشائی، غیر مسوع، غیر باکاری، بندشی | (ک): |
| دکھ | نکھن | کھڑکی | غشائی، غیر مسوع، باکاری، بندشی | (کھ): |
| بینک | گنگا | گلاب | غشائی، مسوع، غیر باکاری، بندشی | (گ): |
| سنگھ | گنجھی | گھی | غشائی، مسوع، باکاری، بندشی | (گھ): |
| عشق | مقبورہ | قلم | حلقی، غیر مسوع، غیر باکاری، بندشی | (ق): |
| علم | کمال | مجت | دوبی، مسوع، غیر باکاری، بندشی | (م): |
| جان | سج | لکھ | لشایی، مسوع، غیر باکاری، انی | (ن): |
| — | جھنڈ | — | کوزی، مسوع، غیر باکاری، انی | (ن): |
| — | پنج | — | تالوی، مسوع، غیر باکاری، انی | (ن): |
| — | مکھ | — | غشائی، مسوع، غیر باکاری، انی | (ن): |
| — | نضا | — | لشایی، مسوع، باکاری، بندشی | (ن): |

| | | | |
|---|--------|--------|---------|
| لب دندانى، غير مسعود، صيفرى | فرماکش | جفا | شریعت |
| نشی، غیر مسعود، صیفری | سہدہ | مصر | ملوث |
| نشی، مسعود، صیفری | زاہد | عظیم | محض |
| مابعد نشی ہی یا یا تاوی، غیر مسعود، صیفری | شیخ | شاعرہ | فحش |
| مابعد نشی ہی یا یا تاوی، مسعود، صیفری | ثروٹ | مشرکان | ثال |
| غشائی، غیر مسعود، صیفری | خار | سخت | شیخ |
| غشائی، مسعود، صیفری | غصہ | ساغر | چراغ |
| ہباتی، غیر مسعود، صیفری | حسین | مہلت | آہ |
| لب دندانى، مسعود، غیر صیفری | وزیر | حوا | نحو |
| نشی ہی، مسعود، انہلی | لفظ | مطلب | تہن |
| نشی ہی، مسعود، ہاکاری، انہلی | لہنگا | دوٹھا | — |
| کوزی، مسعود، انہلی | — | بالٹی | — |
| نشی ہی، مسعود، لہر دار | رکاب | قربت | شور |
| کوزی، مسعود، تھپکدار | — | موڑنا | جڑ |
| کوزی، مسعود، ہاکاری، تھپکدار | — | دارھی | علی گڑھ |
| تاوی، غیر مسعود، غیر صیفری، نیم مسودہ | یاد | کیوں | — |
| دوہی، غیر مسعود، غیر صیفری، نیم مسودہ | دعویہ | دیوار | — |

مصو تے

| | | |
|----------------------------------|-------------------|-------------------|
| بالائی، غیر گولائی دار لٹکا | ایمان، چینی، گھٹی | ایٹ، پینٹ، ہائس |
| نچنا بالائی، غیر گولائی دار لٹکا | ارادہ، قسط | — |
| دستلی، غیر گولائی دار لٹکا | ایک میل، کے | — : پائیں |
| نچلا دستلی، غیر گولائی دار لٹکا | غیب، میل، نے | ہیں : بھینس : میں |

| | | | |
|----------|--------------------------------|--------------------|----------------------|
| (۱) اے : | درمیتلی، غیر گولائی دار، وسطی | آپ : مصالحہ | — : کہنی : |
| (۲) او : | بالائی، گولائی دار پچھلا | اولیٰ : موسیٰ : نو | اُونچا : کھنٹی : یوں |
| (۳) اے : | پچھلا بالائی، گولائی دار پچھلا | اُن : ختم : — | اُنچلی : پھینٹلی : |
| (۴) او : | مسطی، گولائی دار پچھلا | اولا : مولیٰ : کو | — : سنا : ہوں |
| (۵) او : | پچھلا وسطی، گولائی دار پچھلا | اولاد : موت : نو | — : تونس : |
| (۶) ا : | پچھلا، غیر گولائی دار پچھلا | آسم : مسافر : کٹھا | آنچل : سانپ : سال |

ملوالم مصووتے

- (۱) آئی : انچلا ملوالم سادہ مصووتہ ایسا : کیسی : ہے — : — : —
- (۲) او : پچھلا ملوالم سادہ مصووتہ اولیا : مولا : — : — : —
- اردو میں استعمال ہونے والے رسم خط کی تین قسمیں ہیں یعنی نسخ، نستعلیق اور شکستہ۔ ان میں نستعلیق کو خاص اہمیت حاصل ہے کیوں کہ اردو کی تمام چھپائی کا کام اسی خط میں ہوتا ہے۔ نسخ کا استعمال قرآن کے حوالوں میں ہوتا ہے اور شکستہ عموماً ذاتی تحریروں یا دفتر کاموں میں مروج ہے۔ اردو رسم خط مصوفی نہ ہو کر مصوری ہے اور کسی حد تک مشکل بھی کیوں کہ اس میں کہیں ایک آواز کے لیے مختلف حروف ہیں تو کہیں یہ صورت ہے کہ کئی آوازیں صرف ایک حرف سے ظاہر کی جاتی ہیں۔ یہ رسم خط چند ترمیم و اضافے کے ساتھ عربی رسم خط کی ایک جدید شکل ہے۔ اپنی اصل صورت کے اعتبار سے دو قسمی جو اور لام الف کو چھوڑ کر اس میں کل تینتیس حروف ہیں جن کو بیس بنیادی شکلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ بنیادی شکلوں کے ان گروپوں کے حروف کو ایک دوسرے کے مقابلے میں پہچاننے کے لیے ان کے اوپر درمیان اور نیچے مختلف نقطوں اور نشانوں کا استعمال کیا جاتا ہے جس سے عربی رسم خط کی حروف کی ترتیب پاتی ہے۔ اس حروف کی کو فارسی زبان کے مطابق ڈھالنے کے لیے نقطوں کے مختلف جوڑوں اور مرکب کا اضافہ کیا گیا جن کی مدد سے فارسی کے لیے چار یعنی <پ>، <ب>، <ڈ>، <گ> حروف وضع کیے گئے۔ بعد میں یہ رسم خط اردو کے لیے اپنا یا گیا۔ اپنے نئے والوں نے مزید نشانوں کی مدد

سے کوڑی آوازوں کے پے حروف وضع کیے جس سے عربی حروف میں لا، ش، ظ، ژ، کا اور اضافہ ہو گیا۔ ساتھ ہی عربی کے دو اور حروف میں تبدیلی لاکر اردو کے بنیادی صوتی عناصر یعنی ہا، ک، ریت اور انیسٹ کو ظاہر کیا گیا۔ یہ حروف علی الترتیب (دھ اور دھ) ہیں۔ یہ ہے ہمارا رسم خط جو آج عربی یا فارسی رسم خط نہ کہلا کر اردو رسم خط کہلاتا ہے۔

اردو حروف تہجی کی کل تعداد انیسٹ ہے۔ جن میں ہا، ک، ریت، مسموٹوں کو ظاہر کرنے والے تیرہ حروف بھی شامل ہیں۔ ان حروف کی مدد سے اردو کی تمام ۲۵ آوازیں ظاہر کی جاتی ہیں ان حروف کو چوبیس بنیادی شکلوں یعنی (ا، ب، ج، د، ر، س، ص، ط، ع، ف، ق، ی، ل، م، ن، و، ہ، ی، س) اور (بھ، تھ، دھ، بھ، لھ) میں سمیٹا جاسکتا ہے۔ ذیل کے جدول میں حروف کی بنیادی شکلوں کے گروپ، حروف کو الگ کرنے والے نشانوں اور نقطوں کے نام، ان نشانوں اور نقطوں کے حروف میں استعمال کے مقام اور اس طرح وضع کیے گئے مکمل حروف اور ان کے ذریعے ظاہر کی جانے والی آوازوں کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

| بنیادی شکلیں | نقطوں اور نشانوں کے نام | ادب | استعمال کے مقام | وضع کیے گئے حروف | ظاہر ہونے والی آوازیں |
|--------------|-------------------------|------|-----------------|------------------|-----------------------|
| = ا | مد | اوپر | × | آ | آ |
| = | — | — | — | (۱) | ا |

نہ کیوں کہ و، بھ، تھ، دھ، وغیرہ سمیٹے اردو صوتیات کے اعتبار سے آوازوں کے خوشنوں یعنی ب + و + ت + د + و + دھ کے بجائے الگ آوازوں (مسموٹوں) کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں، انکی جیس ان آوازوں کو ظاہر کرنے والے حروف کو بھی مرکب (ب + و + ت + دھ = بھ، دھ = دھ) نہیں کہنا چاہیے بلکہ ہا، ک، ریت کی طرح انکی بھی منفرد حروف شمار کرنا چاہیے؛ مثلاً ب + دھ کے بجائے بھ، دھ + دھ کے بجائے تھ وغیرہ

۱۔ اردو میں بعض اعراب بھی ہیں جن کا حروف کے بجائے نقطوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اعراب: زیر، زیر، پیش، تشدید، جزم، تنوین وغیرہ۔ اردو میں ہمزہ کی حیثیت کبھی اعراب کی ہی تھی جسے اب غائب کر دیا گیا ہے اور اسے بالی حاشہ لکھنا پڑا

| | | | | | | | |
|---------|-------|------|---------|------|-----------|---|----|
| ز | ض | x | x | اوپر | ایک نقطہ | = | ص |
| ت | (ط) | — | — | — | — | = | ط |
| ز | ظ | x | x | اوپر | ایک نقطہ | = | |
| ا (درا) | ا (ع) | — | — | — | — | = | ع |
| خ | خ | x | x | اوپر | ایک نقطہ | = | |
| ف | ف | x | x | اوپر | ایک نقطہ | = | ف |
| ق | ق | x | x | اوپر | دو نقطہ | = | ق |
| ک | ک | x | x | اوپر | ایک مرکز | = | ک |
| گ | گ | x | x | — | دو مرکز | = | |
| ل | (ل) | — | — | — | — | = | ل |
| م | (م) | — | — | — | — | = | م |
| انفیت | (ل) | — | — | — | — | = | ل |
| ن | ن | x | دو میان | x | ایک نقطہ | = | |
| و | (و) | — | — | — | — | = | و |
| ہ | (ہ) | — | — | — | — | = | ہ |
| ی | (ی) | — | — | — | — | = | ی |
| ے | (ے) | — | — | — | — | = | ے |
| بھ | بھ | نیچے | x | x | ایک نقطہ | = | کھ |
| پھ | پھ | — | x | x | تین نقطہ | = | |
| تھ | تھ | x | x | اوپر | دو نقطہ | = | |
| ٹھ | ٹھ | x | x | — | تھوٹی ٹوے | = | |
| نھ | نھ | x | x | — | ایک نقطہ | = | |
| جھ | جھ | نیچے | x | x | ایک نقطہ | = | تھ |

| چھ | چھ | چھ | × | × | ایک نقطہ | = |
|----|------|----|---|------|------------|---|
| دھ | (دھ) | — | — | — | — | = |
| ڈھ | ڈھ | × | × | اوپر | چھوٹی طوئے | = |
| ڑھ | ڑھ | × | × | اوپر | چھوٹی طوئے | = |
| لھ | (لھ) | — | — | — | — | = |
| کھ | کھ | × | × | اوپر | ایک مرکز | = |
| گھ | گھ | × | × | ” | دو مرکز | = |

اوپر دی گئی حروف کی اس تفصیل کے بعد قابل ذکر بات یہ رہ جاتی ہے کہ یہ حروف تحریر میں کس طرح آتے ہیں، جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اردو حروف عموماً لفظ میں اپنے ماحول سے متاثر ہوتے ہیں۔ لفظ کے شروع درمیان اور آخر میں یہ اضافی استر یا بدلی ہوئی اور کٹی چھٹی شکلوں کے علاوہ اکثر اپنی اصل صورت میں بھی آتے ہیں۔ تحریر میں گزرت کی طرح بدسنے والے جو رنگ ان حروف کے ہو سکتے ہیں شاید کسی اور رسم خط میں ممکن نہیں ہیں۔ انہیں لفظوں میں دو حیثیتوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ آزادانہ یا پھر جڑوں یا حیثیت سے۔ دوسری یعنی جڑوں صورت میں ان کی ذیلی شکلوں کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ یہ لفظ کے کس حصے میں آتے ہیں۔ یعنی شروع درمیان یا آخر میں۔

حروف اور ان کی شکلیں

حرف دال: اس کی دو ذیلی شکلیں ہیں جو املا میں حسب ذیل طریقے سے استعمال ہوتی ہیں۔

«دال» آزاد یا جڑوں طور پر لفظ کے شروع درمیان اور آخر میں، مثلاً ابھی، اطمینان

چراغ، جہائی، صدا، ہوا، حامد، صامت، صبا، حتماً وغیرہ
 ۱۔ الف: مقصورہ کی شکل میں لفظ کے درمیان میں؛ مثلاً دعویٰ، موسیٰ، زکوٰۃ، لہذا
 وغیرہ۔

حرف ب : اس کی چار ذیلی شکلیں ہیں جو اس طرح ہیں :
 ۱۔ جوڑتے وقت لفظ یا لفظ کے دوسرے کسی ٹکڑے کے شروع میں بنیادی حروف
 (م، مں، ع، ط، ف، ک، ق، و، اوری) کی بنیادی یا ذیلی شکلوں سے پہلے
 (کبھی کبھی ک اوری سے پہلے 'ب' شکل بھی ممکن ہے؛ جیسے بکعت، بکندہ
 بیمار وغیرہ)؛ جیسے بساط، بصیرت، البکاؤلی، بوسہ، چالبا اور قابض وغیرہ
 ۲۔ جوڑتے وقت لفظ یا لفظ کے دوسرے کسی ٹکڑے کے شروع میں بنیادی
 حروف (ح، م، ہ) کی بنیادی یا ذیلی شکلوں سے پہلے؛ جیسے بحال، بمقام
 بہوا، الجبد وغیرہ
 ۳۔ جوڑتے وقت لفظ یا لفظ کے دوسرے کسی ٹکڑے کے شروع اور درمیان
 میں باقی بنیادی حروف کے ساتھ؛ جیسے ہدی، ہرسات، اشباب، کبوتر، توانی
 پایر وغیرہ
 ب : آزادانہ یا جوڑتے وقت لفظ کے آخر میں؛ جیسے جناب، کاتب، انس کتاب
 وغیرہ

حرف ج : اس کی دو ذیلی شکلیں ہیں
 ج : جوڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں؛ جیسے جادو، جہائی، مجسمہ، بجلی

۴۔ یہاں رواجی الفاظ تحریر کو پیش نظر رکھا گیا ہے

۵۔ کم و بیش یہی ذیلی شکلیں (پ، ت، ث، خ) حروف کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں۔
 ۶۔ کم و بیش یہی ذیلی شکلیں (ج، ح، ط، ف) حروف کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں۔

دکس، تیس، تیس، وغیرہ

حرف ص : اس کی دو ذیلی شکلیں ہیں

ص : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں ؛ جیسے صبا، صورت، بہ صوکر وغیرہ
ناصر وغیرہ

ص : آزادانہ یا جڑنے کی صورت میں لفظ کے آخر میں ؛ جیسے غاص، حرص،
مخلص، خالص وغیرہ

حرف ط : اس کی تحریر میں ایک شکل رہتی ہے خواہ وہ لفظ کے شروع، درمیان
اور آخر میں آزادانہ طور پر آئے یا جڑواں حیثیت سے ؛ جیسے طوفان
بطوطہ، مرلوط، غلط، محیط وغیرہ

حرف ع : اس کی چار ذیلی شکلیں ہیں

ع : جڑتے وقت لفظ یا لفظ کے دوسرے کسی ٹکڑے کے شروع میں ؛ جیسے عقل،
عدم، ساعت، دعائیں وغیرہ

ع : جڑتے وقت لفظ کے درمیان میں ؛ جیسے مہبود، امانت، تعلیم وغیرہ

ع : جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے قطع، سمجھ، جمع وغیرہ

ع : آزادانہ طور پر لفظ کے آخر میں ؛ جیسے شجاع، طوع، مصرع وغیرہ

حرف ف : اس کی دو ذیلی شکلیں ہیں۔

ف : کم و بیش بھی دو ذیلی شکلیں (ضمی) کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں

ف : " " " (ضعفی)

ف : " " " (ضعفی)

نُسخہ : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں ؛ جیسے فرست، فقط، مسافر،
کیفیت، حقیقت وغیرہ
ن : آزادانہ یا جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے موان، صرن، صفت، بلین
وغیرہ

حرف ق : اس کی دو ذیلی شکلیں ہیں
ق سہ : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں ؛ جیسے قاضی، قصور، مستعد،
ملاقات، فقر وغیرہ
ق : آزادانہ یا جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے طلاق، عرق، سستی، شش وغیرہ

حرف ک : اس کی تین ذیلی شکلیں ہیں
ک : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں ؛ جیسے کمان، کرسی، تھوکت
لکڑی وغیرہ
ک : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں حروف (ا، ل) سے پہلے ؛ جیسے
کلمہ، کافی، مکان، شکل وغیرہ
ک : آزادانہ یا جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے اوراک، شرکت، ٹیکہ
بچپک وغیرہ

حرف ل : اس کی دو ذیلی شکلیں ہیں
ل : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں ؛ جیسے فقر، بہکن، مالک، ولر، اور وغیرہ
ل : آزادانہ یا جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے قول، مشغول، بیل، شغل وغیرہ

حرف م : اس کی دو ذیلی شکلیں ہیں

مر : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں ؛ جیسے مسجد، ملاقات، لمبائی، سماع
جر وغیرہ

م : آزادانہ یا جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے معلوم، ہام، ہنعم، قسم وغیرہ

حرف ن : اس کی چار ذیلی شکلیں ہیں

ز : جڑتے وقت لفظ کے شروع میں بنیادی حروف (س، ص، ض، ط، ظ، ف، ب،
ق، و، اور ی) کی بنیادی یا ذیلی شکلوں سے پہلے یا لفظ کے درمیان میں بنیادی
حروف (ا، ر، و، د، و) کے بعد ؛ جیسے نسیم، نصیحت، نکاح، نور، بانس، جانور
پرورد (کبھی کہیں »ن« شکل بھی مل جاتی ہے جیسے نکسیر، نیست، نینا وغیرہ۔
یہ استثنا کی مثال ہے)

نر : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں بنیادی حروف (ح، م، ہ) سے
پہلے ؛ جیسے خواست، نمرود، جانچ، ترنم، زنجیر وغیرہ

ن : جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں باقی حروف کے ساتھ ؛ جیسے نبی
نبرد، منافع، نسیان، بونا وغیرہ

ن : آزادانہ یا جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے برتن، مکان، ایمان، بتین
مالن وغیرہ

حرف و : اس کی تحریر میں ایک ہی شکل رہتی ہے خواہ وہ لفظ کے شروع، درمیان یا آخر
میں آزادانہ طور پر آئے یا جڑ والی حیثیت سے ؛ جیسے وصال، وارث
روداد، راوی، دو۔ سودا، ثواب، جو، محو وغیرہ

حرف ہ : اس کی چار ذیلی شکلیں ملتی ہیں

۴ : جڑتے وقت لفظ کے شروع میں یا درمیان میں حروف (ا، و، ہ) سے

پہلے ؛ جیسے ہمتی، ہمارا، چاہنا، چودا، آہو، سردان وغیرہ

۵ : جڑتے وقت لفظ کے درمیان میں ؛ جیسے جہاں، عہد، سہارا وغیرہ

۶ : جڑتے وقت لفظ کے آخر میں ؛ جیسے منہ، تشبیہ، حکمہ وغیرہ

۷ : آزاد طور پر لفظ کے آخر میں ؛ جیسے گناہ، عہد، اکمرہ وغیرہ

حرف ی : اس کی چار شکلیں ممکن ہیں

۱ : جو جڑتے وقت لفظ کے شروع میں یا درمیان میں بنیادی حروف (س) میں

ط، ع، ف، اق، اک، و) کی بنیادی یا ذیلی شکلوں کے ساتھ (ک یا گ) کے

ساتھ لفظ کے شروع یا درمیان میں «ی» شکل بھی ممکن ہے جیسے کاپاک

یکسوئی وغیرہ۔ یہ استثنا کی مثال ہے) ؛ جیسے یعقوب، یونان، ضایع

لایق وغیرہ

۲ : جو جڑتے وقت لفظ کے شروع میں یا درمیان میں بنیادی حروف (ا، و، ہ)

م، ہ) سے پہلے ؛ جیسے ایمان، یہودی، یحییٰ اور یمن وغیرہ

۳ : جو جڑتے وقت لفظ کے شروع یا درمیان میں باقی ہر جگہ ؛ جیسے یار، یاری،

ایام، ہمار، قیمتی وغیرہ

۴ : آزاد یا جڑنے کی صورت میں لفظ کے آخر میں ؛ جیسے سروی، ملتی کا تھی

باجی، فریخی وغیرہ

(۵) جو اردو میں مصمتوں کی باکارت کے لیے مخصوص ہے لفظ کے درمیان اور آخر

میں خواہ آزاد یا جڑ کر وہ اظہار اپنی اصل شکل برقرار رکھتی ہے ؛ جیسے بھوک، سنبھال، میٹھنا

سوچنا، سمجھنا، مجھے، دودھ، دھوم، گدھا، علی گڑھ، آنکھ، کھولنا، پکڑنا، کھٹک، روکنا

وغیرہ۔ یہاں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب ایک حرف دوسرے حرف سے جڑتا ہے تو ان کے درمیان

کبھی کبھی ربطیہ (معلقہ صحت) استعمال کرنا پڑتا ہے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ لفظ کا ہر حرف آسانی سے پہچانا

جاسکے۔

اُردو مصوتوں کا صوتی نظام اور ہمارا رسم خط

ہم آدی سماجی زندگی میں زبان کی طرح رسم خط کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ رسم خط واحد ذریعہ ہے جو ہمارے خیال کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیتا ہے۔ ٹیپ اور قلم کے ذریعے بھی لفظوں کو مقید کیا جاسکتا ہے لیکن زبان کی تحریری شکل کی اپنی الگ حیثیت اور اہمیت ہے۔ یہ کام ہزاروں سال سے کسی نہ کسی شکل میں ہوتا رہا ہے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ ہمارے پاس چار بڑے رسم خط ہیں جن میں دینکی ہزاروں زبانیں لکھی جاتی ہیں یعنی روسی، عربی و فارسی، دیوناگری اور چینی۔ امریکہ اور افریقہ براعظموں کے علاوہ برصغیر ہند و پاک میں چند دوسرے رسم خط بھی ہیں جو محض علاقائی زبانوں کے لیے مخصوص ہیں جیسے ہند و پاک میں گرجی، بنگلہ، آسامی وغیرہ اور دراوڑی خاندان کی زبانوں کے رسم خط۔ ان تمام چھوٹے بڑے رسم خطوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو زبان کی صوتی ضرورتوں کو پورا کرتا ہو البتہ غنیمت ہے اور ہسپانوی زبانوں میں ایک آواز کے لیے ایک حرف کا تصور ملتا ہے

زبانوں میں رسم خط کی بے قاعدگیوں کے اعتبار سے ایک مثال انگریزی میں رومن رسم خط کی دی جاسکتی ہے جہاں ایک آواز کو مختلف حروف سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے APRIL

یہ مصنون اردو ریسرچ اینڈ ٹریننگ سینٹر کے ایک کل بند سینار میں پڑھا گیا۔

BUT & SOME میں ۱/۱ مصوتے کو علی الترتیب /u.o.a/ سے لکھا گیا ہے۔ پس کے
 برعکس مختلف آوازیں محض ایک حرف سے لکھی جاتی ہیں جیسے PERMISSION • SCHOOL
 اور PLEASURE جس میں /s/ کی مدد سے بالترتیب /ش/، /س/، /ژ/ مصوتے ظاہر کیے گئے
 ہیں۔ انگریزی میں ایسے الفاظ بھی ہیں جہاں حروف تو لکھے جاتے ہیں لیکن لفظ کے تلفظ میں
 ان کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا؛ جیسے PSYCHOLOGY میں /p/ اور HALF • CALM میں
 /h/ وغیرہ۔ رسم خط کی ان بے قاعدگیوں میں فرانسیسی تو دو ہاتھ اگے ہے جس کے بولنے والوں
 کو لفظوں میں بلاوجہ حروف لکھنے کی عادت سی ہے۔ روسی، جرمن، عربی اور فارسی غرض دنیا کی
 اہم زبانوں کے رسم خطوں کا بھی کم و بیش یہی حال ہے۔ اس سلسلے میں ہندوستانی زبانوں کے
 رسم خط بھی کسی سے بچے نہیں ہیں۔ غرض ہندو دنیا کے رسم خطوں کی بے قاعدگیاں کسی سے بچتی
 نہیں ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کم زوریوں کی طرف نگاہ بے ہنگامے اشارے ہوتے رہے ہیں۔
 اور ترجمہ دانہ فلسفے کی پر زور سفارشات بھی کی جاتی رہی ہیں مگر کہیں بھی خاطر خواہ نتائج برآمد
 نہیں ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے ماوری زبان والوں کے لیے یہ مسئلہ اتنا اہم نہ ہو لیکن زبان سیکھنے
 اور سکھانے والوں کو رسم خط کی بے قاعدگیاں بڑی آزمائشیں ڈال دیتی ہیں۔ غالباً اسی لیے
 رسم خط کی کم زوریوں اور غامبیوں کے خلاف زیادہ تر آوازیں زبان و ادب کے استادوں کی
 طرف سے ہی اٹھتی ہیں۔

سوال یہ اٹھتا ہے کہ رسم خط میں بے قاعدگیاں کیوں ہوتی ہیں اور ہم ان پر قابو کیوں نہیں
 پاسکتے ہیں۔ اس کی کئی وجہیں ہو سکتی ہیں مثلاً :

- رسم خط اختیار کرتے وقت ہم موضوعی ہوتے ہیں۔
- رسم خط کی طرف ہمارا رویہ جذباتی ہوتا ہے۔
- رسم خط ایک تاریخی ورثہ ہوتا ہے جس کی جڑیں ہماری تہذیب اور سماجی اقدار تک
 پھیلی ہوئی ہیں۔
- اگر دو زبانوں کا رسم خط مشترک ہو تو الفاظ مستعار لیتے وقت ہم عموماتان کے
 لکھنے کے طریقوں کو بھی اپناتے ہیں۔

— وقت کے ساتھ زبان میں رونما ہونے والی تبدیلیاں آگے چل کر ایک آواز کے لیے ایک حرف کے رشتے کو مجرد کر دیتی ہیں۔

— فطرتاً ہم پہل پسندی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

— رسم خط میں ترمیم و اضافے کی گنجائشوں سے غولٹا کر لیا جاتا ہے۔ وغیرہ

غالباً ہی اسباب ہیں جو قوموں کو اپنے رسم خط کی کوتاہیوں، کم زوریوں اور خامیوں پر زیادہ سنجیدہ نہیں ہونے دیتے۔ دراصل رسم خط قوم کی ایک ایسی عادت ہوتی ہے جسے وہ ہر حالت میں عزیز رکھنا چاہتی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمیں اپنے رسم خطوں کی پیچیدگیوں سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی۔ ہر رسم خط میں ترمیم و اضافے کی گنجائشیں ہمیشہ رہتی ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہونا اس بات پر منحصر ہوتا ہے کہ ہم ذہنی طور پر اصلاح کے لیے کہاں تک تیار ہیں۔ رسم خط میں اصلاحی رد و بدل پُرانے توں کو توڑنے یا انھیں نئے زاویوں میں تراشنے کے مترادف ہے اس لیے یہ انتہائی نازک اور بے حسد ذمہ داری کا کام ہوتا ہے۔

اردو رسم خط : اردو رسم خط پر بحیثیت مجموعی اب تک جو تحریریں سامنے آئی ہیں انھیں پانچ حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے : (۱) اردو رسم خط بدل دینے کا مشورہ : (۲) زبان کے صوتی نظام کے حوالے سے اردو حروف کا تجزیاتی مطالعہ : (۳) اردو رسم خط سیکھنے اور سکھانے سے متعلق اصولوں اور قواعدوں کی بحث : (۴) رسم خط کی کم زوریوں اور غولٹا کرنے کے پیش نظر ان کی اصلاح سے متعلق تجاویز : اور (۵) اردو اطفال کے مسائل۔ ظاہر ہے یہ ایسے موضوعات ہیں جن پر کچھ کہنے اور سننے کی گنجائشیں ہیں اور موجودہ سینار میں ان پر بحث بھی ہوگی۔ اپنے کو محدود رکھتے ہوئے یہاں صرف اتنا کہنا مقصود ہے کہ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اردو رسم خط کی کوتاہیوں اور خامیوں پر تنقید کہنے، ترمیم و اضافے کی جی چوڑی سفارش کرنے یا یکسر رسم خط ہی بدل دینے کے بجائے ایسے راستے تلاش کیے جائیں جن سے جوارے مسائل کی توجیح یا وضاحت ہو سکے۔ اس طرح ایسے اصول بھی وضع ہو سکتے ہیں جن کی مدد سے ہم

اپنے مسائل پہ قابو پا سکیں۔ ناگزیر حالات میں اپنے سسٹم کے اندر رہ کر تھوڑی بہت ترمیم و اضافے کی گنجائش بھی نکالی جاسکتی ہے۔ یہ تمام وقت طلب ضرور ہے لیکن عرق ریزی اور جان سوزی کے بغیر کچھ حاصل بھی تو نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر انگریزی کی طرح ہمارے یہاں ایک بڑا مسئلہ چند حروف کا ہے جو قلم دہیں تو کئی ہیں لیکن ان کے ذریعے ایک آواز ہی ظاہر کی جاتی ہے؛ جیسے /س، ج، ٹ/ اور حروف جو صرف /س/ آواز کو ظاہر کرتے ہیں یا /ض، ظ، ذ، ز/ جو محض /ذ/ آواز کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اسی طرح /تا/ کے لیے /ت اور ط/ اور /با/ کے لیے /ب اور ہ/ حروف ہیں اور رسم خط میں بعض عربی حروف جو صرف واقعی ایک اہم مسئلہ ہے جن سے گھبرا کر کسی نے اس کو مردہ لاش تک کہہ ڈالا ہے۔ یہاں اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ عربی کے /ث، س، ط، ظ، ز، ذ/ نہیں اور ج حروف صرف عربی و فارسی الفاظ میں استعمال ہوتے ہیں تو اس طرح ایک اصول یہ وضع ہو گا کہ جن لفظوں میں ہا کاری یا کوزی جو خالص ہندوستانی آوازیں ہیں، کے ساتھ /سا، تا اور با/ آوازیں یا مصنفے آئیں تو علی الترتیب /س، ٹ، ا، ط/ اور /ب، ح/ کے بجائے /س ات اور ہ/ حروف سے لکھے جائیں گے اس طرح اردو رسم خط کی بہت سی بے قاعدگیوں کی توجیح ہو سکتی ہے اور ان کے اصول وضع کیے جاسکتے ہیں۔

مصوتوں کا صوتی نظام : زبان کے صوتی نظام کے حوالے سے ہی رسم خط کی خوبیوں اور خرابیوں کا پتہ چلتا ہے۔ آواز اور حروف کا رشتہ جتنا مضبوط ہو گا وہ رسم خط اتنا ہی سائنسی ٹی اور صحت مند کہلائے گا۔ اردو کے صوتی نظام کو پیش نظر رکھ کر اگر ہم اردو رسم خط کا جائزہ لیں تو ہمیں اپنے رسم خط کی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اردو میں مصوتوں VOELS کی مجموعی تعداد دس ہے۔ بنیادی مصوتے زبان کے اگلے، پچھلے اور درمیانی حصوں کے عمل کرنے سے اگلے، پچھلے اور درمیانی، ان حصوں کے مختلف ڈگریوں میں اٹھنے سے بالائی، چٹا بالائی، وسطی اور نیچلا وسطی اور ہونٹوں کے سکڑنے اور پھیلنے سے مدور UNROUND اور غیر مدور ROUNDED کہلاتے ہیں۔ اس بنیاد پر اردو مصوتوں کی صوتی توجیح اس طرح ہو سکتی ہے۔

- ی = غیر مدور، بالائی، اگلا مصوتہ؛ جیسے اہان، چنہ، شادی
 ۷ = غیر مدور، پچھلا بالائی، اگلا مصوتہ؛ جیسے ادھر، ترچھا، پرکاؤ
 ے = غیر مدور، وسطی، اگلا مصوتہ؛ جیسے ایک، کیلا، میرا
 ے = غیر مدور، پچھلا وسطی، اگلا مصوتہ؛ جیسے غیب، سیر، ہئے
 ۱ = غیر مدور، بالائی پچھلا، درمیانی مصوتہ، جیسے اب، جب، کلام
 و = مدور، بالائی، پچھلا مصوتہ؛ جیسے اُون، طوقان، آبجو
 ے = مدور، پچھلا بالائی، پچھلا مصوتہ؛ جیسے اُنٹ، ملاقات، بلانا
 و = مدور، وسطی، پچھلا مصوتہ؛ جیسے اولاد، مور، کو
 و = مدور، پچھلا وسطی، پچھلا مصوتہ؛ جیسے اولاد، تولنا، سو

۱ = غیر مدور، بالائی پچھلا، درمیانی مصوتہ، جیسے اب، جب، کلام

اردو کے سبب بالاتمام بنیادی مصوتے جو لسانیات کی اصطلاح میں فونیم بھی کہلاتے ہیں، لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں آسکتے ہیں۔ ایک دوسرے مصوتے کے ساتھ آنے میں بھی ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ بند اور کھلے رگوں میں بھی یہ آزادانہ آتے ہیں۔ ان مصوتوں میں آئے / اور / د / و ایسے مصوتے ہیں جو حسب ترتیب دہرے مصوتوں / آئے / اور / د / و کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ اردو کی یہ بنیادی تکلیفی آوازیں اپنی شکلیں بھی بدلتی رہتی ہیں۔ یہ تبدیلی اس وقت یقینی ہو جاتی ہے جب وہ دوسرے صوتی ماحول میں آئیں۔ مثال کے طور پر / ا / مصوتے کو لیجیے جو ہانگ، ڈال، آؤ، ستا، آئی، راہ اور آواز / وغیرہ الفاظ میں اپنی بنیادی خصوصیات کے علاوہ حسب ترتیب نسبتاً طویل، انفی، کوڑی، نسبتاً پچھلا، نسبتاً طویل، نسبتاً اگلا، ہلکا، ہلکا اور لفظ / آواز / میں دوسرے کے مقابلے میں پہلا / الزیادہ سنی ہیں۔ اس طرح اردو میں / ا / مصوتہ کی تقریباً آٹھ شکلیں سامنے آتی ہیں۔ ان نازک سے صوتی مشابہتوں کے ذریعہ، اردو کے دس مصوتوں کی مجموعی تعداد اسی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں تعداد اور نوعیت کے اعتبار سے رکن لفظوں میں مختلف انداز سے آتے ہیں جس سے مصوتوں کی سمیت میں فرق پڑ جاتا ہے لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں آنے سے بھی مصوتے اپنی صوتی شکلوں میں تبدیلیاں لاتے ہیں۔ صوتی تسلسل یا خوشوں

ہے بھی مصوتوں میں صوتی تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ الفاظ میں اپنی ترتیب و تقسیم کی بنا پر مصوتوں کے تلفظ میں ایسی صوتی تبدیلیاں کہیں زیادہ رونما ہوتی ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو زبان کے لہجے کا تعین کرتی ہیں اس لیے ان کا زبان کے تلفظ میں بڑی اہمیت ہے۔ رسم خط میں ان صوتی باریکیوں کی وضاحت کرنے کی صلاحیت ہونی چاہیے کیوں کہ زبان کے لسانیاتی مطالعے اور صوتی توضیح میں ان کی بڑی اہمیت ہے لیکن عام تحریر میں ان کی ضرورت نہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تلفظ اور لہجے کی باریکیوں کے بجائے اگر ہم یہاں رسم خط سے زبان کے بنیادی صوتی نظام کی ادائیگی کا تقاضہ کریں تو زیادہ صحیح اور مناسب ہوگا۔ اگر رسم خط میں ایک آواز کے لیے ایک حرف کا تصور مجروح ہو رہا ہے تو ہم اپنے مسموم کے اندر رہ کر ترمیم و اضافے کی بجائے غلطیوں کی بھی بات کر سکتے ہیں جو ہمارے سماج کے لیے قابل قبول ہوں۔

اردو مصوتے اور رسم خط کی بے قاعدگیاں: اردو رسم خط میں ہمارے صوتی نظام کو ظاہر کرنے کے لیے چار حروف یعنی /ا، آ، و، اور زبر، زیر و پیش کی شکل میں تین اعراب ہیں۔ انصاف، طول اور مصوتی خوشنوں کے لیے بالترتیب نوں غنہ، مد اور ہمزہ کا استعمال ہوتا ہے۔ حروف، اعراب اور علامتوں کی شکل میں ہمارے پاس کل سربراہ یہ ہے جن کی مدد سے اردو کے سادہ مصوتوں، مصوتی طول اور خوشنوں اور دھجے مصوتوں یعنی DISHCHONG کو پیش کیا جاتا ہے۔ ان بنیادی اور اہم صوتی اکائیوں کو لکھنے کے طریقے۔ انھیں ظاہر کرنے کی خامیاں اور ہماری وہ کوتاہیاں اور مجبوریات کیا ہیں جو اردو زبان کی اظہ کے لیے مسئلہ بنی ہوئی ہیں۔ مزید برآں ان کم زور رویوں پر کس طرح قابو پایا جاسکتا ہے۔ یہاں ان پر غور کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔ زبر، زیر اور پیش: یہ اعراب علی الترتیب /ا، آ، و/ مصوتوں کے لیے مخصوص ہیں۔ لیکن اردو کی عام تحریر میں ان کے لکھنے کا رواج نہیں ہے۔ لفظ کے شروع میں جہاں تمام مصوتے الف کے ساتھ لکھے جاتے ہیں وہاں بھی یہ استعمال نہیں ہوتے۔ انھیں حروف پر لگا کر دوسرے مصوتوں کو بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ ان اعراب میں زیر کو ہم مذمت در

رابطہ کے طور پر بھی لکھتے ہیں۔ اس طرح کی ہرے قاعدگیوں سے تحریر میں جو پیچیدگیاں پسند
ہو جاتی ہیں ان سے ہم سب لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔

۴۔ الف : اردو الف میں الف ثلثا دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ایک مصوتے کے طور
پر اور دوسرے چھوٹے مصوتے کو ظاہر کرنے کے لیے لفظ کے شروع میں معاون حروف
کی حیثیت سے۔ اس کے علاوہ عربی و فارسی تحریروں کے زیر اثر مصوتے کے اوپر ال اور
ہمزہ کے ساتھ الف مقصورہ کی شکل میں اور تنوین یعنی اوپر دو نہر لگا کر بھی اسے لکھا
جاتا ہے۔ یہ عربی الف کی بوائجیاں ہیں جن پر تقریباً قلوب پالیا گیا ہے لیکن عربی الفاظ میں
بعض جگہ الف اب بھی لکھا جاتا ہے جب کہ تلفظ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لفظ کے
شروع میں اپنی اصل آواز کے لیے عند لگا کر بھی یہ لکھا جاتا ہے۔ الف کی رعایت سے یہاں
ایک تشریح ضروری ہے۔ لفظ کے آخر میں /ہ/ کی آواز اکثر ادھی رہ جاتی ہے۔ کبھی کبھی
مختص، کنوں پر مشتمل الفاظ میں شروع اور درمیان میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ /ہ/
آواز مصوتہ /ہ/ کے مشابہستانی دیتی ہے۔ یہ اردو زبان کا اپنا ایک صوتی اصول ہے جس
کا تحریر سے کوئی تعلق نہیں کیوں کہ یہ وسطی درمیانی مصوتہ نہ ہو کر /ہ/ کی نسبت کم طول
شکل ہے۔ اس لیے اس کو الف کی آواز ہی سمجھا جائیے۔

۳۔ ی : یہ حرف غیر مدور بالائی لکھنے والے یعنی /ذ/ کے لیے مخصوص ہے جو لفظ کے شروع
میں الف کے ساتھ شوشے کے نیچے دو نقطے لگا کر اور درمیان میں الف کے بغیر اپنی ذیلی
شکل /ی/ سے لکھا جاسکتا ہے۔ بعض تحریروں میں لفظوں کے نیچے چھوٹے الف جیسی
شکل بھی بنا دی جاتی ہے۔ یعنی /ی/ جو زیادہ صحیح ہے۔ اس طرح /ے/ اور /اے/ کی
ذیلی شکلوں سے اسے الگ پہچانا جاسکتا ہے۔ نیم مصوتہ /ی/ کو /ی/ صوتوں کے مقابلے میں
بھی الگ پہچانا جاسکتا ہے؛ مثلاً حمید ایمان اور یاد بیمار وغیرہ۔

۴۔ ے : یہ حرف دو بنیادی مصوتوں یعنی وسطی اور پچلا وسطی، غیر مدور اگلے مصوتوں کے لیے
مخصوص ہے۔ لفظ کے شروع اور درمیان میں بھی اس کی ذیلی شکلیں یا ایلو گراف ایک جیسے
ہیں جس کی وجہ سے لفظ کا صحیح تلفظ سمجھنے میں دقت محسوس ہوتی ہے۔

۵۔ و : اردو میں حروف اور مختلف حیثیتوں سے استعمال ہوتا ہے۔ بحیثیت مصمتہ مختلف معدد میں مصزور کچھ گوبلی نیم مصوتہ کی صورت میں اور عطف کی صورت میں اور واؤ عطف کے طور پر ہر حالت میں اردو میں اس کی تقریباً ایک ہی شکل رہتی ہے۔ بحرئی و فارسی سے مستعار بعض الفاظ کے نتیجے میں الف سے پہلے یہ اکثر اپنا تلفظ کھودیتا ہے۔ واؤ کے اوپر ہمزہ یا الف لگانے کا روان بھی ہے۔ ہمارے سامنے یہ ایسے مسائل ہیں جنہوں نے ہمارے مصوتوں کے تحریری نظام کو درہم برہم کر رکھا ہے۔

۶۔ الفیت : اردو کے تمام مصوتے انفی ہو سکتے ہیں جنہیں (پھولے مصوتوں کو پھوڑ کر) الفاظ کے آخر میں فون غند سے ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن لفظ کے درمیان میں ان کے لیے فون کی ذیلی شکل /ن/ ہی استعمال ہوتی ہے جس کی وجہ سے لفظ /ن/ میں مصمتہ /ن/ اور انفی مصمتے کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے جب کہ زبان میں دونوں کی بنیادی حیثیت ہے۔

۷۔ دوسرے مصوتے اور مصوتی خوشے : صوتی اعتبار سے دہرے مصوتوں DIPHTHONG اور مصوتی خوشوں SEQUENCES میں بڑا فرق ہے۔ دہرے مصمتے میں ایک مصوتے سے تلفظ شروع کر کے دوسرے پر اسے ختم کیا جاتا ہے جبکہ مصوتی خوشوں میں مصوتے الگ الگ تلفظ ہوتے ہیں۔ اردو املا میں یہ فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ دونوں حالتوں میں عموماً ہمزہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اردو مصوتوں کو ظاہر کرنے کی ان بے قاعدگیوں اور کمزوریوں نے ہمارے حجم خطا کے صوتی نظام میں ترمیم و اصلاح کی بڑی گنجائشیں پیدا کر دی ہیں جن پر سنجیدگی۔ سرغور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں اصلاح کے وقت ہمیں حسب ذیل باتوں کو مد نظر رکھنا ہوگا۔

- ۱۔ روایتی املا کی شکل مسخ نہ ہو
- ۲۔ تبدیلیاں گراں نہ گزریں
- ۳۔ چھپائی کی ہولیتیں قائم نہ رہیں
- ۴۔ ترمیم و اضافے سہل ہوں
- ۵۔ ایک کے مقابلے میں دوسرے کی پہچان برقرار رہے

- ۶۔ رسم خط کی انفرادیت مجرد نہ ہو
- ۷۔ معمولی تبدیلی سے کوئی بڑا مقصد حاصل ہو
- ۸۔ ترمیم و اضافے کم سے کم ہوں
- ۹۔ ترمیم و اضافے سے رسم خط کا مزاج مجرد نہ ہو
- ۱۰۔ تبدیلی ناگزیر حالت میں ہی ممکن ہو

رسم خط میں اصلاح کی سفارشاتوں کے مختصر پہلو

- ۱۔ اوصاف کو زیر کے بجائے اے کے ساتھ لکھا جائے؛ جیسے دروے دل دیونے غائب غیثاں ریٹھے کو بھی اے سے لکھا جائے؛ جیسے غلے سے سرخ وغیرہ۔
- ۲۔ نیم مصوتے y کو لفظ کے درمیان دو نقطوں کو جوڑ کر ظاہر کیا جائے۔
- ۳۔ z کی ذیلی شکلوں کو دو نقطوں کے نیچے چھوٹا z لکھ کر پیش کیا جائے۔ جیسا کہ پورا بھی ہے،
- ۴۔ مصوتے کی انفیت کو فون کی ذیلی شکل میں نقطے کے بجائے چھوٹے دائرے سے ظاہر کیا جائے۔
- ۵۔ دو لمبی صغیری مصوتے یعنی w کو لفظ کے شروع میں واؤ اور درمیان و آخر میں داؤ کی گھنڈی کو کھلا چھوڑ کر لکھا جائے۔
- ۶۔ جہاں دو نقطوں کی شکلیں یکساں ہوں اور تعلق الگ الگ وہاں زیر اور پیش ضرور استعمال کیے جائیں۔
- ۷۔ o کو u سے الگ کرنے کے لیے اس کے اوپر نہبر کا استعمال ضروری سمجھا جائے۔
- ۸۔ دو لمبی نیم مصوتے کے اوپر نصف دائرہ بنا دینا چاہیے۔
- ۹۔ ایسے حروفِ اعراب شامل نہ ہوں جن کا تعلق لفظ کے تلفظ سے نہ ہو
- ۱۰۔ ہمزہ کو صرف مصوتی خوشے کے لیے استعمال کیا جائے وغیرہ۔

ان سفارشوں کی روشنی میں ذیل کے جدول کو ملاحظہ کیجیے :

| مشائیں | مصوتوں کی حرفی شکلیں | | | | | | مصوتوں کی صوتی شکلیں |
|---------------------|----------------------|--------|-----|---------------------|--------|-----|------------------------|
| | مروجہ | | | قریم و اضافے کے بعد | | | |
| | شروع | درمیان | آخر | شروع | درمیان | آخر | |
| i | اَ | اِ | ی | اَ | اِ | ی | اہان، چہ، کھی |
| ɪ | ا | - | - | ا | - | - | انصاف، عشق، گرائی |
| e | ای | یہ | ے | ای | یہ | ے | ایک، تیل، دے |
| ɛ | ای | یہ | ے | ای | یہ | ے | ایسا، تیل، ہے |
| a | آ | ا | ا | آ | ا | ا | آپ، مائی، ناغدا |
| ə | اَ | اِ | - | اَ | اِ | - | اب، جب، - |
| u | او | و | و | او | و | و | اُون، ہولی، تو |
| ʊ | ا | - | - | ا | - | - | اُن، بھن، - |
| o | او | و | و | او | و | و | اولا، ڈولی، دو |
| ɔ | او | و | و | او | و | و | اولاد، دور، سو |
| و۔ بحیثیت مصوتہ | و | و | و | و | و | و | وہاں، سرور، نو |
| و۔ بحیثیت نیم مصوتہ | - | و | و | - | و | و | بجوار، بجوار |
| واؤ عطف | - | و | - | - | و | - | لب و رخسار، باغ و بہار |
| انفیت | اُن | ن | ن | آُن | ن | ن | آندھی، نیشہ |
| دہرے مصوتے | - | - | - | ا | ا | ا | اولیا، وغیرہ |
| نوں مصوتے | - | ر | ر | ر | ر | ر | دھواں، کوئی، وغیرہ |
| نیم مصوتہ / | - | یہ | یہ | یہ | یہ | - | پیار، وغیرہ |

ترسیم و اضافے کی ان سفارشاتوں میں کچھ بالکل نئی ہیں۔ بعض پر گاہے بگاہے اشارے ہوتے رہے ہیں اور چند ایسی ہیں جن کو عملی شکل دی جا چکی ہے لیکن ہم اُن کے استعمال میں لا پراہ ہیں۔ بہر حال ان سفارشات کی غذا سے ہم اپنے رسم خط کو مصورتوں کی تھوٹک صوتی رسم خط کے قریب لا سکتے ہیں۔ ان سفارشاتوں کو جوں کا توں تسلیم کر لیا جائے یا ان کے بعض پہلوؤں پر اتفاقی ملنے ہو۔ بہر حال جو کچھ صورت ہو۔ ہمارے سامنے سب سے بڑا مسئلہ ان پر عمل درآمد کا بھی ہے۔ اس مسئلے میں حسب ذیل باتوں پر غور کیا جاسکتا ہے۔

- ۱۔ اخباروں اور رسالوں کی چھپائی کے وقت ان پر سختی سے عمل ہو
- ۲۔ کتبوں خصوصاً اردو زبان کی درسی کتابوں میں ان سفارشات کا اہتمام رکھا جائے۔
- ۳۔ کتابوں کو رد شناس کرانے کے لیے کتابچے کی شکل میں انھیں یہ سفارشیں پست کی جائیں۔
- ۴۔ اردو کے اساتذہ خصوصاً اسکول ٹیچروں کو ہدایت دی جائے کہ وہ کلاس روم میں ان سفارشاتوں پر سختی سے عمل کریں۔

- ۵۔ اردو اکادمیاں اپنی تمام دفتری کاروائیوں میں انھیں ملحوظ رکھیں۔
- ۶۔ پوسٹروں اور پریس جات میں ان کا خیال رکھا جائے۔
- ۷۔ ٹیلی ویژن اور فلموں کے ٹائٹل انھیں تجاویز کو مد نظر رکھ کر لکھے جائیں۔
- ۸۔ سرکاری، نیم سرکاری و ذاتی تعلیمی اداروں سے سفارش کی جائے کہ وہ ان تجاویز کو عملی شکل دیں۔

- ۹۔ ان ترمیمات اور اضافوں کے مطابق نمائشیں اور چھاپے خانوں کی پائیاں درست کی جائیں۔

- ۱۰۔ ان باتوں کے علاوہ سب سے اہم قدم یہ ہو گا کہ ہم اردو کی ابتدائی تعلیم کی شروعات انھیں سفارشاتوں کے تحت کر دیں۔ پرائمری اور سیکنڈری کلاسوں کے لیے ایسے نصاب تیار کیے جائیں جن میں ان ترمیمات اور اضافوں کی سفارشاتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔

یہاں جو کچھ عرض کیا گیا وہ کم سے کم مصورتوں کی حد تک اردو رسم خط کو صوتی رسم خط بنانے کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ ترسیم و اضافے کی ان سفارشات سے اتفاق

کیا جائے لیکن اس طرف پیش قدمی کی آج ضرورت ہے۔ یہی اصل مدعا ہے۔ دراصل رسم خط میں ترمیم و اضافے کی بات کرنا ایک انتہائی نازک فعل ہے اس سے ہمارے جذبات کو تو ٹھیس پہنچتی ہی ہے ہماری عاداتوں پر بھی ضرب پڑتی ہے اس کے علاوہ کچھ علی وقیتیں بھی ہیں: جیسے لفظوں کی ذہن میں محفوظ تصویروں کا ہجرت ہونا، نئی اطواروں کا آنکھوں میں چھبنا اور یہ سوچنا کہ اس طرح رسم خط کی مدد سے الفاظ کے مآخذ کا پتہ لگانے سے محروم ہو جائیں گے وغیرہ لیکن یہ وقتی احساسات ہیں جن پر جلد قابو پایا جاسکتا ہے۔ ہمیں تھوڑی دیر کے لیے اپنے کو ان تمام باتوں سے الگ ہو کر بھی سوچنا چاہیے ورنہ یہی سمجھا جائے گا کہ ہم اپنے پیش روؤں سے بھی گئے گزرے ہیں جو وقت ضرورت رسم خط میں ترمیم و اضافے کرتے رہے ہیں۔

اُردو رسم خط کیسے سکھایا جائے

اُردو زبان کا صوتی نظام ہند آریائی (مضرب ہندی) در اور پڑی، ہند۔ ایرانی (فارسی) اور سامی (عربی) جیسے دنیا کے چار بڑے خاندانوں کی زبانوں سے عبارت ہے۔ ان آوازوں کو جس رسم خط سے ظاہر کیا جاتا ہے وہ دراصل عربی و فارسی رسم خط ہے جسے چند تبدیلیوں اور اضافوں کے بعد ہم نے اردو زبان کے مطابق بنایا ہے۔ اس رسم خط کے اردو میں لکھنے کے تین طریقے رائج ہیں جنہیں نسخ، نستعلیق اور شکستہ جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ عام طور پر نستعلیق کا استہماں چھپائی کے کاموں میں ہوتا ہے اور نسخ و شکستہ کا چلن علیٰ اس ترتیب قرآن کے حوالوں اور ذاتی، دفتری و کاروباری تحریروں میں کیا جاتا ہے۔ یہ رسم خط کسی حد تک پیچیدہ اور صوتی نہ ہو کر مصوری ہے اس میں کہیں ایک آواز کے لیے مختلف حروف ہیں جیسے /ذ/ کے لیے ذ، ز، ض،

یہ مقالہ کل ہند اردو کیمینار، شمالی ہند کی علاقائی زبانوں کا مرکز، پنجابی یونیورسٹی، چٹیا میں چھپا گیا۔

ظ / وغیرہ۔ تو کہیں مختلف آوازوں کے لیے ایک حرف استعمال ہوتا ہے، جیسے
 / واو / جس کے ذریعے کم و بیش سات آوازیں ظاہر کی جاتی ہیں؛ مثلاً خود،
 مول، مولاء، ہوا، ہوا اور ہوا وغیرہ۔

عربی کے اصل رسم خط میں ۲۸ حروف ملتے ہیں جن کو ۱۹ بنیادی حروف میں
 تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ یہ مختلف حروف بنیادی شکلوں کے مقابلے میں مختلف
 نقطوں اور اعراب کی بنیاد پر پہچانے جاتے ہیں اور ان کا استعمال حرف
 کے اوپر، درمیان اور نیچے کیا جاتا ہے۔ بعد میں عربی رسم خط کو نقطوں کے
 جداگانہ استعمال اور مرکز کے اضافے کے بعد فارسی کے صوتی نظام کے
 مطابق ڈھالا گیا اور اس میں فارسی کی چار آوازیں / پ، چ، ژ، گ /
 کو ظاہر کرنے کی گنجائش پیدا کی گئی ہے۔ کچھ اسی طرح اردو والوں نے
 بھی کیا اور اس رسم خط کے بنیادی حروف / ب، د، ر / کے اوپر چھوٹے
 طوے لگا کر / ٹ، ڈ، ڙ / جیسی کوزی آوازیں کو ظاہر کیا۔ ساتھ ہی اردو
 کی ہاکاریت اور انفی عنصر کے لیے دو چشمی ہے اور نون غنے کا استعمال
 شروع کیا۔

اردو رسم خط کے حروف کی کل تعداد 37 ہے جن کی مدد سے ہم اردو
 زبان کے مصوتوں، نیم مصوتوں، ملوان مصوتوں، مصمتوں، ہاکاریت اور
 انفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ عربی کی طرح ان حروف کو بھی ہم ۱۹ بنیادی حروف
 میں تقسیم کر سکتے ہیں؛ جیسے / ا، ب، ج، د، ر، س، ص، ط، ع، ف، ق، ل،
 ن، م، ہ، و، ی، اے /۔ روایتی طرز تحریر کے تحت لفظ میں ہم ہر حرف کا
 جوں کا توں یا مختلف شکلوں میں استعمال کرتے ہیں۔ یہاں دل چسپ
 بات یہ ہے کہ ہاکاریت، انفیت اور کبھی کبھی ں کے علاوہ دوسری
 نقطہ دار آوازیں (SUPRA-SEGMENTAL SOUNDS) جن کی
 تعداد تقریباً ۹ ہے، ظاہر کرنے کے لیے ہمارے یہاں کوئی علامت یا نشان

نہیں ہے۔

اردو رسم خط کے اس مختصر جائزے کے بعد آئیے اپنا رسم خط سکھانے کے چند ایسے اصولوں یا طریقہ کار سے بحث کریں جو اسے سکھانے میں زیادہ مؤثر اور معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہاں پہلے حسب ذیل باتوں اور سے جڑے ہوئے مسائل کو سمجھ لینا چاہیے۔

- ۱۔ حروف کو ایک دوسرے کے مقابلے میں پہچاننا؛
- ۲۔ حروف کو جوڑتے وقت ان کی ذیلی شکلوں کا ذہن نشین ہونا؛
- ۳۔ بنیادی حروف میں نقطے، مرکز اور دوسرے نشان لگا کر انھیں ایک دوسرے سے الگ کرنا؛
- ۴۔ آواز اور حرف کے رشتے کو سمجھنا
- ۵۔ مصوتوں کی نمائندگی کرنے والے حروف اور ان کا استعمال؛
- ۶۔ غیر نقطہ دار آوازیں اور انھیں ظاہر کرنے والے حروف یا علامتوں کی نشان دہی؛
- ۷۔ مخصوص نشانوں اور علامتوں کی وضاحت؛
- ۸۔ ہندسے اور اوقاف و اعراب لکھنے کا طریقہ؛
- ۹۔ عربی و فارسی تحریروں کے زیر اثر اردو احوال پر پڑنے والے اثرات کی نوعیتیں؛

۱۰۔ سطروں پر لکھتے وقت حروف اور ان کی ذیلی شکلوں کے مقامات و ہجہ رسم خط سکھاتے وقت ان تمام باتوں کا پیش نظر رہنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ہیں یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ رسم خط کون سیکھ رہا ہے۔ جس کی مادری زبان اردو ہے یا جو دوسری یا تیسری زبان کی حیثیت سے اردو زبان اور اس کا رسم خط سیکھنا چاہتا ہے۔ سیکھنے والے کی عمر کیا ہے۔ کلاس کے بچے ہیں یا تعلیم بالغاں کے تحت بالغ یا بڑے بوڑھوں کو زبان سکھائی جا رہی ہے۔

کیا سیکھنے والا تعلیم یافتہ ہے۔ کیا ہندی اس کی مادری زبان ہے۔ کیا وہ ہر وقت ملک باشندہ ہے یا ہندو آریائی زبانوں سے ناواقف کوئی ہندوستانی ہے۔ کیا غالب علم عرب و فارسی زبانوں سے واقفیت رکھتا ہے۔ یہ ایسی باتیں ہیں جس کے تحت ہم اپنا رسم خط سکھانے کے طریق کار میں تھوڑی بہت تبدیلی کرنی ہوگی۔ یہاں ہم یہ سوچ کر چلتے ہیں کہ اردو رسم سیکھنے والے وہ لوگ ہیں جن کی مادری زبان تو اردو ہے لیکن وہ لکھنا اور پڑھنا نہیں جانتے۔

یہاں رسم خط سکھانے کے مسائل کو چار حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ پہلے حصے میں بنیادی حروف اور اس قبیل کے دوسرے حروف آتے ہیں۔ دوسرے حصے میں حروف اور ماحول کی پابندان کی ذیلی شکلیں ہیں جو لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں دوسرے حروف یا ان کی ذیلی شکلوں سے جڑ کر ظاہر ہوتی ہیں۔ تیسرے کا تعلق رسم خط سیکھنے کی مشقوں سے ہے جنہیں ہم پہچاننے، پڑھنے، یاد رکھنے اور لکھنے جیسے ناموں سے پکار سکتے ہیں۔ آخری حصہ رسم خط کی عام معلومات پر مشتمل ہے۔ جیسے حروف تہجی، ابجدی نظام، اوقات و اعراب، گنتی، رقم، تاریخ اور چند مخصوص علامتیں اور نشانات وغیرہ۔

حصہ اول

بنیادی حروف اور ان پر مختلف نقطے اور اعراب لگا کر اس قبیل کی دوسری آوازوں کو ظاہر کرنے کے لیے جو حروف وضع ہوئے ہیں انہیں سکھاتے وقت کچھ اس طرح کی ترتیب ملحوظ رکھی جاسکتی ہے۔

- ۲۔ ب : پ ، ث ، ط
 ۳۔ ج : چ ، ح ، خ
 ۴۔ ف : گ ، گ
 ۵۔ د : ڈ ، ذ
 ۶۔ ر : ڑ ، ز ، ژ
 ۷۔ و : و ، و ، و (بجائے مصمت)
 ۸۔ ی : ی
 ۹۔ س : ش ، ہ
 ۱۰۔ ق : ن ، ن
 ۱۱۔ زبر ، زیر ، پیش
 ۱۲۔ ص : ض ، ط ، ظ ، ع ، غ
 ۱۳۔ ہ : پھ ، بھ ، ٹھ ، ڈھ ، ڈھ ، ڈھ ، گھ ، گھ
 ٹھ ، ٹھ ، ٹھ

حصہ دوم

حروف اور ماحول کی پابندان کی ذیلی شکلیں جو لفظ کے شروع درمیان اور آخر میں دوسرے حروف یا ان کی ذیلی شکلوں سے جڑ کر آتی ہیں، کچھ اس طرح بیان کی جا سکتی ہیں۔

- ۱۔ { (ا) (ا) : (ا) لفظ کے شروع درمیان اور آخر میں
 { (ا) (ا) : (ا) لفظ کے درمیان اور آخر میں۔

(اس قبیل کے دوسرے حروف یعنی ح، ج، ح، خ، پر بھی انہیں اصولوں کا اطلاق ہوگا)

ف > (آزادانہ یا جڑ والے) : (ف) لفظ کے آخر میں
(جڑ والے) : (فو) لفظ کے شروع اور درمیان میں
ک > (آزادانہ یا جڑ والے) : (ک) لفظ کے آخر میں
(جڑ والے) : (کا) لفظ کے شروع میں (ادل) سے پہلے ؛
لفظ کے درمیان میں (ازادو) کے بعد
(ک) لفظ کے شروع اور درمیان میں ناقی ہر جگہ

گ کی ذیلی شکلیں بھی دو مرکز کے ساتھ (ک) جیسی ہی ہوں گی

د - ۵ > (آزادانہ) : (د) لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں
(جڑ والے) : (در) لفظ کے درمیان اور آخر میں
(د، ڈ اور ذ) حروف پر بھی انہیں اصولوں کا اطلاق ہوگا

ر - ۶ > (آزادانہ) : (ر) لفظ کے شروع درمیان اور آخر میں
(جڑ والے) : (رر) لفظ کے درمیان اور آخر میں
(ڑ، ز اور ژ) حروف پر بھی انہیں اصولوں کا اطلاق ہوگا

و - ۷ > (دو) : لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں آزادانہ یا جڑ والے
کسی طرح بھی آئے یہ اپنی اصلی شکل برقرار رکھتا ہے
البتہ آزادانہ کے مطابق اس پر مختلف اعراب کا استعمال
ضروری ہو جاتا ہے ؛ جیسے و (اوْن)، و (کھولنا)،
و (مرد) اور کچھ شیت مسمت و (وقار) وغیرہ

ی - ۸ > (آزادانہ یا جڑ والے) : (ی) لفظ کے آخر میں
(جڑ والے) : (ای) لفظ کے شروع میں (ح، م، ن) سے
پہلے اور لفظ کے درمیان الف کے ساتھ

۱۔ ر، د، و کے بعد مذکورہ بالا حروف

سے پہلے

: > (ایہ لفظ کے شروع میں) م، ص، ح، ط، ن، ق،

یا اس قبیل کے دوسرے حروف سے پہلے

اور لفظ کے درمیان الف کے بغیر > ا، ر، د،

و کے بعد مذکورہ بالا حروف سے پہلے

> (ایہ لفظ کے شروع اور درمیان میں باقی

حروف کے ساتھ

(آزاد یا جڑواں) > (ے) لفظ کے آخر میں

۷۔ > (جڑواں) > (ایہ لفظ کے شروع میں) م، م، و، سے پہلے

اور لفظ کے درمیان بغیر الف کے > ا، ر،

د، و کے بعد مذکورہ بالا حروف سے پہلے

: > (ایہ لفظ کے شروع میں) م، ص، ح، ط،

ن، ق، یا اس قبیل کے دوسرے

حروف سے پہلے اور لفظ کے درمیان

بغیر الف کے > ا، ر، د، و کے بعد مذکورہ

بالا حروف سے پہلے۔

: > (ایہ لفظ کے شروع اور درمیان میں باقی

حروف کے ساتھ

(آزاد یا جڑواں) > (س، سس) لفظ کے آخر میں

۹۔ س، سس > (جڑواں) > (س، سس) لفظ کے شروع اور درمیان میں

وہ بھی ذیلی شکلیں > (س، سس) کے ساتھ بھی ہوں گی

- (۵) لفظ کے آخر میں : (آزادانہ)
- ۵ > (جڑواں) : (۴) لفظ کے شروع اور درمیان میں
- (۶) لفظ کے آخر میں : (آزادانہ یا جڑواں)
- ق > (جڑواں) : (۷) لفظ کے شروع اور درمیان میں
- (۸) لفظ کے آخر میں : (آزادانہ یا جڑواں)
- ن > (جڑواں) : (۹) لفظ کے شروع میں (ح "م" ہ) سے پہلے
- اور لفظ کے درمیان (و "ر" د) کے ساتھ مذکورہ بالا حروف سے پہلے
- : (۱۰) لفظ کے شروع میں (س "ص" ط) ف "ق" یا اس قبیل کے دوسرے حروف سے پہلے اور لفظ کے درمیان (و "ر" د) کے بعد مذکورہ بالا حروف سے پہلے
- : (۱۱) لفظ کے شروع اور درمیان میں باقی حروف کے ساتھ
- ۱۱ > (آزادانہ یا جڑواں) : (۱۲) لفظ کے آخر میں
- (نون غنہ) : اس کی ذیلی شکلیں (ن) کی طرح ہی ہوں گی
- : لفظ کے شروع میں الف کے ساتھ حسب ترتیب اور نیچے، اور اوپر
- : لفظ کے درمیان میں متعلقہ حروف کے ساتھ حسب ترتیب اور نیچے اور اوپر
- : لفظ کے آخر میں یہ مصحح نہیں آتا

یا آزاد یا مجڑواں،

: <ص> لفظ کے آخر میں

۱۲۔ ص > (مجڑواں)

: <صر> لفظ کے شروع اور درمیان میں

(اس اصول کا اطلاق <ض> پر بھی ہوگا

: یہ حروف لفظ کی تینوں پوزیشنوں میں آتی ہیں

شکل میں لکھے جاتے ہیں

ط ظ

: <ع> لفظ کے آخر میں

را آزادانہ،

: <ع> لفظ کے شروع میں یا درمیان میں (ا،

ع > (مجڑواں)

و، و، و) حروف کے بعد

: <و> لفظ کے درمیان میں

<ح> لفظ کے آخر میں

: اردو میں دو قسمی ہے 'باکاریت' کے لیے اہمال

۱۳۔ ح

ہوتی ہے اس لیے یہ متعلقہ آواز کی نمائندگی

کرنے والے حرف کے ساتھ اپنی اصل شکل

میں لکھا جاتا ہے؛ جیسے کھڑ، دھڑ کھڑ

تھ وغیرہ

حصہ سوئم

اس حصے کا تعلق حرف اور ان کی ذیلی شکلوں کو سکھانے کی مشقوں سے ہے۔ ان

مشقوں کی مدد سے طالب علموں سے حروف اور ان کی ذیلی شکلوں کو سکھانے کی

مشق کرائی جاسکتی ہے۔ یہاں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ حروف اور ان کے

جوڑوں کو سہل اور پھوٹے پھوٹے لفظوں سے مثال دے کر واضح کیا جائے۔
 مثالوں میں وہی حروف استعمال کیے جائیں جو پہلے سکھا دیئے گئے ہوں یا اب
 سکھائے جا رہے ہوں۔ مثالیں ایسے اسماء پر مطلق ہوں جن کے معنی تصویروں
 سے واضح کیے جا سکتے ہوں تو بہتر ہے۔ یاد رکھنا، پہچانا، پڑھنا اور لکھنا جیسی
 مشقوں کی مثالیں ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔

۱۔ حروف تہاں م

(الف) یاد رکھنا: (آزادان) : ا : ا + ا = آ

ل : ل + ا + ل = آل

م : م + ا + م = آم

(جرڑواں) : ا

ل : ل + ا = لا ، لالا

م : م + ا = ما ، ماما

(ب) لکھنا: م + ا + ل = مال ، ا + ا + م = ام ، م + ا + م = ام

ا + ا + ل = لال ، ل + ل + ل = لال ، م + ل + ل = مل ، ل + ل + م = لم ، م + ل + م = مل

(ج) پہچانا: لالا ، آم ، ماما ، مال ، آلا ، مالا ، لال ۔

(د) پڑھنا: لالا آ ، آم لا ، مالا آلا لا ، ماما مالا لا ، لاماما آلا لا ،
 لالال لا ، ماما آلا لا ۔

۲. حروف: پ، ت، ٹ، ث

(الف) یاد رکھنا (آزادانہ): $ا + ا + پ = آپ$

$ا + ا + ب = آب$

$ل + ا + ت = لات$

$ل + ا + ٹ = لات$

(جڑواں): $ب + ا + ت = بات$

$ٹ + ا + ٹ = ٹاٹ$

$ب + ا + پ = باپ$

$ت + ا + ل = تال$

$پ + ا + پ = پاپ$

(ب) لکھنا: $م + ا + ت = مات$ ، $ا + ا + پ = آب$ ، $ب + ا + پ = باب$ ،

$پ + ا + ل = پال$ ، $پ + ا + ل = پال$ ، $ٹ + ا + ل = ٹال$ ،

$ت + ا + ل = تال$ ، $ب + ا + ب = باب$ ، $ب + ا + ب = باب$ ،

$ٹ + ا + ٹ = ٹاٹ$ ۔

(ج) پہچانتا: تالاب ، باپ ، بات ، لات ، ماما ، آبا ، آٹما ، آٹما ، لاتا ،

پالا ، پاتال ، پامال ، پاپا ، جاپا

(د) پہچنتا: آپا ، آٹالا ، پاپا ، تالا ، بابا ، آم لاما ، باپ ٹاٹ لال

آبا ، بات لال ، ماما ، تالا ، آپال ، پال ، بال ، ٹاٹال ، بابا ، بات لال ۔

۳۔ حروف : ج چ ح خ

(الف) یاد رکھنا (آزادانہ) : ا + ا + ج = آج

ت + ا + ج = تاج

ل + ا + ج = لاج

(بھڑواں) : ج + ا + ل + ا = جالا

چ + ا + ل = چال

ح + ا + ل = حال

خ + ا + ل + ا = خال

ب + ا + ج + ا = باجا

(ب) لکھنا : ج + ا + ل = حال ، ج + ا + ل + ا = جالا ، خ + ا + ل + ا = خال

ب + ا + ج + ا = باجا ، ج + ا + ل + ا = چال ، ب + ا + ج + ا + ل = باچال

چ + ا + ل = چال ، ت + ا + ل = تال ، چ + ا + ل + ا = چال

ل + ا + ج = لاج ، م + ا + ل + ا = مال ،

(ج) پہچانتا : حالات ، خالا ، باجا ، چال ، تاج ، خال ، خام ، حال ، چال ، آجا ، جام ، چات ، جالا ، باجا ، چاچا ،

(د) پڑھنا : خالا باجالا ، تاج آلا لاتا ، بالا آم چات ، تاج سا ما جاتا ،

چاچا آم لاتا ، خالا جام لا ، لالا خام جام لاتا ، با باجا ، حال چال ، لا ، پا پا چا چا جاتا ۔

۴۔ حروف : ت ث ک گ

(الف) یاد رکھنا (آزادانہ) : ت + ا + ک = تاک

ب + ا + گ = باگ
 ک + ا + ت = کاٹ
 ک + ا = کا
 گ + ا = گا
 ف + ا + ل = فال

جزواں :

(ب) لکھنا: گ + ا + ت + ا = گاتا، ک + ا + ل + ا = کلا، گ + ا + م + ا = گام،
 ک + ا + ت + ا = کاتا، ج + ا + گ + ت + ا = جاتا،
 پ + ا + ک = پاٹ، ن + ا + ل = نالا، م + ا + ت + ا = ماتا،
 گ + ا + ل + ا = گالا، ک + ا + ل + ا = کالا،
 ج + ا + گ = جاگ، ت + ا + ک = تاک، م + ا + گ = مگا۔

(ج) پہچانتا: چالاک، باگ، فال، کال، گالا، تاک، پاک، کاٹ،
 کاتا، جاگتا، جاگلا، تاکا، گگا، کلا، کلاما،

(د) پڑھنا: پاپا چالاک چاچا آتا، بابا جاگتا، کالاما مالاما، آپا باگ آتا،
 خالا پاپا فال لاتا، لالا کالا کاجالا، بابا باگ آتا، بالاکھا۔
 اسی نمونے پر باقی حروف کی نمونہ کورم بالا حریف کے ساتھ مشقیں تیار
 کی جاسکتی ہیں۔

۵۔ حروف: د، ڈ، ذ

(الف): یاد رکھنا: (آزادان) د + ا + د + ا = دادا

ڈ + ا + ل = ڈال

ذوال = ذال

(جڑواں) : بُ + ذال = بدلا

ذوال = ذال

(ب) لکھنا ذوات = ذات ، ذام ، ذال =

ل + ذال = ل

د + ذال = د

(ج) پہچاننا داتا ، ذلال ، مادام ، ذال ، بدلا ، داماد ،

دام ، لا ذال

(د) پڑھنا ذال ذال ، داوا لا ذال ، مالا دام لا ،

لال لال ذال لا ، داوا آ ذال لا ، ماما آ ذال لا

۴۔ حروف : ز ز

(الف) یاد رکھنا : ذ + ز = ذز

ذ + ل = ذل

ذ + ز = ذز

(جڑواں) : بُ + ذ = بُذ

ک + ذ = کذ

ج + ذ = جذ

ب + ذ = بذ

(ب) لکھنا : ج + ذ = جذ ، جا ذ = جاذ

ذال ، س + ذ = سذ ، ر + ذ = رذ

نم + ذ = نذ ، ج + ذ = جذ

(ج) پہچانتا۔ بازار، تاتڑ، تارا، ثمر، دادا، کار، دڑ، رازہ
خزاد، بارات، ڈال، باز، بڑا، کڑا، آزاد، لوکا،
آرام، مالدار، درار،

(د) پڑھنا۔ دارا، بازار جا، دادا کارام، پاپا بازار جا داں
لا، آیا ثمر بازار جا تا، چا چا کار لا تا، تارا راجا
کا با جالا، دادا بازار جا، ڈال ڈالا۔

۷۔ حروف : و = و، و، و، و، و۔

(الف) یاد رکھنا (آزادان) : و + ا + ر = وار

و + ا + ر + ث = وارث

ا و + و + ا = اووا

ا و + ل + ا = اولوا

و + و + ر = وور

ا و + ل + و + د = اولاد

(جڑواں) : ل + و + ل + ا = لولا

ت + و + ل + ا = تولوا

ل + و = لو

م + و + ل + ا = مولوا

ل + و + و = لوو

ت + و + ا = تولوا

ث + و + د + ب = ثواب

کلاس میں : لگے الفاظ کی تشریح کر دینی چاہیے کیوں کہ ابھی یہ سکھائے نہیں گئے ہیں۔
اس طرح وہ آگے سیکھنے والے حروف سے مشابہت نہ جائیں گے۔

م + و + ج = مَوَج

ت + و + ت = تَوَت

(ب) لکھنا: مولا، موت، مور، دُور، اُور، لارا، نحر، والا، ادم، اولاد، دد، آڑو، لو، جوتا، سونا، کوا، ٹو، پالتو۔

(ج) پہچاننا: دو آم لادو، لال والا آلا لو، آلو اور آڑو لاؤ، دادا آم دو اور آم لو، جاؤ جاوا لاؤ، دارا پڑو رکا وار مڈ، چاچا کا کالا جادو بولا، آپا لال آڑو اور دو آلودو، تارا کا بالالادو، دو مالا بالاکو رو، ٹولا دارا آتا، لال والا ڈورا لادو، بابو پودا دو، راجا کا پالتو، مور تارا کو دو، ماما بازار جاؤ بارو دلاؤ کا کا کا ٹو، ماما جالادو، چار پالتو آلو لادو۔

۸۔ حروف: ی، ے، ئے

(الف) یاد رکھنا: (کا) زادار: ل + ا + و + ی = لاری، ب + ا + و + ی = باری

ل + ا + و + ے = لادے، ٹ + ا + و + ے = ٹوٹے

م + ا + و + ے = مارے، گ + ا + و + ے = گارے

پ + ا + و + ے = پالے، ک + ا + و + ے = کالے

(ب) یاد رکھنا: (کا) زادار: ا + ی + و + م = ایم، ا + ی + و + ہ = ایما، ا + ی + و + ہ = ایما

ت + ی + و + ہ = تیر، پ + ی + و + ہ = پیر

ج + ا + ل + ی = جالی

ب + ا + و + ی = باہی

ے + ک = ایک

ے + ل + ج + ی = اچلی

م + ے + و + ا = میرا

ت + ے + ل = تیل

ک + ا + ل + ے = کالے

ب + ا + ج + ے = بابجے

ے + س + ا = ایسا

ے + ل + ا = ایلا

ک + ے + س + ا = کیسا

و + ے + س + ا = ویسا

و + ے = ہے ، پ + ے = پئے

(ب) لکھنا: کالی، لاری، اپان، ٹوپی، تیر، کریم، مولی، لیلہ،

بالے، لائے، میز، بیٹ، اکیلی، ایک، دے۔ ایسا،

ویسا، تیراکی، مارے گا، ہے، سے۔

(ج) پہچانتا: لڑکے کے کپڑے میز پر ڈال دو، بالاکے دادا کا لے

بکسے لائے، آیا بولی، کافی پی لو، اپرا کا پتر ٹوٹ گیا،

میرا کو دو آنے کے آم لا دو، ایک انار اور چار بادام

لا دو، ایلا کی ایڑی کٹ گئی، نیلے کپڑے اپرا کو دے

دو، میرا باجاکا لہے، کل رات تارا کی تائی آئی۔

(د) پڑھنا: بابا کی پتمار داری کر دو، میرا ڈرواں سے پر روتی ہے،

تارا کی ہالی مالا کو دے دو، میرے دو تلے باجی کو

دے دو، لالا بازار کب جائے گا، میرے لیے بازار

سے بکری لے آؤ، ایک لڑکے نے دارا کو کال دی کالی رات

آئے گی تو بالاروئے گی۔

۹. حروف : س، ش، ہ

(الف) یاد رکھنا: آزادان: آ + س = آس، اب + اس = اس،

و + س = وس، ل + اش = لاش،

ش + اب + اش = شاباش

آ + ہ = آہ، و + ہ = واہ، و + ہ = وہ

(جڑواں) : س + ل = سال

ب + ا + س + ی = باسی

ش + ا + م = شام

خ + ا + م + و + ش + ی = خاموشی

ک + ا + ش = کاش

ہ + ا + ر = ہار

ل + و + ہ + ر = لوہار

م + ہ = منہ

(ب) کھنا: کیش مش شراب، سفید، سرخی، مٹی، آسرا، دستک،

اسما، لکاش، سادہ، بہت، ہڑجائی، سالا، سیاہ، شہلا،

آہٹ، شال، توجہ، گناہ

اج، پہچانتا: باہر بارش ہو رہی ہے، سڑک پر شور ہو رہے۔ آشنا

سارے بادانی ساڑھی لے لو۔ باہر دستک ہو رہی

ہے۔ راجا کو گناہ کی سزا ملی ہے۔ سب سے لڑائی مت

کرو۔ بہار کا موسم آیا ہے، شراب پینا سخت گناہ ہے۔ سر

سے مفر پھیٹ لو۔

(د) پڑھنا : اسما کی شادی دارا سے ہوگی، شاہد سر کس گیا تو میری
 اس سے لڑائی ہوگی، اپرا شام کو سارا گولے کر آئے گی
 تاشی نے آشا کو شاباشی دی۔ سارا کا لباس لال ہے
 لالہ کی تلاشی لے لو، ہارا سی کے پاس ہے۔ من پر ہوی
 لگانے سے بالہ کا رنگ گورا ہو گیا۔ سیما راجا کے
 آنے پر اس سے پردہ کرنا۔

۱۰. حروف: ق، ن، ٹ، ٹی

(الٹ) یاد رکھنا: کاژادان: ب + ز + ق = برقی

س + ا + ق = ساق

و + ن = ون، آن = آن

ب + ن = بن، آ + ن = آن

و + و + ن = ہوں، ہ + ن = ہیں

ق + ا + ن + و + ن = قانون (جڑ وال)

ش + ف + ق = شفق*

ن + م + ا + ز = نماز

ن + بی + ل + ا = نیلا

ت + بی + ن = تین

۱۱. رن کی ذیلی شکلیں بنیادی حرف / ب / کی ذیلی شکلوں کی طرح ہی لکھی جاتی ہیں۔

۱۲. نیم صورت / ۶ / الفا کے شروع اور درمیان میں / ی / اور اس کی دوسری ذیلی

شکلوں کی طرح ہی لکھا جاتا ہے۔ جیسے یوں، یہاں، کیوں وغیرہ لکائی
 انگ سے اس کی مشق کرانی چاہیے۔

ی + ہ + ا = یہاں

و + ہ + ا = وہاں

ک + ی + ا = کیا

ی + ا + د = یاد

پ + ی + و + ا + ہ + ی = چھوٹی

(ب) لکھنا: یونان، ہونہار، چمن، نزدیکی، نمائش، ہندوستان

سانس، ساقی، رقیب، جنگائی، قربت، کہاں،

میاں، یاد، یلین، قیاس، ایندھن، سیلانی، مشق،

قیامت، میان، تین، ایں۔

(ج) پہچاننا: کیا آپ کے خیال میں ہمارے قانون میں خرابی ہے۔

آپ نے ہندوستان کے مشرقی ساحلوں کا دورہ کیا ہوگا۔

آذان کی آواز سن کر وہ نماز کو چلا گیا۔ نازش

چمن کے قریب ہی رہتا ہے۔ آئیے نمائش کی سیر

کو چلتے ہیں۔ آپ بڑے نازک مزاج ہیں۔ آسمان

پر شفق کے رنگ کتنے حسین لگ رہے ہیں۔ تلوار

بیان میں ہی رہنے دو تو بہتر ہے۔

(د) پڑھنا: یہودی کی لڑکی ایک فلم کا نام ہے۔ چمن ایک ہونہار

لڑکا ہے۔ ایک دن وہ بڑا آدمی بنے گا۔ گلستاں، بھوستا

تو جہیں پوری یاد ہوگی۔ قمرستان کے بارے میں آپ

مئے میاں سے مشورہ کیجیے۔ ہونہار لڑکے قیاسات

کی دنیا میں نہیں رہتے۔ دنیا کے قدیم ترین ملکوں میں

ایک ہندوستان بھی ہے۔ پیر کے نیچے اگر چوٹی بھی کا

لیتی ہے۔ آندھی میں چراغ تلے کو کہا چلے۔

۱۱۔ اعراب : زیر ، زیر ، پیش
(الف) یاد رکھنا : لفظ کے شروع میں :

زیر : آرا ، آبائیل ، ابر ، انداز ، اجلا
زیر : ارادہ ، اسلام ، اتوار ، ان اسٹیل
پیش : آباں ، اڑنا ، ان ، استاد ، آجالا
لفظ کے درمیان میں :

زیر : سلام ، دستک ، شرک ، مسجد کہاں
زیر : دلدار ، نب ، کنارہ ، کتاب ، محفل
پیش : بنائی ، کولائی ، مسکراہٹ ، سرمد ،
مستور ، مصوّر

(ب) لکھنا : جنگ ، اجازت ، دل ، اڑنا ، پٹائی ، لب ، اب ، سردی ،
اخبار ، مزاج ، سگریٹ ، خوشی ، مبارک ، تمبارہ اداس ،
اثر دھما ، حوالات ، درخواست ، مجلس ، برداشت ، خبر ،
سپائی :

(ج) پہچانتا : تم چادر اور ٹھکڑ کر سو جاؤ ۔ بڑوں کا حکم ماننا چاہیے ۔
تمہارے جسم پر یہ دارغ کیسے ہیں ۔ اس جنگل میں
بہت سے جانور ہیں ۔ اخبار کے حوالے سے تم درخواست
دے دو ۔ سچ کی تمکینی کو برداشت کرنا چاہیے ۔ مغرب
کی آذان ہو گئی ۔ چلو ہم سب نماز کو چلیں ۔ سورج کی
چمک سے بچنے کے لیے چشمہ لگاؤ ۔

(د) پڑھنا : اسمائے جسم پر لال کپڑے ہیں ۔ بڑے کام کا تجربہ حوالات
کی سیر ہوتی ہے ۔ کیا تم قلم کے جادو سے واقف ہو شریخ
مرچ چبانے سے منہ میں آگ لگ جائے گی ۔ سگریٹ

نوشی بڑی چیز ہے۔ چلو بازار سے سودا خرید کر لاتے
ہیں۔ احمد کے لیے ذرا ماچس لانا اے سگریٹ پینے کی
خواہش ہو رہی ہے۔ یار کو سلام دلداد کو سلام بڑوں
ہمیشہ ارادے توڑتے رہتے ہیں۔ آسمان کی مٹاوی
اتوار کو ہے۔

۱۲۔ حروف : ص، ض، ط، ظ، ع، غ

الف (یاد رکھنا: آزادانہ) : ج + ر + ص = جر ص، پ + ر + ص = پر ص

م + ر + ض = مر ض، ا + ر + ض = ار ض

ش + ر + ط = شرط

م + ص + پ + و + ط = مضبوط

ش + ع + ا + د + ع = شعاع

م + ص + ر + ع + و = مصرعہ

م + ر + ر + غ = مرغ

س + ر + ر + ا + غ = سرائے

ص + پ + ا = صبا (جرّداں)

م + ص + ر + و + ف = مصروف

ش + غ + ص = شخص

ض + ب + ط = ضبط

ض + ر + ب = ضرب

ق + ر + ض = قرض

ق + ب + ض = قبض

ط + ا + و + ر = طاہر

م = ط + ل + ع = مطلع

ع = ل + ط = غلط

ظ = ا + د + ر = ظاہر

م = ظ + ل + د + م = مظلوم

ع = ل + ی + ظ = غلیظ

ع = ل + م = علم

ت = ع + ل + ی + م = تعلیم

ش = م + ع = شع

ع = ل + ا + م = غلام

م = ع + ی + ب = مغرب

ت = ب + ل + ی + ع = تبلیغ

(ب) لکھنا: طریقہ، ظلم، ظاہر، باطن، صرف، ضرب، مصروف، مضبوط، قبض، قرض، شرط، مطلب، شروع، عشق، غضب، غصہ، طور، شغل، تیز، غماز، مزور، مہمان، عقیقہ، ظالم، ظہر، ظاہر، اعتراض، عیب، عبادت، تعبیر، مصلح، مطلوب، غضنفر، غالب، البار، عورت، عدد، متعدد۔

(ج) پہچاننا: آصف بے حد مصروف انسان ہے، غم غلط کرنے کے لیے موسیقی سننا چاہیے، ہر شخص ضرورت مند ہے، ناصرتے طلاق کے کاغذات عدالت میں داخل کر دیے، اعظم عبادت گزار شخص ہے، تعلیم دل و دماغ روشن کر دیتی ہے۔ طاہر کافی مزور انسان ہے، کیا تم نے ظلم پر ہوش رہا، کام طاہر کیا ہے، خدا کے غضب سے ڈرو، میری ظہر،

عصر اور مغرب کی نماز قضا ہو گئی۔ ضامن علی کا تسلی
تبیلنی جماعت سے ہے۔

(د) پڑھنا: آسمانے اعظم سے طلاق لے لی۔ شمع جلتی ہے تو پرولنے
مزدور آتے ہیں۔ تمہارے بات کرنے کا طریقہ غلط ہے۔
غالب کی شاعری غزل کی شاعری ہے۔ احمد کے طور طریقے
غلط ہیں۔ آج مطلع صاف ہے۔ صبا کی سہلی کا نام
شعاع ہے۔ یہ عبارات بڑی مضبوط بنی ہے مطلوب
میاں کو شرط لگانے کی عادت ہے۔ خدا مضبوط ارادوں
کے ساتھ ہے۔ غلامی زندگی کی سب سے بڑی لعنت ہے۔

۱۳۔ حروف: بھ، پھ، ٹھ، تھ، دھ، ڈھ،
کھ، گھ، ژھ، (ٹھ، ٹھ، ٹھ، ٹھ)

(الف) یاد رکھنا: (آزادان) : د + د + دھ = دودھ

ہ + ا + تھ = ہاتھ

ب + ا + ڈھ = بارڈھ

ل + ا + کھ = لاکھ

(جڑواں) : بھ + ا + ب = بی = بھابی

پھ + و + ل = پھول

تھ + ا + ل = لی = تھالی

چھ + ا + ل = لی = چھالی

جھ + ا + ل = لی = جھالی

دھ + و + ل = دھول

ڈھ + و + ل = ڈھول

کھ = و + ل = کھول

گھ = و + ل + س + ا = گھونسا

ن = ن + ن + ن + ا = ننھا

ک = ک + ی = کبھی

ک = ک + تھ + ا = کتھا

م = م + پھ + ر = مچھر

م = م + تھ + ے = مجھے

م = م + ی + ج + دھ + ا + ر = منجھار

ع = ل + ی + گ + رھ = علی گڑھ

و = و + لھ + ا = دولہا

(ب) لکھنا: بھاری، پھسلنا، دھوپ، تھوک، ٹھاٹ، تپال، بانکھا، بھلی، کچھ، مگدھ، اڈھنا، پڑھنا، کھیر، گھونسا، سنگھ، دیکھو، مٹھی، ہاتھ، ساتھی، دودھ، دھوپ، کھیل کود، ادھر، ادھر، گھاس، سدھنا، تھلی، آٹھ۔

(ج) پہچانا: کبھی کبھی ادھر بھی آجایا کرو، پھول کھلے ہیں گلشن گلشن۔ ہاتھ جھاڑ کر مٹھی بند کر لو۔ کیا آپ نے کبھی بھلی کے کباب کھائے ہیں۔ سردیوں میں دھوپ بڑی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ عرب کی کھوری بہت مشہور ہیں۔ جتنا زیادہ پڑھو گے اتنا ہی اچھا ہے۔ تجھے بچوں کا لکھنا سنا دے۔

(د) پڑھنا: سارا دودھ پھیل کر کمرے میں بکھر گیا۔ تمہیں دھوک بھانا تو آتا ہوگا۔ علی گڑھ میں اوپر کوٹ پر کافی چڑھاکی ہے۔ یہاں تھوک نہ ہے۔ کیا تم نے ہاتھی میرے ساتھی، فلم

دیکھی ہے۔ شریک بچے نہیں کو دیں زیادہ دھیان دیتے ہیں۔ تم ادھر اُدھر کیا دیکھ رہے ہو۔ آنکھیں دکھانا ایک مادہ بھی ہے۔ بھابی سے کہو کہ دھوکہ بھانا سیکھ لیں۔ بس فقوڑی دیر بعد ہی دوٹھا آنے والا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ دھوپ میں پھیلیاں مرجاتی ہیں۔

حصہ چہارم

چوتھا اور آخری حصہ رسم خط سے متعلق باقی تمام معلومات اور باتوں کا احاطہ کرتا ہے۔ مثلاً تشدید، جزم اور تنوین کا استعمال، اردو حروف تہجی، اوقاف و اعراب، حروف کے اعداد و شمار، گنتی اور رقم لکھنے کے طریقے، تاریخ نکالنے کے اصول، اضافت اور عطف و انوکا استعمال اور وہ مخصوص نشانات جو اکثر و بیشتر عبارت میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ سکھانے کی غرض سے انھیں سات یونٹوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ اردو حروف تہجی: یہ ۱۵ بنیادی شکلوں (رہ کو تھوڑا کر) پر مشتمل ہے جن پر مختلف نقطے، ان کے جوڑ اور مرکز کا استعمال کر کے ۲۶ حروف وضع کیے جاتے ہیں جن کی روایتی ترتیب اس طرح ہے۔
ا ب پ ت ث ج ح خ د ڈ ذ ر ز س ش ص ط ظ ع
غ ف ق ک گ ل م ن و ہ ی اے۔

۲۔ اوقاف و اعراب: ان میں سے بعض کا اردو میں لکھنے کا رواج

نہیں ہے۔ بہر حال اوقاف و اعراب کے ذیل میں جو نشان اور علامتیں ہمارے یہاں استعمال ہوتی ہیں وہ اس طرح ہیں :

| | |
|-----------------|-----|
| وقف | - |
| لفظی وقف | ، |
| وقف ناقص | ؛ |
| وقف توضیحی | : |
| علامت استفہامیہ | ؟ |
| علامت فحاشیہ | ! |
| تادین | " " |
| توسیع | () |
| فجاریہ | ~ |
| وقف لازم | - |
| خط خاتمہ | — |
| حاشیہ | e |
| نمبر | ۷ |

۳۔ اردو گنتی :- اردو کے ہندسے حسب ذیل ہیں جو انگریزی کی طرح بائیں سے دائیں لکھے جاتے ہیں۔

| | | | | | | | | | |
|----|----|----|----|----|----|----|----|-----|----------|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۵ | ۶ | ۷ | ۸ | ۹ | ۱۰ (الف) |
| ۲۰ | ۳۰ | ۴۰ | ۵۰ | ۶۰ | ۷۰ | ۸۰ | ۹۰ | ۱۰۰ | |

وجہ

رپ، اکائی، دھائی، سیکڑہ، ہزار، لاکھ، کروڑ، ارب، کھرب، سنکھ، پیڑہ
۴۔ اردو کا ابجدی نظام :- اردو حروفِ تہجی کے ہر حرفِ میم (مثلاً

کی عددی حیثیت ہے جو ہمارے یہاں عربی سے مستعار ہے اور جسے کن کے نام، کسی شخص کے نام اور شاعری کے علاوہ کس تحریر کے لکھنے کی تاریخ، کسی شخص کی پیدائش یا موت اور کسی تاریخی واقعے وغیرہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر بارغ و بہار کو ایسے جس کے حروف کا عددی شمار ۱۵۱۶ (دھری) آتا ہے یعنی یہ وہ سن ہے جب بارغ و بہار تصنیف ہوئی۔ اردو کا ابجدی نظام بھی آٹھ بے معنی الفاظ سے عبارت ہے یعنی۔

ابجد، ہوز، حطی، کلن، سفص، قرشت، شند اور ضلف

ان لفظوں کے حروف کی عددی حیثیت کو ذیل میں گھما جاسکتا ہے۔ اردو میں جن حروف کا اضافہ ہوا ہے جیسے پ، چ، ژ، ث، گ وغیرہ انھیں عربی کے بنیادی حروف میں ہی شمار کیا جائے گا۔ ہا کاری حروف اور نشید وغیرہ ابجدی نظام میں خارج از بحث ہیں۔

| ابجد | ہوز | حطی | کلن |
|-------|-------|--------|--------|
| ۱ = ا | ۵ = ہ | ۸ = ح | ۲۰ = ک |
| ۲ = ب | ۶ = و | ۹ = ط | ۳۰ = ل |
| ۳ = ج | ۷ = ز | ۱۰ = ی | ۴۰ = م |
| ۴ = د | | | ۵۰ = ن |

| سفص | قرشت | شند | ضلف |
|--------|---------|---------|----------|
| ۴۰ = س | ۱۰۰ = ق | ۵۰۰ = ث | ۸۰۰ = ض |
| ۷۰ = ع | ۲۰۰ = ر | ۹۰۰ = خ | ۹۰۰ = ظ |
| ۸۰ = ف | ۳۰۰ = ش | ۷۰۰ = ذ | ۱۰۰۰ = غ |
| ۹۰ = ص | ۴۰۰ = ت | | |

۵۔ اردو رسم خط میں چند مخصوص نشانات اور علامتیں :- اردو رسم خط

میں استعمال ہونے والے نشانات اور علامتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ یہ اس طرح کیا۔
 (الف) : اس حصے میں ہمزہ، تشدید، جزم یا سکون اور تنوین کو شمار کیا جاسکتا ہے۔
 آٹھ گل کی قیودوں میں ان کا رواج ختم ہو گیا ہے یا ان کے استعمال میں چند اضافے ہوئے
 ہیں۔ ہمزہ کو مصوتوں کے خوشوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے؛ جیسے پیکر، لاؤ وغیرہ تشدید
 مصوتوں کے طول کو ظاہر کرتی ہے؛ جیسے بچھا، ابھنی وغیرہ۔ جزم مصوتے کے نکاس کو
 روکتا ہے؛ جیسے تختہ، بزم وغیرہ اور تنوین وندانی مصوتے کا نم البدل ہے؛ جیسے
 خورما، دفعتا وغیرہ۔ ہمزہ عام طور پر مادے کے اختتام پر مصوتے اور تنوین کے ساتھ
 حروف (ا، ب، پ، ت، ث، ج، د، ذ، ر، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ف، ق، ک، گ، خ، ع، ہ) کے
 اوپر بھی لگائی جاتی تھی جو عربی طریقۂ استعمال ہے جواب اردو
 میں باقی نہیں رہا ہے۔ ہمزہ، جزم، تشدید اور تنوین کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ ہوں۔
 ہمزہ = جائے، ہوئے، لاؤ، سنائیے، کھائیں، آئے وغیرہ۔
 تشدید = کتا، تیاری، گنا، سید، قصاب، اچھا وغیرہ
 جزم یا سکون = بزم، تخت، سرو، نحو، لفظ، سرو وغیرہ
 تنوین = خورما، دفعتا، وقتا فوقتا وغیرہ

(ب) : اردو میں کچھ ایسے نشانات اور علامتیں بھی ہیں جو عبارت کو مختصر کرنے
 شاعر کے تخلص اور شعر یا مصرعے کو متعارف کرانے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ ان کی
 تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

ص : (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ آنحضرت کے نام کے اوپر لگایا جاتا ہے؛ جیسے
 محمد ص۔ کبھی کبھی صلعم کا بھی استعمال ہوتا ہے؛ جیسے آنحضرت صلعم۔
 رض : (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسے صحابہ کے ناموں کے ساتھ استعمال کرتے
 ہیں؛ جیسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

رج : (رحمت اللہ علیہ) : اس کا استعمال اولیائے کرام، مذہبی رہنماؤں اور اہم شخصیتوں کے نام کے اوپر ہوتا ہے ؛ جیسے سرسید، بختیار کاکی وغیرہ۔

کرم : (کرم اللہ وجہ) : یہ صرف حضرت علی کے نام کے ساتھ مخصوص ہے جو خلیفہ راشد ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ کے داماد بھی تھے جیسے علی کرم۔

ع : (علیہ السلام) : قرآن شریف میں جن پیغمبروں کا ذکر آیا ہے، اسے ان کے ناموں کے آگے لگاتے ہیں ؛ جیسے عیسیٰؑ، موسیٰؑ وغیرہ۔

۔ : اسے کسی شخص کے نام خصوصاً قلمی نام یا مخلف کے اوپر استعمال کیا جاتا ہے ؛ جیسے اسد اللہ خاں غالب، فیض احمد فیض، جوش ملیح آبادی وغیرہ۔

۔ : عبارت میں شعر کو متعارف کراتے وقت استعمال کرتے ہیں۔

۔ : عبارت میں کسی مصرعے کو متعارف کراتے وقت استعمال کرتے ہیں۔

۱۔ اردو میں پیسے، رقم اور قیمتیں لکھنے کا طریقہ : اردو میں رقم

لکھنے کا طریقہ آج بدل گیا ہے مثلاً پانچ روپے ساٹھ پیسے کو ۵/۶۰ لکھا جاتا ہے۔ روایتی انداز تو یہ تھا کہ اس سے مختلف تھا ؛ جیسے ۵ روپے ۶۰ پیسے، ۵ روپے ۶۰ پیسے، ۵ روپے ۶۰ پیسے وغیرہ۔ طالب علموں کو ”رقم“ لکھنے کے روایتی طریقے سے واقفیت ضروری ہے اس لیے انہیں لکھنے کی مشق کرانی چاہیے۔

۲۔ اضافت اور عطف واؤ کا استعمال : یہ خالص عربی فارسی ترکیبیں ہیں۔

جو کثرت استعمال سے ہماری زبان کی سافت کا حصہ بن گئی ہیں۔ اصل کے اعتبار سے

یہ عربی و فارسی الفاظ کے ساتھ ہی اپنی ساخت مکمل کرتی ہیں لیکن اب اردو زبان کے دیسی الفاظ بھی ان تراکیب میں بے دریغ استعمال ہونے لگے ہیں۔ ان کی مشق کراتے وقت طالب علموں کو زیر اور بحیثیت مصممہ یا مصوۃ / و / اور اضافت و عطف واؤ کے درمیان فرق کو انا ہوگا۔ یہاں بطور ربطیہ زیر کا جو استعمال ہوتا ہے اس کی نشان دہی بھی ضروری ہوگی تاکہ رسم خط لکھنے والا زیر، ربطیہ اور اضافت کے فرق کو سمجھ سکے۔ اضافت، ربطیہ اور عطف واؤ کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

- (الف) اضافت: درودل، تیران غالب، زیر سایہ، نرخم جگر وغیرہ۔
 (ب) ربطیہ: گل سرخ، جناب فیض وغیرہ۔
 (ج) عطف واؤ: بارغ و بہار، دل و دماغ، گل و بلبل وغیرہ۔

اردو رسم خط کی اس بحث کو اوپر چار بنیادی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ بنیادی حروف پر مشتمل ہے جس سے رسم خط یکسکھنے اور سکھانے والے کو باخبر رہنا چاہیے۔ دوسرے حصے میں حروف اور ان کی ہر ممکن ذیلی شکلوں سے بحث ہے جنہیں ملکر لفظ ضبط تحریر میں آتے ہیں۔ یہاں اردو حروف تہجی کو حروف یونٹوں میں بانٹا گیا ہے۔ یونٹوں کی جو ترتیب رکھی گئی ہے، اُسے چل کر ای کے مطابق رسم خط یکسکھایا یا سکھایا جاسکتا ہے۔ یہ حصہ حروف اور جوڑ میں ان کی کیا ذیلی شکلیں ہوں گی، ان کی جانکاری فراہم کرتا ہے جس سے وقت ضرورت طالب علم لفظ میں حرف کی کہاں کیا شکل ہوگی، باسانی معلوم کر سکتا ہے۔ اس کی مدد سے وہ اپنی غلطی پر بھی قابو پا سکتا ہے۔ تیسرے حصے کے یونٹ دراصل رسم خط یکسکھنے کے تیرہ سبق ہیں جن میں یاد رکھنا، لکھنا، پہچانتا اور پڑھنا جیسی شخص بھی دی گئی ہیں۔ ہر یونٹ پر کلاس روم میں روزانہ ایک گھنٹہ صرف ہوگا۔ اس طرح طالب علم تیرہ گھنٹوں یعنی تیرہ دن میں اردو کا تقریباً پورا رسم خط یکسکھ سکے گا۔

جو تھے حصے کی حیثیت اضافی ضرور ہے لیکن اس کے بغیر طالب علم اردو رسم خط پر مبنی
 دسترس حاصل نہیں کر سکتے، اس لیے اس جو تھے حصے پر بھی کلاس روم میں الگ سے
 وقت دینا ضروری ہے۔

مصنف کے بارے میں

ڈاکٹر نصیر احمد لاہور کے تعلقہ میں مین پوری میں پیدا ہوئے۔ مادرہ و شریعت میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علی گڑھ آ گئے اور وہاں شعبہ اردو اکیڈمی کے ساتھ ایم۔ اے کیا۔ ہندوستان کے مختلف شہروں میں لسانیات کے سرسکوں میں شرکت کرنے کے بعد لسانیات کا شوق انھیں پونما گیا جہاں دکن کالج کے سینئر آف ایڈوائس اسٹڈیز ان انگریزس ٹیکس سے بھی لسانیات میں ایم۔ اے کیا۔ "گورنمنٹ لائبریری" کا قرضہ بھی بڑے بہرہ پر تحقیقی مقالہ لکھ کر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں سکشن میں پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے داخل کیا اور ڈگری حاصل کی۔ کشمیر یونیورسٹی اور مسلم یونیورسٹی میں علی الترتیب شعبہ اردو اور شعبہ لسانیات میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیے اور شعبہ سے ہندوستانی زبانوں کے مرکز جواہر لاہر یونیورسٹی، نئی دہلی میں تحقیق اور درس تدریس کے کاموں میں مصروف ہیں۔ اب تک متعدد ایم فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریوں کے لیے ان کے ذمہ داری سناٹے لکھے جا چکے ہیں۔

ڈاکٹر نصیر احمد ادب اور لسانیات کے مختلف موضوعات پر اردو اور انگریزی میں متعدد مضامین اور مقالات قلم بند کر کے انھیں قومی اور بین الاقوامی سیمیناروں اور کانفرنسوں میں پیش کر چکے ہیں۔ ان میں سے گورنمنٹ کے علمی و ادبی رسالوں اور مرتب کی گئی کتبوں میں شائع ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنے علمی و تحقیقی مشاغل کی غرض سے امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور یورپ کے دیگر ممالک کے دورے کیے ہیں۔ شعبہ میں ان کی کتب اردو کی بولیاں اور گورنمنٹ لائبریری کا مرکزی لسانیاتی مطالعہ کے نام سے شائع ہوئی تھی جو اردو بولیوں پر پہلا باقاعدہ کام ہے۔ یہ کتاب یو۔ پی۔ اردو اکادمی سے انعام حاصل کر چکی ہے۔ انھوں نے بعد میں ترقی اردو بورڈ وزارت تعلیم و ثقافت حکومت ہند کے لیے ڈیوڈ گورنمنٹ کی کتاب "ویاٹ از انگریز ٹیکس" کا اردو میں ترجمہ کیا اور دہلی اردو اکادمی کے لیے دہلی میں آزادی کے بعد اردو دانشیے "ایک تفصیلی مقدمے کے ساتھ مرتب کی۔ ان کی دو کتابیں "ہاؤ ٹو لرن اردو اسکرپٹ" اور اردو ساخت کے بنیادی عنصر زیر طبع ہیں اور ایک کتاب "اسلوبیات کا خاکہ" زیر ترتیب ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد فن کی دلچسپی کے موضوعات میں اردو لسانیات، اسلوبیات اور تعلیم زبان کے علاوہ اردو بلٹن اور ریسرچ کا طریق کار خصوصاً قابل ذکر ہیں۔

پتہ : ۱۰۸ پیچہم آباد، نیو کیمپس، جواہر لاہر یونیورسٹی، نئی دہلی